نواب زادی

گھریلو ناول

حمیدہ جبیںؔ

قیمت -/۸ روپے

ناشر

چمن بکڈپو - اردو بازار دھلی ۶

مطبوعہ

یونین پرنٹنگ پریس دھلی

اب رات بھیگ چلی تھی۔
چاند ستاروں کے جھرمٹ میں گھرا ہوا اپنی نقرئی کرنوں سے فضا کے سکوت کو پراسرار بنا رہا تھا۔ درختوں کی سرد شاخیں خاموش تھیں۔ ہوا پرسکون تھی فضا کچھ رومانی سی ہو رہی تھی۔

اور

ثاقب اپنی مضطرب سوچ میں گم تھا۔
آج کا مشاعرہ بہت کامیاب رہا تھا۔ اس کی نظمیں پسند کی گئی تھیں رومان اور سیاست کے خوبصورت ملاپ نے اس کی تخلیق کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ آج کے اس شاندار مشاعرے میں کامیابی کا سہرا اسی کے سر رہا تھا قوم پروری اور رومان نوازی کے اس مشاعرے میں بڑی داد ملی تھی اسکی نظم کے ہر بند کو بار بار پڑھوایا گیا تھا۔ سب ہی نے واہ واہ کے فلک شگاف نعرے بلند کر کے اس کے کلام کو والہانہ انداز میں سراہا تھا۔

مشاعرے کے اختتام پر اسے بے شمار لوگوں نے گھیر لیا تھا۔ چھوٹی بڑی کئی آٹو گراف اس کے ہاتھ میں آئیں اور وہ لکھتا چلا گیا۔

لڑکیاں بھی تھیں۔ !

لڑکے بھی۔ !

بچے بھی۔ ! اور لوگوں کے اس ہجوم میں کالے برقعے میں لپٹی ہوئی ایک خاتون آگے بڑھی۔ اور اپنا سبک سا ہاتھ جس میں آٹو گراف اور قلم تھا آگے بڑھا دیا۔

شاقب نے اس کی طرف دیکھا نہیں لیکن آٹو گراف پر اپنا ایک شعر لکھ دیا۔

خوبصورت ہاتھ نے آٹو گراف تھام لی اور اپنا برقعہ درست کرتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گئی۔

اور یہ حسین سلسلہ جب ختم ہوا تو اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت قیمتی اور نفیس لیڈیز قلم جگمگا رہا تھا۔

قلم پر کسی سائلہ کا نام جھلک رہا تھا —— بالکل یوں جیسے سیاہ بادلوں سے چاند جھانک رہا ہو۔

وہ پریشان سا ہو گیا۔ !

اس کے آس پاس کے لوگ جا چکے تھے۔

قلم اس کے ہاتھ میں تھا۔

اور اسے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے وہ قلم نہ ہو۔ ایک خوشبو ہو۔ جو اس

کے حواس پر چھائی جا رہی ہو۔!

سائلہ کون ہے — ؟

کون ہے — ؟

اپنا قلم کیوں چھوڑ گئی۔؟

شاید جان بوجھ کر۔؟

یا ہو سکتا ہے وہ واپس لینے آئے۔ مگر وہ اسی سوچ میں گم کھڑا تھا

کہ —

"گھر چلو گے یا یہیں رہنے کا ارادہ ہے۔" اس کا دوست اشرف

اس کے پاس آکر بولا۔

"اں۔ ہاں یار۔"

"یار چلو نا۔ نیند آرہی ہے۔!" اشرف جماہی لے کر بولا۔

"چلو مگر۔"

"مگر کیا —!

"یہ قلم۔!

"قلم۔!" اشرف کی ساری نیند جیسے ٹوٹ گئی۔

کہنے لگا۔

"کوئی تحفہ مل گیا — چلو اچھا ہوا — تمہیں کوئی تو فائدہ ہوا اس

شاعری سے — بہت قیمتی قلم ہے — تنبیر — واہ واہ دینے والے نے

کیا ذوق پایا ہے۔"

"تم اپنی بکواس بند کرو تو میں کچھ بولوں۔" ثاقب اکتاتا ہوا بولا۔

"اچھا تم اپنی بکواس شروع کرو۔" اشرف بولا۔

"یہ قلم کسی سائرہ نامی لڑکی کا ہے۔ اور شاید بھول گئی ہیں محترمہ۔!"

وہ آہستہ سے بولا۔

"نام کیسے معلوم ہوا تمہیں۔!" اشرف نے پوچھا۔

"قلم پر لکھا ہے۔!" ثاقب بولا

"چلو کیا برا ہے۔ رکھ لو۔"

"نہیں یار۔!"

"سمجھ گیا۔" اشرف سوچتے ہوئے بولا۔

"کیا۔؟"

"یہی کہ لڑکی پاگل ہو گئی ہے!"

"پاگل۔"

"ہاں اس شاعری دائری کے چکر میں دے گئی ہے۔ کوئی نظم پسند آگئی ہوگی

یا کسی غزل نے دل جیت لیا ہوگا۔"

"نہیں یار۔" ثاقب بولا۔

"رکھ لو بیٹا۔ تم بنے پھرتے تھے اکڑفوں شکست دے گئی

محترمہ۔!"

"مجھے کوئی شکست نہیں دے سکتا۔" ثاقب نے اپنا تکیہ کلام

دہرایا۔!"

"اچھا — رہواسی زعم میں ۔ چلو پھر گھر چلیں ۔"

"چلو ۔ !"

اشرف نے ثاقب کو اسکوٹر کے پیچھے بٹھایا ۔ اور اسکوٹر اسٹارٹ کر دیا ۔

"آج تم خوب جمے ۔ !" اشرف بولا ۔

"آں ۔ ہاں خاصا ۔ ثاقب ابھی تک قلم کی مالکہ میں کھویا ہوا تھا ۔

"تمہاری غزل اچھی تھی ۔ !"

"ہاں ۔ !"

"مجموعہ چھپوا ڈالو نا ۔ !" اشرف بولا ۔

"فی الحال امکان نہیں ۔ ! "

"کیوں ۔ ؟ "

"پیسے کی کمی ۔ "

"کسی ناشر سے بات کرو نا ۔"

"کروں گا یار ۔ !" ثاقب بور ہو رہا تھا ۔

"اشرف ۔ !" ثاقب خیالوں میں ڈوبا ہوا کہنے لگا ۔

"ہاں ۔ "

"یار تم کسی سائلہ نامی لڑکی کو جانتے ہو ۔ !"

"کئی ایک کو ۔ !" اشرف بولا ۔

"ایک تو سائلہ گرلز کالج میں لیکچرار ہے ۔" اشرف سوچتے ہوئے بولا

" اچھا ۔ !" ثاقب جلدی سے بولا۔

" ہاں ۔ مگر وہ تو بال بچوں والی عورت ہے۔ وہ اتنا قیمتی قلم ایک شاعر کو بخشنے کی حماقت نہیں کر سکتی ۔ !"

" ہاں ۔" ثاقب سمجھ گیا۔

" ایک اور سائلہ تھی ۔ !"

" وہ کون ہے ۔ !" ثاقب نے پوچھا۔

" وہ ۔ وہ اپنے کالج کی لائبریرین ۔ کروشیا نما لڑکی سوکھی سی مگر وہ اتنا قیمتی قلم رکھ بھی نہیں سکتی ۔ !"

" بور کر رہے ہو تم ۔ !" ثاقب جھلا کر بولا

" ایک اور سائلہ ہے ۔ ہاں ہاں یاد آیا۔ یقیناً یہ اسی کا قلم ہوگا ۔"

" کون ۔ !" ثاقب بولا۔

" خوبصورت سی ۔ شاعری کا ذوق رکھنے والی ۔" اشرف بولا۔

" توبہ ۔ یقیناً وہی سائلہ ہوگی ۔" ثاقب جلدی سے بولا۔

" مگر ۔ مگر یار وہ تو ایک حادثے میں مر چکی ہے ۔" اشرف بولا۔

" تم بہت بور کرتے ہو ۔! ثاقب اکتا گیا۔

" تم بھی تو اس طرح پریشان ہو رہے ہو جیسے محترمہ تمہیں قتل کے کیس میں پھنسا گئی ہے ۔ ابے ایک قلم ہی ہے نا ۔ اپنے کو دیکھو ایسی کئی چیزیں مار لیں اور ڈکار بھی نہ لیا ۔

"تمہارا کیا ہے۔" ثاقب ہنس کر بولا۔

"اچھا چھوڑو اب اس قصے کو۔ یہ بتاؤ کہ وادی چاند پور کب چل رہے ہو؟"

"آج کل فری ہوں جب کہو۔!"

"ٹھیک ہے پروگرام بناتا ہوں۔ ہاں۔ انکل کیسے ہیں؟" اشرف نے پوچھا۔

"اچھے ہیں۔! کہتے ہیں نوکری کرلوں۔" وہ ہنس کر بولا۔

"نوکری کرلو۔!"

"کچھ نقصان اترے تو سوچوں گا۔!"

"وہ سیٹھ صاحب کے ہاں ہی کہتے ہوں گے۔!"

"نہیں۔ کہا تو نہیں۔ ہاں اگر سیٹھ صاحب کے ہاں ملازمت مل جائے تو کیا برا ہے سیٹھ صاحب بڑے اچھے آدمی ہیں۔!"

"ٹھیک ہے" اشرف بولا۔

"لو بھائی گھر آگیا تمہارا۔" اشرف نے اسکوٹر روک لیا۔

"اچھا اشرف خدا حافظ۔ کل ملیں گے۔" ثاقب بولا

"بائے۔" اشرف چلا گیا۔

اور ثاقب۔

قلم ہاتھ میں لئے ہوئے گھر میں داخل ہوا۔

کپڑے بدلے۔ اور بستر میں گھس کر پھر خیالات میں الجھ گیا۔ ذہنی کشمکش تھی۔!

اجنبیت اور لاعلمی کے احساس نے ایک حسن سا پیدا کر دیا تھا۔ تجسس کی کسک بھی جستجو کا لطف تھا۔ خواہش کی لذت تھی۔

نگاہیں عالم خیال میں کسی کو تلاش کر رہی تھیں ذہن تھک گیا دماغ ماؤف ہو گیا۔ زندگی میں جستجو کا پہلی بار اتنا شدید احساس ہو رہا تھا اسے۔ نیند نہیں آ رہی تھی۔ اور وہ اس ہیولے کو کوئی روپ دینے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

"ملی قلم والی۔" اشرف نے اسے دیکھتے ہی سوال کیا۔

"نہیں۔"

"تو بس پی جاؤ۔!"

"پی جاؤ۔!" ثاقب نے اس کی نقل اتاری۔

"ارے بھائی خفا کیوں ہوتے ہو۔ اگر وہ قلم تمہیں اتنا ہی بھاری لگتا ہے نا۔ تو مجھے دے دو۔!"

"مجھے دے دو۔ صورت دیکھی ہے کبھی۔!" ثاقب بولا۔

"خوبصورت ہوں۔ پیارا پیارا سا ہوں۔!" اشرف بولا۔

"اپنی امی جان کے لئے۔!" ثاقب ہنس کر بولا۔

"تمہیں اس معاملے میں بھی شکست دے دوں گا۔ آج کل بڑی لڑکیوں کی مائیں، پھوپھیاں، خالائیں مجھے دیکھنے آ رہی ہیں۔" اشرف بڑے فخر سے بولا۔

"کیوں۔!" کیا تمہارے گھر پر آج کل چڑیا گھر کا بورڈ لگا ہے۔!"

ثاقب بولا۔

" جھکی ہو تم ۔ جل گئے نا ۔!"

" ہاں یار جل تو گیا ہوں ۔!" ثاقب بولا۔

" ابھی اور جلو گے بیٹا ۔ اچھا سچ سچ بتاؤ واقعی قلم والی لڑکی نہیں ملی ۔ !"

" نہیں ۔ !"

" چلو چھوڑو ۔ کوئی سر پھری ہوگی ۔ تم یہ کہو کل کا پروگرام پکا ہے نا ۔!"

" ہاں بالکل ۔ !" ثاقب بولا۔

" ایک ہفتے کا پروگرام بنایا ہے گرم کپڑے رکھ لینا ۔ سردی ہوگی ۔ !" اشرف نے کہا۔

" سب انتظام کر لیا ہے میں نے مگر ہوگا کون کون ۔!"

" تم اور میں ۔!"

بس ٹھیک ہے ۔ سب ہوتے ہیں تو خوب ہنگامہ ہوتا ہے اور میں ذرا ہنگامہ پسند نہیں کرتا ۔ !" ثاقب متانت سے بولا۔

" ہاں تم تو لکھو گے نظمیں ۔ اور میں کروں گا شکار ۔ اس لئے دونوں ہی چلتے ہیں ۔ اگر باقی بھی چلے گئے تو تاش میں ہی وقت گزر جائے گا ۔ !" اور کچھ نہ ہوگا ۔ !"

" ٹھیک ہے ۔ !"

دونوں پروگرام بنانے لگے ۔ اشرف تو چلا گیا۔

اور ثاقب

یوں ہی الجھا الجھا سا بیٹھا۔ مستقبل کے ادھورے سے خاکے کو رنگ دینے کی کوشش کرنے لگا۔

تعلیم ختم ہو چکی تھی۔!

اور اب اسے اپنا مستقبل سنوارنا تھا۔!

جو اس کے ابا جان کا خواب تھا۔!

زندگی میں اسے اپنے ابا جان سے بے انتہا پیار تھا۔!

شفیق اور بردبار۔!

اور پیار کیوں نہ ہوتا۔!

انہوں نے اسے ماں کا پیار بھی دیا تھا۔ اور باپ کا بھی۔!

ثاقب چھوٹا سا تھا کہ اس کی امی کا انتقال ہو گیا تھا۔!

اس کے بعد اس کے ابا جان نے شادی نہیں کی۔!

ثاقب ہی ان کے لیے سب کچھ تھا۔!

ثاقب کو کسی اعلیٰ عہدے پر دیکھنا ان کی سب سے بڑی خواہش تھی

اور اب وہ بہت خوش تھے۔!

وہ زمانہ قریب آ گیا تھا۔!

آج کل ابا کے چہرے پر سرخی دیکھ کر ثاقب سوچ میں پڑ جاتا۔

کیا ابا کی خواہشیں پوری ہوں گی۔؟

"کہاں تھے بیٹے۔! اس کی سوچ ابا کے چہرے میں الجھ کر رہ گئی

"ابا جان - آیئے - !" وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کب جا رہے ہو - !" امجد کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"صبح - !"

"سردی ہوگی - گرم کپڑے رکھ لینا - ان کی تمام محبت ان کی آنکھوں میں سمٹ آئی - !

"رکھ لئے ہیں جی - !"

"کب لوٹو گے - !"

"ایک ہفتے کا پروگرام ہے - " ثاقب سعادت مندی سے بولا۔

"اچھا ہے - کچھ ہوا تبدیل ہو جائے گی - تم واپس آؤ گے تو تمہیں خوشخبری سناؤں گا - !" وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

"اب سنانے میں کیا حرج ہے - !"

"آؤ گے پھر سہی - !"

"یہ ہفتہ سسپنس میں گزرے گا - " ثاقب ہنس کر بولا۔

"شریر - !" امجد ہنس دیئے۔

"کچھ پیسے ابا جان - !" ثاقب بولا۔

"ہاں - یہ لو - پانچ سو روپے ہیں انہوں نے جیب سے نوٹ نکال کر ثاقب کو دیئے - !"

"شکریہ ابّا جان - !"

"اچھا بیٹے میں سیٹھ صاحب کے ہاں جا رہا ہوں - بے بی روحی کی

سالگرہ میں دو ہفتے رہ گئے ہیں۔!"

"اسی سلسلے میں بات کرنا ہے۔!"

"اس بار بھی سالگرہ سابقہ روایات کے مطابق ہوگی۔!"

ثاقب نے پوچھا۔

"بڑھ چڑھ کر۔ سیٹھ صاحب کی ایک ہی بیٹی ہے۔!"

"لاکھوں کی مالک۔!" "اس بار شاید کوئی نیا انکشاف بھی ہو۔!"

"امجد مسکراتے ہوئے بولے۔

"کیا مطلب۔؟"

"شاید بے بی کی ENGAGEMENT وغیرہ

"اوہ۔!"

"کوئی نواب زادہ ہی ہوگا۔!" ثاقب بولا۔

" OF COURSE ۔ بڑے لوگ ہیں ناطہ بھی کسی بڑے آدمی سے ہی جوڑیں گے۔!"

"اچھا ہے۔ بے بی روحی بھی اچھی لڑکی ہے۔!"

"خوبصورت۔ خوش مزاج۔ اور ذہین۔" ثاقب بولا۔

"بالکل۔! مجھ سے بہت پیار کرتی ہے۔!"

پرسوں کہنے لگی۔ خانصاحب۔ میری سالگرہ کا تحفہ لے لیا آپنے۔ میں نے کہا۔ بیٹی تمہیں میرا تحفہ پسند آئے گا۔! پتہ کیا کہنے لگی۔ کہنے لگی۔ آپ کے لائے ہوئے سارے تحفے میرے پاس ہیں۔!"

یہاں تک کہ پانچویں سالگرہ والی گڑیا بھی۔
امجد ہنس ہنس کر۔ محبت اور خلوص سے بے بی رومی کی محبت کے
قصے دہراتے رہے۔!
اور ثاقب مسکراتا رہا۔!
"بیٹے۔ بے بی کی سالگرہ تک واپس آجانا۔" امجد بولے
"جی ضرور۔" ثاقب بولا۔
"اچھا اب میں چلوں۔ خدا حافظ۔!"
امجد صاحب کے ہاں چلے گئے۔!
اور ثاقب نے سوچا۔ اس بار وہ بے بی رومی کے لئے تحفہ میں ایک غزل
کیوں نہ لکھ دے۔! جس میں ان کے تمام احسانات۔ اور اس کی آئندہ
زندگی کے لئے دعا ہو۔! پرخلوص دعا۔!"
" ENGAGEMENT کے موقع پر واقعی نظم ٹھیک رہے گی۔ اور
یہ نظم وادی کی برفانی ہواؤں میں لکھی جائے گی۔!
اور اس قلم سے لکھی جائے گی۔
جو کسی انجانی شخصیت اسے دے گئی ہے۔!"
اپنا پروگرام بنا کر وہ مسکرا دیا۔!
اور اشرف کے ہاں چل دیا۔!

اشرف نے چائے کی پیالی ثاقب کو دی۔ اور بولا۔
"اب کہو۔!"
"کیا کہوں تمہارے پلے بھی کچھ پڑے۔! ثاقب مسکرایا۔ اور کہنے لگا۔
"پچھلے دو گھنٹے سے میں اپنا دماغ تم پر بے دریغ ضائع کر رہا ہوں مگر تم۔
تم اشرف ہی رہے۔
"تم کرتے ہو الٹی بات۔ بھلا انسان اور آدمی میں کیا فرق ہے؟ دونوں
ایک ہی جانور کے نام ہیں۔!"
"فرق ہے۔!" اشرف
"کیا بھلا۔!"
پچھلے دو گھنٹے سے ثاقب اپنی زندگی۔ اپنے خیالات۔ اور اپنے مستقبل
کے بارے میں اُس سے باتیں کر رہا تھا۔!

"ہاں تو۔ میں کہہ رہا تھا کہ انسان اور آدمی۔!

ثاقب بولا۔

"لیکن۔ ؟" اشرف نے کہا۔

"لیکن کیا — میں مان ہی نہیں سکتا۔!" ثاقب اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔ ثاقب نے پلکیں جھپکائیں۔ جیسے اس نے پلکوں کے اشارے سے سوال کیا ہو۔ "کیا خیال ہے۔؟

اور اشرف اس روز روز کی بحث سے تنگ آچکا تھا۔ اس لئے خاموش ہو جانا ہی مناسب سمجھا۔!

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ثاقب نے صلح پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نیچی TONE میں بات شروع کی۔ اس نے کہا۔

"دیکھو اشرف انسان اس دنیا میں اکیلا تو نہیں ہے۔ اسے زندہ رہنے کے لئے دوسرے لوگوں سے کے ساتھ واسطہ رکھنا پڑتا ہے۔ اور دراصل زندگی تو ایک مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ ہم سب لوگ دراصل ایک طویل مقابلے میں مبتلا ہیں۔ چاہتا ہوں میں تم سے آس پاس کے لوگوں سے، بہت آگے نکل جاؤں۔ راہوں کا تعین فطری میلان طبع کرتا ہے۔ بہر حال مختصر یہ ہے کہ زندگی ایک مسلسل کوشش کا نام ہے۔ جب یہ کوشش ختم ہوتی ہے تو انسان — انسان بھی ختم ہو جاتا ہے آدمی باقی رہ جاتا ہے۔!

"یار عجب فلسفہ ہے تمہارا۔ مگر بہر حال بیان جاری رہے۔

اشرف کچھ سمجھتے ہوئے کچھ نہ سمجھتے ہوئے متاثر ہو کر ثاقب کی تقریر

سن رہا تھا۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔ !" ثاقب نے کہا۔ میں مالی اعتبار سے جسمانی اعتبار سے کسی بھی اعتبار سے بہت سے لوگوں سے کم تر ہوں گا۔ مگر میں نے اس سلسلے میں کوئی کوشش کی ہی نہیں۔ ہاں ذہنی اعتبار سے اگر کوئی ہستی مجھے اپنے آپ سے بہتر نظر آئے تو پہلی ملاقات میں تو میں اس سے متاثر ہوتا ہوں۔ اور پھر میری یہ کوشش ہوتی ہے کہ آئندہ جب میں اس سے ملوں تو بجائے اس سے متاثر ہونے کے ۔۔ اسے متاثر کر سکوں۔ !"

"چنانچہ ۔۔ !!! اشرف نے پوچھا۔ اشرف کا چہرہ بھی اس وقت سوالیہ نشان بن کر ثاقب کے سامنے آیا۔ !

"چنانچہ یہ کہ۔ اس دنیا میں نہ جانے کتنے قسم کے لوگ ہیں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں جتنے انسان بھی اس دنیا میں ہیں اتنی ہی ان کی قسمیں ہیں اتنے بھی COMPLEX ان میں ہیں IDEALS اور اتنی ہی ناکامیاں ہیں۔ !"

"اچھا۔ تو مطلب اس تمام گفتگو کا یہ ہوا۔ کہ آپ نے خواتین کو اپنی اس تقریر میں بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ اشرف نے کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔" ثاقب نے کہا۔ دراصل خواتین کو تو قدرت ہی کی طرف سے درجہ دوم عطا ہوا ہے اس لئے ان کی ذہانت یا صلاحیت کا ذکر تو فضول ہی ہے۔ ناقص العقل ہیں نا۔"

"ہاں یہ تو ہے ۔۔! اشرف قائل ہو گیا تھا۔ !" مگر ثاقب اس کا مطلب تو یہ ہوا۔ کہ تم اس بات پر یقین رکھتے ہو کہ کوئی خاتون ذہین ہو

کا دعویٰ نہیں کر سکتی ۔ !"

ثاقب مسکرایا ۔ ہاں تقریباً یہی بات ہے ۔ کیوں نہ تو ان حبیب جیسی کسی مرد کو قائل کرنے کی کوشش کر رہی ہوتی ہیں ۔ تو در حقیقت وہ اپنے قائل ہونے کا بہانہ چاہتی ہے ۔ محبت ہی کر لے لو ۔"

" ہاں ۔ ہاں ۔ !" اشرف نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا ۔ محبت کے معاملوں میں تو مردوں کو ہمیشہ بیوقوف بنتے دیکھا ہے ۔ !

" ہو سکتا ہے ۔ میں مانتا ہوں ۔ لیکن میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں میں تو صرف شکست کھا جانے کو ۔ قائل ہو جانے کو محبت کا نام دے سکتا ہوں ۔ دیکھو نا ۔ ایک مرد ایک عورت کی طرف اس لئے متوجہ ہوتا ہے کہ وہ اسے CONQUER کرنا چاہتا ہے ۔ اس کوشش میں اسے جو مشکلات پیش آتی ہیں ۔ وہی درد محبت ہے ۔ حاصل عشق ہے ورنہ باقی تو سب خیریت ہے ۔"

"کیا مطلب ۔ !" اشرف بولا ۔

" مطلب یہ کہ اگر درمیان میں شب و روز کا سلسلہ اور حالات کی ناسازگاری حائل نہ ہو ۔ مرد عورت ایک دوسرے سے ملتے رہیں اپنے خیالات اپنے احساسات ایک دوسرے کو CONVEY کر سکیں تو شاید لمبے اور طویل عشقوں کا قصہ ہی ختم ہو جائے ۔ آپ لڑکے اور لڑکی کو ایک ہفتہ بحث کیلئے دے دیں ۔ نتیجہ سامنے آ جائے گا ۔ !

لڑکی کو لڑکے میں چند خوبیاں نظر آتی ہیں وہ ان خوبیوں کو کوایک ہزار

ایک لاکھ اور بسا اوقات ایک کروڑ سے ضرب دیں اور ایک گوشت پوست کا بنا انسان اچانک دیوتا۔ اور نہ جانے کیا بن جاتا ہے۔

اور اسی طرح لڑکے کو لڑکی میں اپنے IDEAL کی ہلکی سی کوئی ایک جھلک نظر آجاتی ہے۔ وہ فوراً اپنے ذہن سے RECONCILE کر لیتا ہے۔ اور ایک اچھی خاصی لڑکی کو خوابوں کی ملکہ۔ حسن کی رانی۔ اور حاصلِ زندگی بنا لیتا ہے

اشرف نے اچانک پوچھا۔

"تمہارا اپنا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔؟"

"میرا ذاتی خیال ہے کہ محبت۔ دراصل ایک ایسی ضرورت ہے جسے شاعروں نے۔ ہم نے۔ اور تم نے۔ سب نے مل کر لفظ "محبت" سے تعبیر کیا ہے۔ ورنہ آپ ہر صورت عورت کے عشق میں یا محبت میں کیوں نہیں مر سکتے۔؟ یا ایک معمر، معذور اور بیمار بڑھیا سے عشق کیوں نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ جذبہ دراصل خود غرض قسم کی ایک ضرورت ہے جس کی تکمیل انسان چاہتا ہے اور پھر بس تو۔ تم جانتے ہو۔ اگر کبھی زندگی میں کسی خاتون سے متاثر ہوا بھی تو۔ اس کے ذہن سے ہوں گا۔ ورنہ ظاہری شکل و صورت اور GLAMOUR میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اور پھر جب مرد یا عورت۔ یہ فقرہ کہتے ہوں گے "مجھے تم سے محبت ہے" تو کس قدر مضحکہ خیز SITUATION بنانے کے ذمہ دار ہوتے ہوں گے۔ کیوں یہ تو بالکل ہی ایسا ہے جیسے میں کسی کے سامنے فوری طور پر اقرار کر لوں کہ میں آپ کے مقابلے میں بالکل بیوقوف ہوں۔ اگر کوئی یہ کہنا گوارہ کر سکتا ہے تو یقیناً محبت بھی کر سکتا ہے۔!"

ـــ "مگر یار ثاقب ۔ !" اشرف نے کہا۔ یہ فلموں، افسانوں اور شاعری میں جو عشق و محبت کا ذکر ہے وہ کیا ہے ۔ ؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہاری شاعری کس خوشی میں ظہور پذیر ہوئی ہے ۔ !"

ثاقب نے ایک فاتحانہ قہقہہ لگایا ۔ اور ہنستے ہوئے بولا۔

"سب FRAUD ہے ۔ جھوٹ ہے ۔ اور پھر شاعری ۔ وہ میں تو اس لئے کرتا ہوں ۔ جو اس زمین پر نہیں ۔ اس جیتے سورج کے نیچے اس کا کوئی وجود نہیں ۔ وہ تو ایک خیال ہے ۔ ایک وہم ہے ۔ ایک تصور ہے ۔ جس کے متعلق میں نے ہمیشہ یہی تمنا کی ہے ۔ کہ وہ اس دنیا کے تختے پر مجھے بھی نظر نہ آئے کیونکہ اگر وہ مجھے مل گئی ۔ تو میرا ذہن اس سے اچھا سوچنے لگے گا ۔ اور وہ میرے IDEAL کی حیثیت سے کم تر ہو جائے گی ۔ !"

اشرف بولا ۔ !!

"مگر یار ثاقب ان فلموں نے اور ادب نے تو عشق کو اتنا عام کر دیا ہے کہ وہاں تو ذات پات اور STATUS کے بغیر ہی سب کچھ ہو جاتا ہے ۔ !"

" اشرف عجیب بات تو یہ ہے کہ لوگ LOVE IN FIRST SIGHT سے متاثر ہو کر تمام کہانیاں بناتے ہیں باوجود اس کے کہ یہ محبت جو پہلی نظر میں ہو جاتی ہے نفسیاتی طور پر بھی غلط ہے ۔ کیونکہ جیسا کہ نفسیات کے ماہر فرماتے ہیں کہ انسان کی آنکھیں ہی نہ ذریعہ ہیں جنکے وہ مقناطیسی لہریں TRANSMIT کر سکتا ہے ۔ آخر ان لہروں کو بھی تو کچھ عرصہ چاہیئے ۔

" مگر ۔ خیر ۔ اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر انسان زمین

کرد ۔ واقعی کسی سے متاثر ہوتا ہے تو دونوں ذہنوں میں کوئی نہ کوئی ہم آہنگی ضرور ہونی چاہیئے۔ جیسے مجھے یقین ہے کہ ایک شہر میں پرورش پانیوالی لڑکی اچانک کسی دیہاتی مرد کو دیکھ کر دل نذرانہ نہیں کرسکتی کیونکہ آج کی لڑکی کے تصور میں جب بھی کوئی آئے گا BELL BOTTOM پتلون ٹائیٹ، جیکٹ اور BEATLES کی طرح بالوں والا لڑکا آئے گا ۔مگر وہ ۔ ہمارے ادیب نہ جانے کیا کرتے ہیں ۔ وہ فوراً ایک شہر کی لڑکی کے لیے دیہاتی مرد منتخب کر لیتے ہیں ۔ اور لڑکی بیچاری قلم کے اشارے سے دیہاتی مرد کی باہوں میں سمٹ جاتی ہے ۔ اور اسی طرح کسی شہری بابو کا کسی گاؤں میں چلا جانا ضمانت ہے اس بات کی کہ اب وہاں کچھ نہ کچھ ہوکے رہے گا ۔ اور یہی ہوتا ہے ۔ ساری عمر گھر میں بند ہوئے جانوروں کی ۔ بدبو سونگھنے والی ۔ اپنے اردگرد دیہات کا ماحول رکھنے والی لڑکی جس کا دماغ کسی طرح سے باہر کی دنیا سے متاثر نہیں ہے ۔ یکایک شہری بابو کیلئے بے چین اور بیقرار ہوجاتی ہے جب کہ مجھے یقین ہے کہ گاؤں کی رہنے والی ۔ اگر خیالوں میں کسی مرد کا تصور کرتی ہوگی تو اس شخصیت میں سب سے نمایاں چہرہ اس کا پھڑپھڑاتا ہوا پگڑی کا شملہ ہوگا یا پھر ہل کاندھے پر رکھے ہوئے گھبرو جوان ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

دراصل اس ASSOCIATION کیلئے جسے ہم ۔ یا تم عشق یا محبت کہتے ہیں ۔ چند دن اکٹھے رہ کر ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش میں کامیاب ہونے یا ناکام ہونے کا نام ہے ۔

" بہرحال بھئی اشرف ۔ ہم تو اس سے قائل ہوں گے جو ہمیں واقعی

تائی کرلے گر ۔

"ہاں ۔ ہاں ۔ !" تم رک کیوں گئے ۔ ؟" اشرف بولا۔

" بس کیا بتاؤں ۔ جی چاہتا ہے ۔ کوئی ۔ ہو ۔ کوئی ایسی شخصیت ہو ۔ جس کے سامنے میں ہار جاؤں ۔ شکست کھا جاؤں ۔ !" میں اپنی ہار بھی نہ چھپا سکوں ۔ اس کی جیت کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہوئے خوشی محسوس کروں ۔ اس شخصیت کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا محسوس کرسکوں۔"

مگر یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے ۔ بہرحال ۔ میں نہ جانے کیا چاہتا ہوں ۔ ؟ کیوں چاہتا ہوں ۔ کب چاہتا ہوں ۔ کیسے چاہتا ہوں ۔ مجھے تو اپنی ہی AMBITIONS کے بارے میں ابھی تعیّن کرنا ہے ۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے زندگی مجھے ایسے مقام پر لے آئی ہے جہاں ہر طرف راستے ہیں ۔ آسان راستے ۔ ہموار راستے ۔ لیکن ان سے ڈرتا ہوں ۔ کیونکہ جانتا ہوں کہ آسان راستے کبھی کہیں نہیں پہنچتے ۔ دشوار راستے کہاں ہیں میرا جی چاہتا ہے راستے کی دشواری میرے سامنے آئے تاکہ راستے CONQUER کرنے کے بعد جو خوشی حاصل ہوتی ہے ۔ اس کا مزہ چکھ سکوں ۔ بچپن میں بلیڈ سے ہاتھ سے کاٹ لیا کرتا تھا اور پھر بلیڈ سے کٹی ہوئی جگہ پر زبان رکھنے سے ایک میٹھی کسک ایک خوشگوار لذت ۔ درد کی لذت جیسے ہونٹ پوری ٹیس جذب کر لیتے تھے مجھے ایسی زندگی ۔ چاہیئے ۔ ایسے دن چاہئیں ۔ جن کی روشنی میں مجھے کچھ نظر نہ آئے ۔ ایسی راتیں چاہئیں جن کے اندھیروں میں گہرے سمندر کا سکوت ہو ایسے سمندر جن میں طوفان آتے ہیں اور پھر طوفان کے بعد پھر سناٹا چھا جاتا ہے

جیسے ۔ کسی نے پوری کائنات کو چپ رہنے کا حکم دے دیا ہو ۔ یا ایسا شور جیسے آسمان پوری قوت سے زمین سے ٹکرا گیا ہو ۔ ! کچھ تو ہو ۔ یہ کیا زندگی کہ کچھ بھی نہ ہو ۔ کچھ نہ کچھ ہونا چاہیئے ۔

ثاقب نے سر اٹھا کر دیکھا ۔ اشرف جا چکا تھا ۔ اس کی کرسی خالی تھی ۔ ثاقب مسکرا دیا ۔ کہ نہ جانے میرے دوست مجھ سے متفق کیوں نہیں ہوتے ۔ میری شاعری کی تعریف کرنیوالی ہر خاتون کو میرا دوست بنا دیتے ہیں ۔ اور نہ جانے کیا کیا سوچتے ہیں ۔ باوجود اس کے کہ جو لڑکی صرف میرے اشعار کو پڑھ کر میرے متعلق رائے قائم کر لیتی ہے ۔ اس کے پاگل ہونے میں کیا شبہ ہے ۔ یا کم از کم بیوقوف ۔ اور بیوقوف شخصیت تو جیسے میرے لئے گالی ہے ۔ یہ لڑکیاں بھی عجیب ہیں ۔ نہ جانے کیوں ان کا ذہن اپنے لئے خود ہی کا جال بنتا رہتا ہے ۔ وہ ہر وقت اس وام میں گرفتار رہنا چاہتی ہیں ۔ مگر غیر ۔ ثاقب کا ذہن جیسے تھک گیا ۔ اس نے ایک طویل انگڑائی لی ۔ اور پھر باہر کی کھڑکی کھول دی ۔ !

آسمان پر ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔
وادی میں شدید برف باری ہو چکی تھی۔ سردی میں بڑا تیکھا پن
آگیا۔ ساری وادی کو سفید لباس میں دیکھ کر اس کا ذہن نفسیات کے
تانے بانے میں الجھ کر رہ گیا۔ اس نے سوچا۔ سفید رنگ۔ جس
صورت میں ہو۔ بنیادی طور پر اس کا تاثر ایک ہی ہوتا ہے۔ ایک طرف
اسے سفید لباس میں ملبوس مغربی دلہن نظر آئی۔ ارمانوں کی دنیا میں قدم رکھتے
ہوئے سفید لباس۔ اور پھر جیسے اس کے ذہن نے جھٹکا کھایا۔ ارمانوں بھرے
دل دنیا سے منہ موڑنے کے بعد اس رنگ میں پناہ تلاش کیا کرتے ہیں۔ سفید
رنگ اسے۔ کی اوفیلیا یاد آنے لگی۔ جو محبوب کے انتظار میں شفاف
دودھیا سفید پانی میں جھاگ کے رنگ کے لباس میں ڈوبی یوں بہتی چلی گئی
جیسے وہ بھی اسی پانی کا حصہ ہو۔ سادگی مگر تاثر سے بھرپور سفید رنگ
اس کے سامنے پوری وادی میں پھیلا ہوا تھا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے آج قدرت

اپنی کائنات کو نیا رنگ دے رہی ہو ۔ ایسا رنگ جس میں کوئی حیوانی جذبہ شامل نہ ہو ۔

مکانوں کی ڈھلوان چھتیں ۔ درختوں کی شاخیں ۔ بجلی کے تار سڑکیں اور بل کھاتے راستے برف کی تہہ میں ڈھکے ہوئے ہیں ۔

دلہن قامت درخت اپنے بازوں پر برف کے سفید گالے اٹھائے خاموشی اور سکوت سے سر جھکائے کھڑے تھے ۔

اس برفانی فضا میں ۔

ثاقب اور اشرف ایک چھوٹے سے کافی ہاؤس میں بیٹھے تھے ۔ ارد گرد لوگ شیشے سے باہر دیکھتے ہوئے موسم کے بارے میں باتیں کر رہے تھے ۔

آؤٹ ڈور شوٹنگ کیلئے آئے ہوئے فلم یونٹ کے لوگ اپنی لوکیشن کے بارے میں مغز کھپا رہے تھے ۔ ثاقب اور اشرف کے قریب والی ٹیبل پر فلم کے فوٹو گرافر موسم کی خرابی کا رونا رو رہے تھے ۔!

" آسمان ابر آلود ہے اس لئے شوٹنگ نہیں ہوسکتی ہے ۔

" ثاقب ۔ !" اشرف آہستہ سے بولا ۔

" کیوں ۔ !" ثاقب ماحول سے بے نیاز باہر نظریں جمائے اپنے اشعار کے لئے الفاظ ڈھونڈ رہا تھا ۔

" یار ۔ ان فلمی لوگوں سے دوستی کیوں نہ کی جائے ۔ !"

" کیوں ۔ !" ثاقب بولا ۔

" شوٹنگ وغیرہ دیکھیں گے ۔!"

"ہمیشہ پورکیا کرو۔!"

"کیا برائی ہے۔!"

"کرلو دوستی۔!"

اور

اشرف نے واقعی ایک فوٹو گرافر سے دوستی کرلی۔

ان سے پتہ چلا کہ قریب ایک قصبہ ہے چاند پور، وہاں ایک نواب زادی رہتی ہے۔ اس کی کوٹھی بڑی خوبصورت ہے یہ لوگ وہاں شوٹنگ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن نواب زادی نے اجازت نہیں دی۔

یہ ساری رپورٹ اشرف نے واپس آکر ثاقب کو ایک سانس میں سنادی۔

"تو پھر میں کیا کروں۔" ثاقب سنکر بولا۔

"رعب جھاڑوں۔" اشرف بولا۔

"کیسا رعب یار۔!"

"میں کہتا ہوں۔ تمہارے بارے میں۔ کہ یہ صاحب نواب زادی کے ماموں ہیں۔ ذرا خاطر ہو جائے گی۔!"

"نہ یار۔!"

"اچھا ماموں نہیں بنتے تو کزن بن جاؤ۔" اشرف بولا۔

"نہیں۔ آپ کی بڑی مہربانی۔ آپ مجھے اپنے فراڈ میں شامل نہ کریں۔"

" تم بڑے بور ہو - دیکھو نا اپنے مزے ہو جائیں گے - اور شغل رہے گا - "

" نہیں بھئی نہیں "

" مان جائیے "

" نہیں - ! "

" میں نہیں بولوں گا - "

" مر جاؤں گا تو پھر تو - "

" مر جاؤ - " اشرف بیزاری سے بولا -

" جاؤ - جو چاہے کرو - " ثاقب مان گیا -

" شاباش - "

" اشرف چہرے پر سنجیدگی طاری کرتے ہوئے فوٹو گرافر کی ٹیبل کے پاس چلا گیا -

" آئیے - " فوٹو گرافر بولا -

" صاحب بات یہ ہے - کہ وہ صاحب جو بیٹھے ہیں نا "

" وہ نواب زادی کے کزن ہیں - فسٹ کزن - "

" اچھا - " فوٹو گرافر خوش ہو کر بولا -

" ہاں میں نے ان سے بات کی ہے وہ کوٹھی ماموں حضور نے بڑے شوق سے بنوائی تھی - وہاں کے نقشیں در و دیوار - محرابیں - واہ واہ جیسے کسی شہنشاہ نے اپنی دولت کا سہارا لے کر " آپ جیسے

غریبوں کی محبت کا مذاق اڑایا ہو۔"

"فن کے ایسے نادر نمونے ہیں کہ بیان سے باہر۔" اشرف تعریف کرتے ہوئے بولا۔

"تو جناب ہم نے ان سے ریکویسٹ کی تھی۔ فوٹو گرافر بولا۔

"تو ٹھیک ہے ہم بات کرتے ہیں۔" اشرف بولا۔

"بڑی مہربانی ہوگی۔ میں آپ کو اپنے پروڈیوسر سے ملواتا ہوں۔"

فوٹو گرافر اپنے پروڈیوسر کو بلا لایا۔

"آپ کی مہربانی ہوگی اگر آپ ہمیں شوٹنگ کی اجازت دیدیں۔ پروڈیوسر اپنے پان آلودہ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے بولا۔

"بات نواب زادی سے کرنا پڑے گی۔" اشرف بولا۔

"چلئے ہم اپنی کار میں قصبے تک آپ کو لے چلیں۔"

"ہاں ہاں ضرور۔!"

اشرف بولا۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔!"

"مگر ذرا ٹھہریئے ہم نواب زادی کے فرسٹ کزن سے بات کرلوں۔"

اشرف بولا۔

"بہتر۔"

اشرف ثاقب کے پاس آکر بولا۔ "کام ہوگیا۔"

"کیسا کام۔؟"

"چلو - چاندپور جا رہے ہیں۔"

"کیوں۔"

"بس چلو - سنا ہے نواب زادی کی کوٹھی دنیا کی خوبصورت ترین کوٹھیوں میں سے ہے۔"

"چلو - نظم لکھ لینا۔"

"بغیر واقفیت کے کیسے - ثاقب اشرف کے پروگرام سے لاعلم تھا۔

" یار ی مع ح RUDO ی بن گئے ہیں نا۔ تم خاموش رہو۔ بس جیسے میں کہوں ویسے کرتے جاؤ۔"

"معلوم نہیں کیا کرتے ہو تم - " ثاقب جھلا کر بولا۔

"چلیے نواب صاحب۔ پروڈیوسر قریب آکر کہنے لگا۔

" نواب صاحب - ؟ ثاقب حیرت سے بولا۔

"ہاں ہاں چلیے نا نواب صاحب - " اشرف جلدی سے کہنے لگا —

ثاقب تذبذب کے عالم میں ساتھ ہو لیا۔

باہر کار کھڑی تھی۔

کار میں بیٹھتے ہی پروڈیوسر کہنے لگا۔

" بڑا کرم کیا آپ نے نواب صاحب - ہی - ہی - ہی - "

"جی - ؟؟ ثاقب حیرت سے بولا۔

"جی ہاں بڑی نوازش ۔ دراصل ہم کلر فلم بنا رہے ہیں ۔ ہماری فلم میں خوبصورت بنگلے کا بڑا دخل ہے ۔ اس کے لئے ہمیں آپ کا بنگلہ بڑا پسند ہے ۔ ! وہ تو جی ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ کا تعاون حاصل ہو گیا ۔ جی ۔ !

ثاقب نے کچھ کہنا چاہا ۔ لیکن اشرف نے بات اچک لی

"کوئی بات نہیں جی ۔ یہ تو ہمارا فرض تھا کہ آپ کی مدد کرتے

ثاقب آس پاس راستوں کے مناظر دیکھ رہا تھا ۔ اور اشرف پروڈیوسر سے باتوں میں الجھا ہوا تھا ۔ سڑکیں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں ۔

اور ڈرائیور ان اونچے نیچے راستوں پر بڑی احتیاط سے گاڑی چلا رہا تھا ۔

ثاقب کو اس نئے ڈرامے کا کچھ حد تک اندازہ تو ہو چکا تھا ۔

مگر اب جو کچھ ہو گیا تھا اسے نبھانا بھی ضرور تھا ۔ اگر وہ اشرف کا ساتھ نہ دیتا ۔ تو اشرف کی بے عزتی ہوتی تھی ۔ اس لئے وہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے ذہن کو تیار کرنے لگا ۔

اشرف اس کا بے تکلف دوست تھا ۔ اور اس دوستی میں عجیب سی خوبصورتی اور دلچسپی تھی ۔

ثاقب کو زندگی سے لگاؤ تھا ۔ محبت تھی ۔

وہ بھی زندگی میں نئے تجربات کو بہت اہم اور ضروری سمجھتا تھا ۔ اس میں کسی قدر اشرف کا ہاتھ ضرور تھا ۔

وہ قدم قدم پر اپنی حرکات ۔ اپنی باتوں سے اسے یہ بتاتا رہتا کہ زندگی صرف سوچنے کا نام نہیں کچھ اور بھی ہے۔

دلچسپ بھی ۔ خوبصورت بھی ۔ اور رنگین بھی۔

ثاقب نے اپنی ذاتی زندگی میں پابندیوں کو کبھی راستے میں نہیں آنے دیا تھا۔

ایک معرکہ خیز فلسفہ اور انفرادی اصول اس کے بیشتر اعمال کی بنیاد ہوتے ہیں۔

وہ یقیناً متفکر نہیں تھا ۔ لیکن ایک سوچنے والا ذہن اور محسوس کرنے والا دل اس کے پاس تھا۔

جو قریب بے ضرر تھا ۔ ضدی بھی ——— اور اکھڑ بھی ———!

کار کو ایک دھچکہ لگا ۔ " اور چونک گیا۔

"کیا ہوا ۔ " پروڈیوسر نے پوچھا۔

"گاڑی آدھی برف میں دھنس گئی ہے جی ۔ " ڈرائیور بولا۔

" پھر ۔ ؟"

" دھکا لگا کر نکالنی پڑے گی ۔ !"

" اوہ ۔ !"

" ذرا آپ بھی تکلیف کیجئے ۔ " پروڈیوسر اشرف سے کہنے لگا۔

"جی ۔ جی ہاں ۔ " اشرف ثاقب کو تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

ثاقب اترنے لگا تو پروڈیوسر بولا ۔ آپ بیٹھئے نواب صاحب ۔!
" یہ کیا کم مہربانی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ چلے آئے ۔
ثاقب مسکرا دیا ۔
اور اشرف کھسیانی ہنسی کے ساتھ نیچے آیا ۔
بڑی مشکل سے گاڑی چلنے کے قابل ہوئی ۔
اب اندھیرا ہونے لگا تھا ۔ اور برف پھر گرنے لگی تھی ۔
شام ہوتے سب چاندپور پہنچ گئے ۔
" اشرف ۔ " ثاقب آہستہ سے بولا ۔

" ہوں ۔ "

" اب کیا ہوگا ۔ "

" اللہ بہتر کرے گا ۔ "

" پروگرام تو بتاؤ ۔ پھنسوا دیا نا ۔ " ثاقب جھلا کر بولا ۔

" چپ ۔ !" اشرف پروڈیوسر کی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے بولا ۔

گاڑی کوٹھی کے سامنے جا کر رکی ۔

" نواب صاحب ۔ " پروڈیوسر بولا ۔

" جی ۔ ! "
کوٹھی آگئی ۔ ہم یہیں کار میں بیٹھے ہیں آپ تکلیف کیجئے ۔ ' پروڈیوسر لجاجت سے بولا ۔

"میں بھی یہیں انتظار کر لیتا ہوں۔ اشرف اندر جاتا ہے۔" ثاقب مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہیں۔ ہیں۔ میں کیوں نواب صاحب۔" اشرف گھبرا گیا۔

"ہاں ہاں نواب صاحب سچ کہتے ہیں۔ آپ معلوم کر لیجئے۔ کہ نواب زادی صاحبہ تشریف رکھتی ہیں یا نہیں۔" پروڈیوسر بولا۔

"جی۔ ا۔ اچھا۔ اشرف گاڑی سے اتر کر اندر چلا گیا۔ اور ثاقب مسکراتے ہوئے کوٹھی کی جانب دیکھنے لگا۔ جہاں سے اشرف کا بھرکس نکلنے والا تھا۔

لیکن تھوڑی دیر بعد خلافِ توقع "۔ اشرف صحیح سلامت باہر نکل آیا۔

"کیا ہوا۔" ثاقب ہنسی چھپاتے ہوئے بولا۔

"جی۔ وہ۔ کہیں گئی ہیں۔ صبح ملیں گی۔!"

"اچھا اچھا۔ تو ہم صبح آجائیں گے۔ پروڈیوسر بولا۔

نواب صاحب آپ تو یہیں قیام کریں گے نا۔" پروڈیوسر کہنے لگا۔

"جی۔ جی۔ ہاں۔" ثاقب بولا۔

"اچھا تو میں صبح سویرے ہی آجاؤں گا۔!" پروڈیوسر بولا۔

"جی۔؟"

دونوں گاڑی سے اتر آئے مگر حیران حیران ۔

" اچھا جی ۔ خدا حافظ ۔" پروڈیوسر تو چلا گیا ۔

اور وہ دونوں ۔ کوٹھی کے سامنے کھڑے کوٹھی صرف دیکھتے رہے ۔

" مروا دیا نا اسی سردی میں ۔" ثاقب بولا ۔

" رات کہاں رہیں گے ۔ !" اشرف بے بسی سے بولا ۔

" سڑکوں پر ۔ !" اور [illegible]ہدی کرو ۔'

" چپ رہو یار ۔"

" کوئی ڈاک بنگلہ ہے یہاں ۔ " اشرف نے قریب گزرتے ہوئے راہ گیر سے پوچھا ۔

" جی ہاں ۔ مہمان خانہ ہے ۔ !

" کہاں ہے بھئی ۔ :" اشرف بولا ۔

" وہ سامنے ۔ !"

" ہم وہاں رہ سکتے ہیں ۔" اشرف بولا ۔

" جی ہاں ۔ !" مگر نواب زادی کی اجازت ضروری ہوگی ۔ !"

" تو پھر اجازت کہاں سے لیں ۔ !"

" نواب زادی سے ۔ !" سامنے کوٹھی میں چلے جائیے ۔" راہ گیر تو چلتا بنا ۔

اور وہ دونوں پھر تذبذب کی حالت میں کھڑے رہے ۔

" چلو یار تم کیوں کرتے ہو ۔ مجھے کوئی شکست نہیں دے سکتا ۔"

"چلو ۔ نواب زادی سے اجازت لینا ہوگی ۔" ثاقب اپنے مخصوص انداز میں بولا ۔

"چلو ۔ !"

دونوں کوٹھی کے اندر داخل ہوئے ۔ ملازموں سے پوچھتے ہوئے لمبی لمبی راہداریاں طے کرنے کے بعد وہ ایک عالیشان سبے سجائے ڈرائینگ روم میں گئے ۔

کوٹھی واقعی ـــــ دنیا کی خوبصورت ترین جگہ تھی ۔

فن اپنی معراج پر تھا ۔ !

ایک بوڑھا آدمی قریب آتے ہوئے بولا ۔

"فرمائیے ۔ !"

"جی ۔ ہم پردیسی ہیں ۔ رات گزارنا چاہتے ہیں ۔ !"

"جی ۔ نواب زادی صاحبہ کے حکم کے مطابق آپ مہمان خانے میں ٹھہر سکتے ہیں ۔

" بابا ۔ " پردے کے پیچھے سے ایک موسیقی نواز آواز آئی ۔

" نواب زادی صاحبہ ۔ !" بوڑھا سر جھکا کر کھڑا ہو گیا ۔

" انہیں فردوس بریں میں ٹھہرایا جائے ۔" وہی کھنکتی آواز پھر ابھری ۔

"جی بہتر ۔ !"

" آئیے حضور ۔ !"

" شکریہ ۔ !" ثاقب آہستہ سے بولا ۔

بوڑھا دونوں کے ساتھ لمبی لمبی روشیں طے کرتا ہوا باہر نکل آیا۔
کوٹھی کے قریب ہی ایک خوبصورت جگہ تھی ۔ بیلوں سے ڈھکی ہوئی اور وہ بیلیں برف سے موٹی ہو گئی تھیں ۔ برف ان پر جھول رہی تھی ۔ اس خوبصورت جگہ کا نام فردوس بریں تھا۔
بوڑھا دونوں کو کمرے میں لے آیا۔
سرخ قالین اور سرخ رنگ کے فرنیچر نے کمرے میں جیسے آگ سی لگا رکھی تھی۔
" تشریف رکھئے ۔ !"
" یہ ۔۔۔۔ ہے جس چیز کی ضرورت ہو منگوا لیجئے گا ۔"
" جی ۔ ! ان دونوں کی جیسے زبان بند تھی ۔
" مہمان خانہ یہی ہے ۔ ! اشرف لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں بولا
" جی نہیں ۔ یہ فردوس بریں ہے ۔ یہاں نواب صاحب مرحوم کے خاص مہمان ٹھہرا کرتے تھے ۔ اور آج ۔ نواب صاحب کی وفات کے بعد پہلی مرتبہ آپ یہاں آئے ہیں ۔ " بوڑھا غمزدہ آواز میں بولا ۔
" جی ۔ !" اشرف بولا ۔
" جی ۔ ! نواب زادی حضور یہاں کسی کو ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیا کرتیں ۔ "
" بڑی مہربانی ان کی ۔ !" اشرف بولا۔

بوڑھا چلا گیا۔

تو اشرف بولا۔

"یار چٹکی کاٹو۔ !"

"کیوں۔ !"

"خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"نہیں۔ ! ثاقب سنجیدگی سے بولا۔

"تو۔ تو۔ پھر۔ !"

"ہوش کرو۔ ندیدوں کی طرح ہر چیز کو نہ دیکھو۔ !"

"مگر۔ ثاقب۔ تم نے سنا نہیں یہاں نواب صاحب کے خاص مہمان ٹھہرا کرتے تھے۔ اور باقی لوگ اس مہمان خانے میں مگر۔ ہمیں یہاں کیوں۔ سمجھ نہیں آرہا۔ اتنی اہمیت۔ اب اگر وہ پروڈیوسر آجائے تو واقعی رعب پڑ جائے۔ !

ثاقب مسکرا دیا۔

نوکر کافی لے آیا۔ ساتھ خشک میوے بھی۔

اشرف نے نوکر سے بھی کچھ پوچھنا چاہا۔ لیکن ثاقب نے منع کر دیا۔

"کیا کرنے ہو تم۔ !"

"مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ !"

"نواب زادی نے ہمیں اتنی اہمیت کیوں دی ہے۔ کیوں۔؟" اشرف رونی صورت بنا کر بولا۔

"یہ تو میں بھی نہیں سمجھا۔" ثاقب بولا۔

"چلو بھاگ جائیں۔ کہیں صبح ہنستے ہی نہ اٹھیں۔" اشرف بولا۔

"بکو مت۔!"

لمحے بیت رہے تھے۔

سوتی جاگتی رات آگئی۔

برف باری کی رات!

"میں تو باہر چلا۔" ثاقب بولا۔

"ابھی نہ جاؤ۔ صبح چلیں گے۔ میرے خیال میں۔ دو چار روز نواب زادی کے مہمان رہنا چاہیئے۔!" اشرف بولا۔

"تاکہ وہ کہے کہ جانے کہاں سے ندیدے لوگ آگئے ہیں۔" ثاقب بولا۔

"تم تو ہو سدا کے ہی نادان۔ شکریہ ادا کرو میرا۔ نہ میں جگر چلاتا نہ تم یہاں آتے۔!"

شکریہ تو میں تمہارا اس وقت ادا کروں گا۔ جب یہاں سے نکالے جائیں گے۔!" ثاقب ہنسا۔

کھانا لگ گیا حضور۔! نوکر سر جھکا کر سامنے کھڑا تھا۔!

دونوں کھانے کے کمرے میں چلے آئے۔

مرمر کی میز پر خوبصورت برتنوں میں پر تکلف انواع اقسام سے اشرف ڈراڈرا سا تھا۔!

اور شافنب الجھا الجھا۔!

کھانے کے بعد دونوں کافی دیر باتیں کرتے رہے۔

اور پھر نہ جانے کس وقت نیند آ گئی۔

باہر برف گر رہی تھی۔ یوں جیسے آسمان پر بیٹھا کوئی روئی دھنک رہا ہے۔

ساری رات بیکراں خوابوں کی حسین وادیوں میں گزر گئی ثاقب کسی قدر اپنے آپ کو ہلکا محسوس کر رہا تھا ۔ اشرف پلنگ پر گٹھڑی بنا سو رہا تھا ۔

ثاقب نے باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا ۔ اور باہر نکل گیا ۔

ساری رات برف گری تھی ۔ سارا قصبہ برف کی موٹی تہہ میں لپٹا ہوا تھا ۔

اونچی نیچی پہاڑیاں سفید سفید ہو رہی تھیں ۔

چلتا ہوا وہ نیچے ڈھلان پر اتر گیا ۔

"سنو ۔ !"

ثاقب کی سماعت پر نغمگی کی لہریں رینگ گئیں ۔

وہ رک گیا۔

مڑ کر دیکھا۔

وہ سامنے کھڑی تھی۔!

تبسم کی ہلکی سی لکیر اس کے ہونٹوں پر بکھری ہوئی تھی۔

سیاہ بالوں کے درمیان اس کا چہرہ یوں لگ رہا تھا۔

جیسے وہ پورن ماشی کی ندماتی کرن تھی۔

ثاقب کو یوں لگا۔

جیسے اسے دیکھتے دیکھتے ٹھٹک گیا ہو۔

کتنی دیر سے وہ خاموش۔ بے حس اور بے حرکت اسے دیکھے جا رہا تھا۔ بالکل یوں جیسے وہ کوئی زندہ وجود نہ ہو۔ بس ایک عکس ہو۔ ایک تصویر ہو۔ یا کسی گیت کا حصہ ہو۔ بے آواز اور بجر دح۔!"

"سنو نا۔!" وہ سہنس دی۔

اور اسے یوں لگا۔ جیسے اس کی روح آسمان کی وسعتوں کو چیر کر اندھیرے کے سمندر میں سے گزرتی ہوئی پھر اس کے جسم میں داخل ہو گئی ہو اور تب اس میں زندگی کا احساس جاگا ہو۔!

"شہر سے آئے ہو۔!"

وہ اپنے دودھیا بدن کی مہکاروں سے جادو جگاتی ہوئی لال کانچ کی چوڑیوں سے جلترنگ بجاتی ہوئی اپنی آواز کا طلسم بکھیرتی ہوئی اس کے قریب آگئی۔!

"میں نے پوچھا شہر سے آئے ہو ۔ !"

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

" سچ ۔ !"

"ہاں ۔ مگر تم ۔ !" وہ کھویا کھویا سا بولا ۔

" تم نے شہر نہیں دیکھا ۔ وہ اپنے کالے بالوں کی لٹ انگلی پر لپیٹتے ہوئے بولی ۔ !

" شہر نے بھی تمہیں نہیں دیکھا ۔ " ثاقب اس کے چہرے میں کھویا ہوا بولا ۔

وہ شرما گئی ۔ اس کے گالوں نے جیسے شفق کا رنگ چرا لیا ہو ۔ !

کہنے لگی ۔

" تم شہر میں رہتے ہو ۔ " اس کے چہرے پر بھولپن تھا اور کنول سی آنکھوں میں حیرت ۔ !

" ہاں ۔ !"

"کیوں ۔ ؟"

" یہاں رہنا میرے بس میں ہوتا تو ضرور رہ جاتا ۔ !" وہ ہنس دیا ۔

" بس میں کیوں نہیں ہے ۔ !"

" تم نہیں جان سکتیں ۔ !"

" بتاؤ گے تو جان جاؤں گی ۔ !" وہ ہنس دی۔

" وہاں میرے ابا ہیں ۔ اور میں وہاں ان کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔"

" انہیں بھی یہاں لے آؤ ۔ !" اس نے ایک دم اس کی مشکل کا حل بتا دیا۔

" وہ یہاں نہیں آئیں گے ۔ !"

" کیوں ۔ ؟ "

" وہ وہاں کام جو کرتے ہیں ۔ ہمارا گھر وہاں ہے ۔ !"

" کام یہاں بھی کرتے ہیں لوگ ۔" وہ آہستہ سے ہنسی ۔ !

" ہاں کرتے تو ہیں ۔ مگر ۔ !"

" مگر ۔ وگر ۔ کچھ نہیں جی ۔ سب نہ آنے کے بہانے ہیں وہ تیز آواز میں بولی۔

" مگر تم ۔ تم اصرار کیوں کرتی ہو ۔ !"

" لو ۔ خود ہی تو کہتے ہو یہ جگہ اچھی لگتی ہے ۔ !" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی ۔

" ہاں ۔ اچھی تو لگتی ہے ۔ تم ۔ یہاں رہتی ہو ۔ ؟" وہ کھویا کھویا سا بولا۔

" ہاں ۔ !"

" اکیلی ۔ !"

" نہیں ۔ بابا کے ساتھ ۔ !"

"تمہارا نام کیا ہے۔" ثاقب اس کی کٹورے ایسی آنکھوں میں کھو کر رہ گیا۔

"میرا نام۔ سائلہ۔" وہ ہنس دی۔

"سائلہ۔" وہ چونک گیا۔

"کیوں برا لگا تمہیں۔"

"نہیں۔ یوں ہی۔"

"یوں ہی تو نہیں ضرور کوئی بات ہے۔" وہ اسے چھیڑنے کے انداز میں بولی۔

"کوئی بات نہیں۔" اس کے سامنے قلم پر کندہ نام رقص کر رہا تھا۔ مگر۔ جانے وہ سائلہ کون تھی اور سیدھی سادھی بھولی بھالی دیہاتی لڑکی بھی سائلہ تھی۔!

"بتاؤ نا۔!"

"کیا۔!"

"سائلہ کوئی اور بھی ہے۔!"

"ہاں۔ ہے۔!"

"تمہاری کیا لگتی ہے۔!" وہ ہتھیلیوں پر چہرہ ٹکا کر بولی۔

"میری کچھ بھی نہیں میں نے تو اسے دیکھا ہی نہیں۔!"

"تو پھر تم کیسے جانتے ہو۔!"

"وہ۔ چھوڑو۔ تم کیا باتیں لے بیٹھی ہو۔ یہ بتاؤ۔!"

"تم نے نواب زادی کو دیکھا ہے۔!"

"نواب زادی۔!" سائرہ آہستہ سے بولی۔

"ہاں۔ جو یہاں رہتی ہے۔!"

"دیکھا ہے میں نے۔!" وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

"مگر تم کیوں پوچھتے ہو۔!" وہ جلدی سے بولی۔

"یونہی پوچھ لیا۔ نواب زادی نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ ہمیں اپنے گھر ٹھہرایا۔ پردیسی تھے نہ ہم۔!"

"ہم۔!"

"ہاں۔ میرے ساتھ میرا ایک دوست بھی ہے۔ سو رہا ہے بنگلے میں۔!"

"پردیسی تم۔ تم بہت اچھے ہو۔ تم نے میرے سارے سوالوں کے جواب دیئے ہیں۔

"کیا مطلب۔!"

"یہی کہ تم میری باتوں سے تنگ آ کر بھاگ نہیں گئے۔ اب ایک سوال کا جواب مجھے اور دے دو۔" وہ اپنا خوبصورت سر اٹھا کے بولی۔

"وہ کیا۔" ثاقب ہنسکر بولا۔

وہ یہ۔ کہ جو گیت بناتے ہیں۔ وہ کون لوگ ہوتے ہیں۔!"

"کیا ۔ ؟" ثاقب آہستہ سے بولا۔

"ہاں ۔ جوانتے پیارے پیارے گیت جانے کیسے بنا لیتے ہیں ۔ پردیسی جو گیت بناتے ہیں وہ ان کا مطلب بھی سمجھتے ہیں ۔ یا یوں ہی لوگوں کو بیقرار کرنے کا کھیل کھیلتے ہیں ۔ مجھے وہ لوگ بڑے اچھے لگتے ہیں پردیسی ۔ !"

" اچھا ۔ !" ثاقب مسکرا دیا۔

" تم گیت بنا سکتے ہو ۔ !" وہ بڑی بڑی آنکھیں کھولتے بولی ۔

" ہاں ۔ !"

" اچھا ۔ تو مجھے ایک گیت سنا دو ۔ وہ گیت ، میں اس پگڈنڈی پر کھڑے ہو کر گایا کروں گی ۔ !"

اور ۔ تب ۔ وہ ۔ شاید۔

" بنا دو گے نا ۔ "

" ہاں بنا دوں گا ۔ " ثاقب اسے محبت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کب ۔ !"

"جلد ہی ۔ !"

"گیت ایسا بنانا ۔ جو کبھی کسی نے دیکھا نہ سنا ہو ۔ جس میں خوشیاں ہوں ۔ اکیلا پن نہ ہو ۔ پردیسی مجھے خوشیوں اور ہنگاموں سے بڑا پیار ہے ۔ مگر میں اکیلی ہوں ۔ " کہتے ہوئے اس کی آنکھیں بھر آئیں ۔ !"

دن کا دھندلا سا اجالا پھیل رہا تھا۔

"ہیں ۔ یہ اب چلی ۔ بتادو گے ناگینت ۔"

"ہاں ۔ !"

اور اگلے لمحے وہ ڈھلوان سے اترتی ۔ مڑ مڑ کر دیکھتی ہوئی اس سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

"کہاں ہو ثاقب ۔ !" اشرف دور سے آتا دکھائی دیا۔ یار کہاں غائب ہو گئے ۔ میں تو ڈر گیا ۔ کہیں نواب زادی نے تمہیں ۔ ارے بھئی کہاں ہو ۔؟"

وہ اسے کھویا کھویا دیکھ کر بولا۔

"آں ۔ ہاں ۔ اشرف ۔ !"

"لو بھئی ۔ تم تو گئے ۔ !"

"اشرف تم یقین نہیں کرو گے ۔ ابھی ابھی وہ چلی گئی۔"

"نواب زادی ۔ !" اشرف بولا۔

"نہیں بھئی ۔ سائلہ ۔ !"

"سائلہ ۔ کون سائلہ ۔؟"

"ایک سیدھی سادی سی معصوم پہاڑی دوشیزہ ۔ یقین کرو اشرف ۔ بس وہ یوں تھی جیسے تیز رو آبشاروں کی نزاکت دریاؤں میں مچلتی ہوئی لہروں کی روانی ۔ میں نے آج تک ایسی لڑکی نہیں دیکھی ۔ ایسا پاکیزہ حسن نہیں دیکھا ۔ !"

"ہو گئی کیا۔ !"

"کیا۔ ؟"

"محبت۔ !"

"وہ میرے دل و دماغ کو جھنجھوڑ گئی ہے۔ اگر اسی کا نام محبت ہے تو مجھے اقرار ہے۔ !"

"سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرے خیال میں، بے بھاگو پہ دو ڈیوس آتا ہی ہوگا۔

"یہ زیادتی ہے نواب زادی کا شکریہ ادا کرنا ہوگا۔

"تو چلو۔ !"

دونوں کوٹھی میں آئے۔

بوڑھا ملازم انہیں پھر اسی ڈرائنگ روم میں لے گیا۔

"ہم جا رہے ہیں بابا۔ اور نواب زادی صاحبہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ !" ثاقب بولا۔

"بابا۔ پردے کے پیچھے وہی موسیقی سے بھرپور آواز ابھری۔

"خادم ہمہ تن گوش ہے حضور۔ !" بوڑھا سر جھکائے کھڑا تھا۔ !

"ہمارے مہمانوں کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔

"ہم نے یہاں رہ کر اس خوبصورت موسم۔ آپ کے خوبصورت قصبے اور آپ کی پرخلوص مہمان نوازی کا پورا لطف اٹھایا ہے اور ہم اسی لئے حاضر ہوئے تھے کہ آپ کا شکریہ ادا کریں۔" اشرف نے بمشکل الفاظ

جمع کئے تھے وہ سارے اس نے کہہ دیئے۔

ثاقب خاموش تھا۔

اور نرم نرم ریز آواز کے جادو سے مدہوش۔!"

"حضور۔ وہ ایک فلم پروڈیوسر ہیں۔ آپ کی کوٹھی میں شوٹنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی مصلحت نہ ہو تو اجازت دے دیجئے۔!"

اشرف رہ نہ سکا۔

"نواب زادی حضور پہلے انکار کر چکی ہیں۔!" بوڑھا بولا۔

"بابا۔! انہیں اجازت دے دی جائے۔!"

پردے کے پیچھے سے وہی میٹھی اور پیاری آواز ابھری۔

"شکریہ۔" اشرف خوش ہو کر بولا۔

"بابا۔!" مہمانوں سے پوچھا جائے کہ وہ مزید قیام کا ارادہ رکھتے ہوں تو ہمیں خوشی ہوگی۔" نواب زادی شاید ہمیں پردے سے سب کچھ دیکھ رہی ہیں۔

"جی۔! عزت افزائی کا شکریہ!"

"مگر ہمیں جلدی واپس جانا ہے۔!" ثاقب کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولا۔

"اچھا۔ خدا حافظ۔!"

دونوں جب باہر آئے۔ تو اشرف لڑنے کے انداز میں بولا۔

"کمال کرتے ہو یار۔!" مزید قیام کی اجازت مل رہی تھی

اور تم اپنی ہی چلاتے ہو۔ کچھ دن مزے میں گزر جاتے۔"

"جی ہاں - تم تو ان لوگوں میں سے ہو جو نکالے جاتے ہیں۔ خود بخود کبھی نہیں جاتے۔ چلو سیدھی طرح - اتنا ہی کافی ہے۔!"

"جاؤ یار۔!" اشرف برا سا منہ بنا کر بولا۔

باہر پروڈیوسر صاحب انتظار میں تھے۔

آپ کو فردوس برس سے دیکھ کر آ رہا ہوں۔ پتہ چلا کہ آپ اندر ہیں۔!'

پروڈیوسر بتیسی نکالے بلا وجہ ہی ہنس رہا تھا۔

"نواب زادی صاحبہ کے پاس آپ کے لئے ہی گئے تھے۔!"

اشرف بولا۔

"تو - تو جناب پھر۔؟"

"تو سن لو - ہم جائیں اور اجازت نہ ملے - جائیے مینجر سے مل لیجئے۔! اشرف غصے سے بولا۔

اچھا - کیا ہم شوٹنگ کر سکتے ہیں - " پروڈیوسر کو یقین نہ آ رہا تھا۔

ہاں ہاں جائیے۔" اشرف بولا۔

"شکریہ نواب صاحب۔!"

پروڈیوسر ثاقب سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔

ثاقب مسکرا دیا۔

پروڈیوسر تو مشکور ہوتا ہوا مینیجر کے پاس چلا گیا - اور ثاقب

اشرف کے ساتھ بس میں واپس وادی کی طرف
"تم اگر نہ ہوتے تو میں پروڈیوسر سے کمیشن لینا۔
" اشرف بولا۔
" آ گئے اپنی اوقات پر۔ ۔!"
ثاقب شنکر بولا
بس اونچے نیچے راستے پر لڑھکتی ہوئی چل پڑی۔

پھر وہی مانوس کمرہ - وہی گھر - !

وہی ابا جان جن کی صورت وہ بچپن سے دیکھتا چلا آرہا تھا -

وہی در و دیوار - !

وہی سب کچھ تھا اور ثاقب تھا -

ابا جان آج کل سارا سارا دن سیٹھ فخر الدین کے ہاں گزارتے

رات بھی دیر سے آتے -

بے بی کی سالگرہ کے سارے انتظامات انہیں کے ہاتھ میں تھے -

ثاقب نے کتاب نکالی - اور رضائی ٹانگوں پر پھیلا کر پڑھنے کی نیت

سے لیٹ گیا -

لیکن کتاب کے صفحوں پر -

پنیا والی سائلہ - پہاڑ والی سائلہ - !

اور نواب زادی گڈ مڈ سی ہونے لگیں -

جھلا کراس نے کتاب پھینک دی ۔ اور ٹرانسسٹر آن کر دیا ۔
ایک مسحور کن نغمہ تھا ۔

اور

اس مدہوش کن آواز کو سن کر اس کے ذہن میں خوبصورت آوازوں کی لہریں پھیلنے لگیں ۔

" پردیسی ۔ ! جو لوگ گیت لکھتے ہیں ۔ وہ کون ہوتے ہیں ۔ کون ہوتے ہیں ۔ کون ہوتے ہیں ۔ !"

بابا ۔ ہمارے مہمانوں کو فردوس بریں میں ٹھہرایا جائے ۔!

ثاقب نے ہراساں نظروں سے چاروں طرف دیکھا ۔ وہ تھا اور اس کی تنہائیاں ۔ !

" سو گئے بیٹا ۔ !" امجد کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولے ۔

" نہیں اباجان ۔ آیئے ۔ !" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا ۔

" لیٹے رہو بیٹے ۔ ! میں چند باتیں کروں گا ۔ پھر تم آرام کرو ۔"

" جی ۔ !" ثاقب سعادت مندی سے سر جھکا کر بولا ۔

" بیٹے ۔ کل بے بی کی سالگرہ ہے ۔ !"

" جی مجھے علم ہے اباجان ۔۔۔۔"

" بیٹے سیٹھ صاحب نے آج ایک بات مجھ سے کی پہلے تو مجھے یقین نہیں آیا ۔ بہرحال ۔ مختصر یہ کہ سیٹھ صاحب نے رومی کیلئے تمہارا انتخاب کیا ہے ۔"

"جی ۔ ؟" ثاقب کو یوں لگا جیسے ابا نے کوئی انوکھی بات کہہ دی
"ہاں بیٹے ۔ " امجد کی خوشی ان کی آنکھوں میں سمٹ آئی ۔
"مگر ابا جان ۔ " یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے " ثاقب بولا یکایک
"میں نے بھی سیٹھ صاحب سے یہی کہا ۔ مگر ان کا کہنا ہے کہ اس میں ناممکن بات کونسی ہے ۔ ثاقب مجھے بہت پسند ہے اور ردمی کو بھی پسند ہے ۔ دولت کی میرے پاس کمی نہیں میرے پاس جو کچھ ہے وہ ردمی کا ہے ۔ "

"مگر ابا جان ۔ ! ہمارا ان کا کوئی جوڑ نہیں ۔"
ثاقب سنجیدگی سے بولا ۔
میں نے یہی کہا ۔ کہنے لگے جوڑ کیوں نہیں ۔ آپ بھی انسان اور ہم بھی انسان ۔ !"

"ہم میں اور ان میں جو فرق ہے وہ آپ نے انہیں سمجھایا ۔ "
ثاقب نے کہا ۔
ہاں ۔ میں نے امیری غریبی کے اس فرق کی طرف ان کی توجہ دلائی ۔ تو ۔ تو کہنے لگے ۔ " امجد ۔ تم نے انسانیت کے خلاف بات کی ہے میں اس فرق کو کچھ بھی نہیں سمجھتا ۔ یہ ساری بات محنت کی ہے ۔ میں بھی محنت کرتا ہوں اور تم بھی ۔ خدا نے مجھے زیادہ دیا ۔ اور تمہیں کم ۔ کل وہ تمہیں میری جگہ پہ اور مجھے تمہاری جگہ پر کر سکتا ہے ۔ لہذا یہ یہ آنی جانی چیزیں ہیں —— ان

سے کیا ہوتا ہے۔

"تو۔ تو آپ نے۔!"

"مجھے تمہاری سعادت مندی سے توقع تو یہی ہے۔ کہ میرا فیصلہ تمہارا فیصلہ ہے۔ مگر پھر بھی میں نے یہی مناسب سمجھا کہ فیصلہ تم کرو گے۔ صبح مجھے سیٹھ صاحب کو جواب دینا ہے تم اچھی طرح سوچ لو۔ اور یہ خیال رکھنا کہ سیٹھ صاحب ہمارے محسن ہیں۔ انہوں نے ہمیں کبھی غیر نہیں سمجھا۔ تمہاری زندگی کو سنوارنے میں کس قدر ان کا ہاتھ ہے۔

"ابا جان۔ آپ نے فیصلہ کر ہی لیا ہے تو۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔!" ثاقب آہستہ سے بولا۔

"مجھے یہی امید تھی بیٹے۔ سلامت رہو۔" امجد نے محبت سے بھرپور آواز میں کہا۔

ثاقب مسکرا دیا۔

اور امجد بیٹے کو پیار سے دیکھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

ابھی کچھ دیر پہلے ثاقب کے ذہن میں جو کچھ تھا۔ ان سب میں روحی کی صورت بھی گڈمڈ ہونے لگی۔

اس اتفاق پر وہ مسکرا دیا۔

مگر اب تو اسے حالات کے مطابق ایک صورت کو

ذہن میں رکھنا تھا۔
مگر ابھی وہ اس میں کامیاب نہ ہوا۔

سیٹھ فخرالدین کی کوٹھی نور میں نہائی ہوئی تھی۔
مسرتوں کی پریاں تمام کوٹھی میں ناچتی پھر رہی تھیں۔
رنگ برنگی کاروں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ مہمان خوبصورت لباسوں میں خوش گپیوں میں مصروف تھے۔
ہر ہونٹ پر تبسّم کی کلیاں چٹک رہی تھیں۔
لڑکیوں کے گلابی رخسار شعلوں کی طرح دمک رہے تھے اور لڑکیاں

رومی کے گرد جمع تھیں۔

جن کی کومل پلکیں شرم کے بوجھ سے جھکی جارہی تھیں اور قوس و قزح کے رنگوں میں ڈوبی ہوئی تتلیاں اس سے اٹھکیلیاں کر رہی تھیں۔

ثاقب سرمئی سوٹ میں اشرف کے ساتھ کونے میں بیٹھا تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح نارمل تھا۔ ہونٹوں پر پھیکی پھیکی سی مسکراہٹ تھی۔

اس کا ذہن جانے کیوں حال کی رنگینیوں سے ہٹ کر اس ویرانے میں بھٹک رہا تھا۔ جہاں اس نے ایک رات گزاری تھی۔ وہ برف میں ڈوبی ہوئی اداس اداس سی فضا۔

وہ کہر میں نہائی ہوئی تنہائیاں۔!

اسے لگا۔ جیسے وہ موہنی سی سائے۔ اس کی مرادوں کا پیکر ہو۔! آرزوؤں کا مرکز ہو۔ خوابوں کی تعبیر ہو۔!

اس کے ذہن کے ایوان میں وہ تبسم کی نورانی کرن بازو پھیلائے کھڑی تھی۔!

سامنے۔ رومی گلابی ریشمی لباس میں بیٹھی کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

تقریب شروع ہونے میں تھوڑی دیر تھی۔

"ثاقب۔!" اشرف نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔!"

"رومی پیاری لڑکی ہے۔!" اشرف بولا۔

وہ صرف مسکرا دیا۔

"خوش نصیب ہو یار۔!"

وہ تب بھی مسکرا دیا۔

سیٹھ فخرالدین اس کے قریب آئے تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "تقریب میں دیر کیوں ہو رہی ہے سیٹھ صاحب۔!"

سیٹھ صاحب کے ایک دوست بولے۔

"نواب زادی کا انتظار ہے۔" سیٹھ بولے۔

اشرف اور ثاقب نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"نواب زادی روحی کی عزیز سہیلی ہے۔ اور ہر سالگرہ پر ضرور تشریف لاتی ہیں۔!"

سیٹھ صاحب تو اپنے دوست سے باتیں کرتے ہوئے دوسری جانب چلے گئے۔

اور اشرف کہنے لگا۔

"نواب زادی بھی آ رہی ہیں محترم۔"

"ہاں۔ اس کی خوبصورت آواز اب بھی میرے ذہن میں گونجا کرتی ہے۔!" ثاقب کھویا کھویا سا بولا۔

"اتنی اونچی اڑان کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ انسان کے قدم زمین نے پکڑ رکھے ہیں۔ وہ چاند پر جاتا ہے تو واپس ضرور آتا ہے۔ اور پھر آج تمہاری منگنی ہے۔!" اشرف بولا۔

"ثاقب مسکرا دیا۔

"اس تقریب کی خصوصیت یہ ہے کہ منگنی کا بالکل اچانک اعلان ہوگا۔ !" اشرف بولا۔

"ہاں۔" ثاقب بولا۔

"اسی لئے میں بھی حیران تھا کہ لوگ تمہاری طرف توجہ کیوں نہیں دے رہے۔! میں تمہارے ساتھ جڑا کر اسی لئے بیٹھا ہوں کہ نظریں مجھ پر بھی پڑیں گی۔ شاید اپنا کام ہو جائے۔!"

ثاقب ہنس دیا۔

"نواب زادی تشریف لا رہی ہیں۔ باہر سے کسی نے اطلاع دی لوگ احتراماً کھڑے ہوگئے۔

ثاقب کی نظروں میں زیادہ اشتیاق تھا۔

وہ ہال میں داخل ہوئی۔

بس یوں لگا۔ ہال میں ایک اجالا اتر رہا تھا۔

سفید ریشم کے لباس میں۔ جس پر جگہ جگہ مہین سفید تارے ٹکے ہوئے تھے۔

ثاقب اسے دیکھ کر جیسے اپنی جگہ پر منجمد ہوگیا۔ اسے چمکتی ہوئی برف اور جگمگاتی وادی یاد آگئی۔

اور جیسے۔ اس کی رگوں میں خون جم گیا ہو۔

وہ۔ لوگوں سے ہاتھ ملا رہی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔

" واہ — !" اشرف آہستہ سے بولا۔

مگر ثاقب جوں کا توں کھڑا تھا — !

اس کے دل میں سیماب کا سا اضطراب تھا۔

اور نواب زادی — عارضوں کے گلاب کھلائے مسکراتی ہوئی رومی سے باتیں کر رہی تھی۔

سب لوگ بیٹھ گئے۔ لیکن ثاقب جیسے بیہوشی کے عالم میں کھڑا تھا۔

" بیٹھو یار — " اشرف نے کندھے سے پکڑ کر کہا۔

" آں — ہاں — !"

" کیا ہوا — !" اشرف بولا۔

" یہ وہی ہے اشرف — بالکل وہی — ثاقب — کی نظریں نواب زادی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں — !"

" کون وہی — !"

" وہی جو مجھے قصبے میں ملی تھی — دیہاتی روپ میں — "

" پاگل ہوئے ہو کیا — " اشرف بولا —

" میں سچ کہہ رہا ہوں اشرف — یہ وہی ہے — بالکل وہی — !"

سائرہ اور نواب زادی ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں — "

ثاقب کھویا کھویا سا بولا —

"بکواس ہے تمہاری - ہاں ویسے نواب زادی بہت خوبصورت ہیں - اپنی آواز سے بڑھ چڑھ کر - !"

اشرف جانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔

اور ثاقب کو یوں لگ رہا تھا - !

جیسے ...... سورج کی اولین کرن سے شبنم کی ایک بوند پیدا ہو گئی ہو - !

وہ موگرے کی طرح سبک تھی -

جو ہی کی کلیوں کی طرح مہک انگیز -

ثاقب کے دل کی کائنات میں وہ چھائی جا رہی تھی -

اس کے رگ و پے میں خوشگوار لہریں رینگ گئیں - !

حالانکہ آج اس کی منگنی تھی -

مگر دل پر کیا گزر رہی تھی -

یہ وہ جانتا تھا۔

سالگرہ کی تقریب شروع ہو گئی -

رومی نے کیک کاٹا - !

مگر ثاقب کی نظریں نواب زادی کے گلابی چہرے پر تھیں -

وہ سب میز کے گرد جمع تھے۔

سیٹھ ثاقب کا بازو تھام کر میز کی طرف لے گئے -

" بیٹے - ان سے ملو - سیٹھ نے ثاقب کو نواب زادی کے

سامنے کھڑا کر دیا۔

نواب زادی نے نظریں اٹھائیں۔

ثاقب کی نظروں سے نظریں ملیں۔

نواب زادی کے بدن کا تمام خون جیسے اس کے چہرے پر آ کر جم گیا تھا۔!"

ثاقب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ پیار سے بھرپور مسکراہٹ آنکھوں میں بے تابی کا سمندر تھا۔

اور یہی کچھ نواب زادی کی آنکھوں میں تھا۔

شرم — خوشی — اور بیتابی سے اس نے اپنا سبک سا ہاتھ ثاقب کی طرف بڑھا دیا۔

ثاقب نے وہ ہاتھ تھام لیا اس کا پیکر لرز گیا۔ جیسے اس نے بجلی کی ننگی تار کو چھو لیا ہو۔

"یہ ثاقب ہے بیٹی۔!" سیٹھ صاحب بولے۔

"میں انہیں جانتی ہوں انکل۔" وہ خوابیدہ آواز میں بولی۔

"اچھا — " سیٹھ صاحب مسکرائے۔

"یہ ثاقب بھی ہیں — شاعر بھی ہیں — گیت لکھتے ہیں — ہے نا —!" وہ ہنسی۔!

اور ثاقب چاہت کی بیکراں دنیا میں سلگنے لگا۔

"آپ گیت کیسے لکھ لیتے ہیں۔" اس نے حیا سے بوجھل آواز میں کہا۔

"سائلہ ۔" ثاقب کے لب کپکپائے۔
وہ آہستہ سے ہنسی — پلکوں کی جھالر لرز گئی۔
سیٹھ صاحب اور کسی صاحب کو ریسیو کرنے چلے گئے تو ثاقب نے اس کا نازک ہاتھ تھام لیا۔
اس کی رگ رگ میں برقی لہریں دوڑ گئیں گلاب کی پنکھڑی جیسے نرم و ملائم ہاتھ کا لمس اس کے شریانوں میں آنچ سی پیدا کرنے لگا۔ وہ اپنی تمام چاہت کو اپنی آواز میں سمیٹ کر بولا۔
" سائلہ ۔ !"
اس نے حیا سے بوجھل تبسم کے ساتھ اسے دیکھا۔
مگر ۔ مگر ۔ چلئے — یہاں سے باہر چلئے۔ یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے ۔" وہ پریشان ہو کر بولا۔
"کیوں ۔ ؟" مچلتی ہوئی آواز نے اس کی آنکھوں میں کہکشاں بکھیر دی۔
"اس لئے کہ ۔" وہ آہستہ سے بولا۔
" اور اسی لمحے سیٹھ صاحب کی بھاری آواز گونجی۔
" لیڈیز اینڈ جنٹلمین ۔ ! رومی کی سالگرہ کے مبارک موقع پر میں ایک اور خوشخبری بھی سنانا چاہتا ہوں —" وہ بے تابی سے بولا۔
" سائلہ چلو ۔ چلو یہاں سے ۔ میرے ساتھ ۔"
" انکل خوشخبری سنا رہے ہیں ۔ !" وہ ہنستی ہوئی بولی۔
مگر ۔ وہ گھبرا رہا تھا۔

سیٹھ صاحب بولے۔

"تو وہ خوش خبری یہ ہے کہ میں نے اپنی پیاری بیٹی رومی کیلئے ساتھی کا انتخاب کرلیا ہے۔!" سائلہ نے زور زور سے تالیاں بجائیں وہ بڑی خوش ہو رہی تھی۔

اور ثاقب یوں کھڑا تھا جیسے اسے ابھی ابھی سزائے موت کا حکم سنایا جانے والا ہے۔

"تو حضرات۔!" سیٹھ صاحب مسکرا کر بولے۔

"میں نے رومی کیلئے "ثاقب احمد" کا انتخاب کیا ہے۔!"

عین اسی لمحے سائلہ کا خوبصورت چہرہ جو ابھی ابھی خوشی سے کھل رہا تھا۔ یوں لگا جیسے اچانک مرجھا گیا ہو۔ کہ جیسے دنیا اجڑ گئی طوفان آ گیا۔! زلزلے سے دھڑا دھڑ عمارتیں گر رہی تھیں۔ اور وہ ملبے کے ڈھیر تلے دبتی جا رہی ہو۔

اس نے بڑے درد سے ثاقب کی طرف دیکھا۔

اس کی نظریں نہ تھیں۔!

بے تاب لہریں تھیں۔!

جو بند توڑ کر بہہ جانا چاہتی تھیں۔

وہ نظریں نہ تھیں۔

اسکے شبستاں کے اجڑنے کی کہانیاں تھیں۔!

"گلہ۔ شکوہ۔ بیتابی۔ غم۔ درد۔ سب ہی کچھ تو تھا

ان قطروں میں ۔ !

ثاقب لٹا لٹا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

مبارک سلامت کا شور تھا ۔ !

ردمی کی ہنسی تھی ۔ !

قہقہوں اور خوشبوؤں کا سمندر تھا ۔ !

اور سیٹھ صاحب کی آواز گونج رہی تھی ۔

لیکن اس شور میں وہ لہریں سد توڑ کر بے تابی سے بہہ نکلیں ۔ اور سائرہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے باہر نکل گئی ۔

ثاقب اس کے پیچھے لپکا ۔ !

مگر وہ کار میں بیٹھ کر تیزی سے باہر نکل گئی ۔

اور ثاقب جاتی ہوئی کار کو دیکھتا رہ گیا ۔!

اُف خوشبوؤں کا سیلاب آیا ہوا تھا ۔ !

دل اجڑ گیا۔
تمنّا پامال ہو گئی ۔!
نواب زادی ۔ جس کی قسمت پر دنیا رشک کرتی تھی ۔
جسے دنیا کی کسی شے کی کمی نہ تھی ۔!
جو لاکھوں کی جائیداد کی تنہا وارث تھی ۔!
اپنے خوبصورت کمرے میں پلنگ پر اوندھے منہ لیٹی سسک رہی تھی ۔!
اکیلی ۔ !
اور تنہا ۔!
دل کے نہاں خانوں میں اس نے ثاقب کو ہی چھپایا ہوا تھا۔
ماضی کے دریچے ایک دم نیم وا ہو گئے ۔ اور ان میں سے وہ دن جھانکنے لگے ۔ جب وہ ثاقب کی شاعری کی شیدائی تھی ۔ خیالوں ہی خیالوں میں

کتنی تصویریں بناڈالی تھیں اس نے ۔ !

ثاقب کی شاعری کی وہ شیدائی تھی ۔ !

کسی رسالے میں اس کی کوئی چیز چھپتی ۔ وہ کئی کئی بار پڑھتی

اور پھر اسے پتہ چلا کہ ثاقب شہر میں ہونے والے مشاعرہ میں خود

اپنا کلام سنائے گا ۔ وہ اڑتی ہوئی وہاں پہنچی ۔ اس کا حسین بت

خیالوں میں سجائے ۔ !

سیاہ برقعے میں لپٹی ہوئی وہ سامعین میں بیٹھی ثاقب کے اسٹیج

پر آنے کا انتظار کر رہی تھی ۔

لوگ اسے پہچانتے تھے ۔ اس لئے وہ چھپی ہوئی بیٹھی تھی ۔

ثاقب اسٹیج پر آیا ۔

تو اس کی دھڑکنوں نے اسے بتا دیا ۔

یہ وہی ہے ۔ !جس کی تصویر تم بنا چکی ہو ۔ !"

یہ وہی ہے ۔ ! جسے تم نے دل میں سجا یا ہے ۔ !"

وہی ہے ۔ !"جس سے تمہارے آباد ہیں ۔ تمہاری زندگی میں

بہار ہے ۔ ! اس کا بانکپن ہے ۔ !"

اور تب مشاعرے کے اختتام پر اس کی آٹوگراف اور قلم بھی

لوگوں کے جھرمٹ میں ثاقب کے ہاتھ میں تھا ۔

آٹوگراف اس نے لے لی ۔

اور قلم جان بوجھ کر ثاقب کے پاس چھوڑ کر چلی آئی ۔ اس کا جی تو

چاہتا تھا کہ وہ ثاقب کو اپنے ہاں بلائے۔
مگر حیا مانع تھی۔ اور یہ بھی ڈر تھا کہ اگر ثاقب نہ آیا تو ۔۔۔۔ ہر بار سوچ کر رہ جاتی ۔!
ایک روز اس کا محبوب خود چل کر اس کے گھر آیا۔ اسے پتہ چلا کہ ۔
کوئی مہمان ہیں جو اس کے ہاں قیام کرنا چاہتے ہیں ۔؟"
وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ مہمان کون ہیں ۔؟"
لیکن جب پردے کے پیچھے اس نے ثاقب کو دیکھا تو اسے اپنی لگن کی سچائی پر اعتبار آ گیا۔
یہ اس کی لگن تھی ۔ جو اسے اس کے دروازے پر کھینچ لائی تھی!
اسے سمجھ نہ آ رہی تھی ۔ کہ وہ اپنے محبوب سے کیسے ملے ۔
کس طرح اس سے باتیں کرے ۔!
وہ اس کا مہمان تھا ۔!
اور نواب زادی کی حیثیت سے وہ اپنے دل کی بات کس طرح اس سے کہہ سکتی تھی ۔!"
سوچ سوچ کر اس نے سوانگ بھرا۔
اور وہ پہاڑی دوشیزہ کے روپ میں اس سے ملی۔
اس سے باتیں کیں۔
بے قرار جذبے کو کچھ سکون ملا۔
اور اب اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ثاقب کو اپنے ہاں بلائے گی۔

مگر یہ اچانک اتفاق - !

اس سے مل کر کتنی خوشی ہوئی تھی - مگر یہ خوشی صرف چند لمحے کی تھی -

کسے معلوم تھا کہ وہ اتنی دولت مند ہوتے ہوئے بھی مفلس کر دی جائے گی - !

وہ تڑپ رہی تھی - !

ثاقب - !

تقدیر نے ہمیں ایک دم مفلس کر دیا - !

دل ٹکڑے ہو گیا ثاقب - !

اس رات اس پر کئی بار غنودگی چھائی - لیکن نیند نہ آئی -

کمرے میں نیلا بلب روشن تھا -

ایک دھندلا سا اجالا -

کھڑکی سے باہر ہوا چنگھاڑ رہی تھی - !

اس نے گھڑی دیکھی -

دو بجے تھے - !

بے چینی تھی بے قراری تھی - !

ذہن میں درد کا سمندر ابل رہا تھا - !

اور نیند کے سارے دروازے بند تھے - !

بستر پر شکنیں پڑتی رہیں - !

اور بے قرار۔

اور مجروح۔

بستر پر اوندھے منہ گرے سسک رہی تھی۔!

ایک بھونچال تھا۔!

جو گزر گیا۔ ایک زلزلہ تھا جو اپنے اثرات چھوڑ گیا۔ ایک حرکت تھی جس کے بعد بھی سکون نہ ہو سکا۔

اور اب ثاقب جو ایک پر رونق شہر تھا۔ رنگین، خوبصورت اور زندگی سے بھرپور۔

اب۔ اب وہ۔ ایک مٹی کا ڈھیر تھا۔

اجڑے شبستانوں کی کہانیاں تھیں۔ اور ان سے اٹھتا ہوا

دھواں ۔ گھٹن اور چبھن ۔ اور اس کا لرزاں لرزاں سا سایہ

وہ رات ۔ !

جو اس کے لئے ۔ اچھی زندگی ۔ تابناک مستقبل اور خوشیاں لائی
تھی ۔ !

وہی رات ۔

اسے محرومیاں ۔ پچھتاوا ۔ اور درد دے گئی تھی ۔

اور وہ

بجھے الاؤ کے دھوئیں میں جانے کیا کھوج رہا تھا ۔ !

کئی راتوں سے وہ سو نہ سکا تھا ۔ !

جانے کونسا جذبہ تھا ۔ جو رہ رہ کر ٹھہر ٹھہر کر دل کے اندر کلبلا رہا
تھا ۔ !

کچھ ایسے اسرار تھے جن پر سے پردہ اٹھنا بھی تھا ۔

اور نہیں بھی ۔ !

اور جب پردہ ایک لمحہ کیلئے اٹھتا تو ...... تو اسے سائرہ کی
آنکھیں نظر آتیں ۔ !

جن میں ۔ زندگی کا کچوڑ تھا ۔

اس نے اس جذبے کو کوئی نام دینا چاہا ۔

جانے کتنی راتیں اس نے جاگ کر گزار دی تھیں ۔ مگر اس جذبے
کو کوئی نام نہ دے سکا تھا ۔

اس کی پوری زندگی میں یہ وقت کبھی نہ آیا تھا۔ جب وہ بےچین ہوا تھا
۔ جب وہ دکھی ہوا ہو۔۔!

اس نے ہر دکھ اور ہر تکلیف کو سہا تھا۔ لیکن آج حالات کی دھند
میں اسے کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔

اسے وہ زمانہ یاد آیا۔ جب وہ گلابی سردیوں میں کالا پرانا کوٹ
پہن کر کالج جایا کرتا اور سوٹ پہن کر آنے والے دولت مند طلبا ر
اس سے ہٹ کر بیٹھا کرتے۔!"

اس وقت بھی اسے یوں محسوس ہوتا وہ اپنے وقت کا بادشاہ ہے
اس نے صرف یہ سوچا تھا کہ اسے کرنا کیا ہے۔ اس کا یقین اس
بات پر تھا کہ زندگی میں محنت اور فکری انفرادیت ہی دو بڑی۔ طاقتیں
ہیں۔:"

اس لئے وہ اپنی غربت کے باوجود کبھی کمتری کے احساس کا شکار
نہ ہوا تھا۔ اس نے امتحان میں ہمیشہ نمایاں کامیابی حاصل کی تھی۔!

اور یہی بات اسے ممتاز بنا گئی تھی۔ !

اس کے دوستوں کا الگ مقام تھا۔!

اس کے کلام میں زندگی تھی۔ شکست نہیں تھی۔!

مگر آج۔! یہ جذبہ۔! یہ دوری۔! ۔ یہ آگ۔
—— وہ سلگتا رہا۔!

ثاقب

صرف ایک لمحہ ہماری کائنات کو بخشدو ۔ ہماری ویران
جھولی آپ کی نگاہ کی منتظر ہے ۔

صرف ایک لمحہ

ہم اسی کو سنبھالے مارے مارے پھرتے رہیں گے ۔ آپ کو
ہماری ۔ ہماری عبادت ۔ ہمارے سجدوں ۔ کی قسم ۔!

صرف ایک لمحہ ۔!

قربت کا ایک لمحہ ۔!

نخلیں بستر پر وہ ایک لاش کی مانند پڑی سسک رہی تھی ۔!
ایسا معلوم ہوتا تھا ۔ جیسے ساری وادی ۔ سوگ میں ڈوب
گئی ہو ۔! اور کہہ رہی ہو ۔!

"نواب زادی۔ !
وہ کون ہے۔
جو تمہارا دل توڑ گیا ہے۔ تم ٹوٹ پھوٹ گئی ہو۔ !
"کون پتھر ہے وہ!
شاید کوئی انسان۔ !
یا انسان کے روپ میں چھپا ہوا پتھر۔ !
اسے لگا۔ جیسے وہ سونے اور چاندی کی دیواریں کہہ رہی ہوں۔"
انسان۔ !
تو نے قدرت کا ہر راز پا لیا ہے۔
تو نے زمین کا سینہ چیر کر مونجو ڈارو کو دریافت کر لیا ہے۔ تیری
عقل و فہم نے تجھے چاند تک پہنچا دیا ہے
لیکن تیرا اخلاق آج بھی وہیں ہیں۔ !
جہاں پتھر کا زمانہ ہے۔ !
تو آج بھی پتھر ہے۔ !
اور نواب زادی کو یوں لگا۔
جیسے۔ اس کا وجود چٹخنے لگا ہو۔ !
"نواب زادی حضور۔ !"
"نواب زادی حضور۔ !"
خادمہ نے کئی بار اسے پکارا۔

اس نے آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھایا ۔ کہنے لگی ۔

" انہیں کہدیا ناسنبل ہمیں اکیلا چھوڑ دو ۔ !"

" حضور ۔ باہر کوئی آیا ہے ۔ !"

" کہدو ۔ ہم نہیں مل سکتے ۔ !" وہ ٹوٹی آواز میں بولی ۔

" بہت کہا حضور ۔ مگر وہ کہتا ہے کہ وہ ضرور مل کر جائے گا ۔ !"

" کون ہے ۔ ؟"

" ایک نوجوان ۔ !"

" کیا چاہتا ہے ۔ ؟ وہ درد سے ڈوبی ہوئی آواز میں بولی ۔

" کہتا ہے کہ بہت دور سے آیا ہوں ۔ ملنا چاہتا ہوں ۔ "

" اسے بلاؤ ۔ اور پردہ کھینچ دو ۔ "

" جی ۔ ! خادمہ چلی گئی ۔

وہ ویسے ہی اوندھے منہ لیٹی تھی ۔

کچھ دیر بعد خادمہ آئی اس نے پردہ کھینچ دیا ۔

اور بولی ۔

" نواب زادی حضور فرماتی ہیں ۔ آپ ۔ ؟ خادمہ بولی ۔

" میرا نام ثاقب ہے ۔ " وہ دھیمی سی آواز میں بولا ۔

' نواب زادی نے ایک نظر پردے پر ڈالی ۔

سارے غم اپنی آواز میں چھپا کر کہنے لگی ۔

" کیسے زحمت کی ۔ ؟"

ثاقب خاموش تھا ۔ لیکن اس کی جلتی ہوئی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ کیوں آیا ہے ۔ !"

نواب زادی نے بمشکل اپنے آپ کو سمیٹا اور پردے کے قریب آگئی کہنے لگی ۔ !

" ہم نے کچھ پوچھا تھا آپ سے ۔ ؟"

ثاقب اٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔

بیتابی کے عالم میں وہ آگے بڑھا اور پردہ سمیٹ لیا جلتی ہوئی نگاہوں سے اس نے نواب زادی کے سوگوار چہرے کو دیکھا ۔

وہ تڑپ گئی ۔ بے قراری — اور تڑپ کا امتزاج تھا ۔

ابھی ابھی اس نے دعا مانگی تھی ۔ کہ قربت کا ایک لمحہ ۔ صرف ایک لمحہ ۔

وہ اپنی تمام زندگی اس لمحے کو سنبھالنے میں گزار دے گی ۔

اور وہ لمحہ اسے مل گیا ۔

مگر ۔ !

یہ لمحہ تو زیادہ اذیت ۔ زیادہ تڑپ دے رہا تھا ۔

کہنے لگی ۔

" آپ ۔ یہاں ۔ !"

" اتنی بیگانگی نہ برتو ساغر ۔ !"

" بیٹھئے تو سہی ۔ " وہ بھی ڈرائنگ روم میں آگئی ۔ !

"سائرہ۔ !" گھٹتی ہوئی آواز میں اس نے پکارا۔
ثاقب۔۔!"
وہ سب کچھ بھول کر اس کے سینے سے لگ گئی
اور ثاقب
نے چلتے ہوئے ہونٹوں سے اس کے بالوں کو چھو لیا۔
وہ اس کے بازو پر ہونٹ رکھے رو دی۔
ثاقب
مگر اسی لمحے جیسے اسے کسی نے جھنجوڑ دیا ہو۔
سائرہ۔!"
ثاقب روحی کا ہے۔!
اور روحی تمہاری سہیلی ہے۔
وہ بجلی کی تیزی سے اس سے الگ ہو گئی۔
اپنی بے قراری پر قابو پاتے ہوئے کہنے لگی۔
"جائیے۔ ثاقب لوٹ جائیے۔ جائیے۔ چلے جائیے۔
۔ جائیے۔!
"سائرہ سنو تو۔!" ثاقب کھویا کھویا سا بولا۔
"خدارا چلے جائیے۔! آنسو اس کی آنکھوں سے بہتے چلے جا رہے
تھے۔!
کہتی ہوئی وہ اندرونی کمرے کی طرف چلی گئی۔

اور ثاقب چند لمحے جلتے ہوئے پردے کو دیکھتا رہا۔
پھر تھکے تھکے قدموں سے کوٹھی سے باہر نکل آیا۔!

باھر غضب کی سردی تھی۔
خاموشی نے تمام ہنگاموں کو اپنے اندر جذب کر رکھا تھا۔
سناٹا تھا۔
اور سرد ہوا چل رہی تھی۔
رات گناہ گار کے دل کی طرح سیاہیاں سمیٹے پڑ رہی تھی۔
اور فضا کسی بیوہ کے دل کی مانند اداس اور ویران تھی۔
اور ثاقب

اس درخت کے نیچے ۔

جہاں سائلہ اس سے دیہاتی روپ میں ملی تھی ۔ کب سے اکیلا کھڑا تھا ۔ !

اسے اس سردی کا احساس نہ تھا ۔ اور احساس بھی کیوں ہوتا ۔

اس کا وجود چاہت کی آگ میں تپ رہا تھا ۔ ہوائیں اس کے جسم سے ٹکرا ٹکرا کر لوٹ جاتیں ۔ یا شاید اس کے جسم کی گرمی سے گھبرا کر لوٹ جاتیں ۔

اس خوبصورت وادی ۔

نے ڈھیر ساری کرب ناک یادیں اس کی جھولی میں ڈال دی تھیں ۔

ثاقب

جس نے ہمیشہ حالات کے پنجے مروڑے تھے ۔

جسے لفظ شکست سے چڑھ تھی ۔

آج اجڑا اجڑا سا کھڑا تھا ۔ !

سامنے سائلہ کا محل تھا ۔ !

اس کی جنت تھی ۔ جس میں ہر طرف حسن کی برق کوندرہی تھی ۔ !

رنگینیاں تھیں ۔

مگر وہ یہاں آکر پتھر کا بت بن گیا تھا ۔ !

کئی روز سے وہ اس چاہت کی آگ میں سلگ رہا تھا ۔ اور اپنے آپ کو روک رہا تھا ۔

کہ یہاں نہ آئے۔ !

مگر یہاں اس کا دل۔ اس کا دماغ۔ اسے شکست دے گیا تھا۔!

اور وہ اس جذبے کو لئے یہاں آن پہنچا تھا۔

وہ نواب زادی کو دیکھنے کے لئے بے قرار تھا۔

" نواب زادی۔

" سائلہ۔ !

اسے ملی۔

چاہت وہ بیقراری کا وہ لمحہ۔ اسے یاد آیا تو۔ تو اس کے وجود میں دہکتی ہوئی آگ تیز ہو گئی۔

سائلہ۔ !

اسی لمحے اس کے کندھوں پر کسی نے ہاتھ رکھ دیئے۔

برف کی طرح ٹھنڈے ہاتھ۔

اس نے مڑ کر دیکھا۔

وہ سامنے کھڑی تھی۔ بھیگی بھیگی پلکوں کو جنبش۔ دیکھ کر وہ تڑپ سا گیا۔

سائلہ۔ !

ثاقب۔ وہ رو دیگا۔

ثاقب نے بانہیں پھیلا دیں۔

وہ کھڑی رہی۔ !

آؤ سائلہ میں تمہیں ان باہوں میں چھپا لوں ۔ اور زندگی یوں ہی تمام ہو جائے ۔ !

تب وہ روتی ہوئی ۔ سسکیاں لیتی ہوئی اس کے سینے سے لگ گئی ۔ !

کتنا سکون ۔ کتنی راحت ۔ یہ خوشی مجھ سے چھیننا مت ۔ !' وہ جذبات میں بھیگی ہوئی آواز میں بولا ۔

مگر ۔

اس نے اپنا چہرہ تڑپ کر اٹھایا ۔

چہرہ کیا تھا ۔

مجسم سوال تھا ۔ !

افسردہ اور ویران ویران آنکھیں ۔ !

چھم چھم برستی ہوئی حسین آنکھیں ۔ !

سائلہ ۔ ! میں دنیا چھوڑ دوں گا ۔ سب کچھ ۔ مگر تمہیں نہیں ۔ !" کہتے ہوئے وہ مسکرایا ۔

سائلہ کی نظریں جھک گئیں ۔ !

" روح میں بس گئی ہو تم ۔ درد بن کر رگ و پے میں سما گئی ہو تم ۔ !

یہ شفق ۔ یہ مہتاب ۔ یہ شبنم ۔ یہ پھول ۔ اور یہ گھٹائیں بنی ہوئی بالوں کی لٹ ۔ زندگی کا سوال بن گئی ہے ۔ سائلہ "

وہ انگلی سے اس کے گالوں ۔ اس کے ہونٹوں اور اس کی بھیگی ہوئی پلکوں سے

آنسو کے قطرے ۔ اور ماتھے پر آئی ہوئی لٹ کو چھوتے ہوئے بولا۔
مگر ۔!
ہمارے اور آپ کے درمیان فاصلہ بڑھ گیا ہے۔
ثاقب نے اس کے ہاتھ تھام لئے اور بولا۔
"میں یہ فاصلہ مٹا دوں گا ۔ میں حالات کو شکست دے دوں گا۔"
سائلہ کی آنکھوں میں چمک آگئی ۔ نگاہیں سوال بن گئیں
"ہاں ۔!
"ثاقب ۔!" حیا سے بوجھل آواز میں وہ بولی۔
"جان ثاقب!
اس نے اس کے ہاتھ آنکھوں سے لگا لئے ۔!
"آیئے چلیں ۔!"
"کہاں ۔!" وہ محبت میں کھویا ہوا بولا۔
"فردوس بریں ۔!
"نہیں ۔" وہ مچل گیا ۔!
"ٹھنڈ لگ جائے گی آپ کو وہ ہنس دی ۔
"چلو ۔!"
وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ۔
سب کچھ بھول کر شاد ۔ اور خوشی میں ڈوبے ہوئے کوٹھی میں

تھے گئے ۔

نواب زادی کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی ۔!

راہداریاں طے کرتے ہوئے ثاقب نے دیکھا ۔

نواب زادی کے تمام ملازموں کے چہروں پر خوشی تھی۔

" بابا ۔" وہ خوشی سے بھرپور آواز میں بولی ۔

" نواب زادی حضور ۔ !"

" بابا آج ہم بہت خوش ہیں ۔" وہ ہنس کر بولی ۔

" خوشی مبارک ہو حضور ۔ !"

" سنبل ۔ !"

نواب زادی حضور ۔ !

" صدقہ نہیں اتارو گی ۔ اس نے مسکرا کر ثاقب کی طرف دیکھا ۔ !

" جی ۔ !"

خادمہ نے روپے لا کر رکھ دیئے ۔

" بس ۔ اتنے سے ۔ !" وہ برا سا منہ بنا کر بولی ۔

" بھول ہو گئی مجھ سے ۔ ! ملازمہ کانپ گئی ۔

" جاؤ ۔ پھر کھڑی کیوں ہو ۔ ڈھیر سارے روپے نچھاور کرو ۔ جانتی نہیں ہو ۔ یہ کون ہیں ۔ !

" جانتی ہوں حضور ۔ !"

"تو جاؤ ۔ !"

سنبل چلی گئی ۔ !

آیئے ۔ ہم آپ کو ابا حضور سے ملوائیں ۔ !" وہ اٹھتی ہوئی بولی ۔

"جی ۔ !" ثاقب اٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔

ایک لمبی سی گیلری میں نواب زادی کے آباؤ اجداد کی قدآدم تصویریں آویزاں تھیں ۔

ایک بڑی تصویر کے سامنے جا کر وہ رک گئی ۔

کہنے لگی ۔ !

" یہ ہمارے ابا جان ہیں ۔ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں اداسی آگئی ۔

ثاقب نے دیکھا ۔ ایک رعب دار چہرہ تھا ۔

" ابا حضور زندہ ہوتے تو آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ۔ ابا حضور کی یہ خواہش تھی کہ ہم شادی کرلیں ۔ !"

مگر ۔ مگر ۔ خیر چھوڑیئے ۔ !" وہ اگلی تصویر کی طرف بڑھ گئی ۔ !

" یہ دادا جان ہیں ۔ !

" اور یہ چچا ۔ ۔ !"

اور ۔ اور ۔ یہ ثاقب نے ایک اور تصویر کی طرف

اشارہ کیا۔

تصویر ایک نوجوان کی تھی ۔ جس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ دونوں بھنویں جڑی ہوئیں ۔ اور ایک طنزیہ سی مسکراہٹ ۔!

" یہ ہمارے کزن ہیں ۔ ان چچا کے بیٹے ۔ اور ان کا نام ہے جابر بیگ ۔!

وہ جابر کی تصویر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

" دادی چاندپور ہمارے دادا کی جاگیر ہے ۔" وہ مسکراتی ہوئی اپنے خاندان کا جغرافیہ بتانے لگی۔

ابا حضور نے دادا جان کے بعد جاگیر کا نظام سنبھالا ہوا تھا۔

چچا جان ابا کے کزن تھے ۔! اور چچا کے بیٹے جابر یہاں سے چند کوس پر اپنے آبائی مکان میں رہتے ہیں ۔ ابا حضور کی واحد اولاد ہم ہی ہیں ۔ امی حضور کی وفات کے بعد انہوں نے شادی نہیں کی ۔!

اور اب ہم نے ابا حضور کی جگہ سنبھالی ہوئی ہے ۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر دلکش انداز میں بولی۔

ثاقب خاموش تھا۔

"آیئے چلیں ۔!"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"چلیے ۔!" وہ مسکرا کر بولا۔

دونوں ڈرائنگ روم میں آ گئے ۔!

سنبل کافی لے آئی۔

کچھ دیر خاموشی کے بعد وہ پھر اداس ہو گئی۔ کہنے لگی۔

"جانے کیوں ۔۔ ؟ ہمارے دل میں کچھ چبھ رہا ہے۔ جیسے ہم کوئی زیادتی کر رہے ہیں۔ ۔"

"کیسی زیادتی ۔۔ ؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"رومی کے ساتھ۔ ۔" وہ پھیکی سی آواز میں بولی۔

"زیادتی تب ہوگی کہ اگر میں رومی سے شادی کر لوں ۔"

"مگر ۔۔ ؟"

"اس لئے کہ میں اسے محبت نہ دے سکوں گا۔ میں بے سکون رہوں گا ۔ اور رومی ۔ پچھتائے گی کہ کس خبطی سے پالا پڑ گیا ہے" وہ ہنس کر بولا۔

وہ خاموش سن رہی تھی۔

"اسے مجھ سے صرف اتنی عقیدت ضرور ہوگی کہ میں اس کا منگیتر بنا دیا گیا ہوں۔ اور میری جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو اس کے یہی جذبات ہوتے اور اب بھی ایسا ہو گیا تو اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اسے ایک شوہر چاہیئے ۔ اور وہ چاہے کوئی بھی ہو ۔ وہ اسی سے محبت کرے گی ۔!"

"کاش ہمارے دل سے یہ بات نکل جائے ۔ ثاقب ہم کسی کا دل نہیں توڑ سکتے۔ ہم خود مٹ جائیں گے ۔ پر ۔ ۔"

"سیشی ۔ ۔" ثاقب نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔

سنبل نے دوسرے کمرے میں موسیقی کی مدھر کن لہریں بکھیر دیں ۔

اور یہ رات ۔ ۔ !

یہ سوئی جاگتی رات ۔ ۔ !

ہولے ہولے سرکنے لگی ۔

ثاقب نے اپنی تپتی ہوئی پلکیں سائرہ کی ٹھنڈی ہتھیلیوں پر رکھ دیں ۔ !

وہ دونوں چپ تھے ۔ !

آنکھیں بند تھیں ۔ !

لیکن ان بند آنکھوں میں ایک ناقابلِ بیان نور تھا ۔ !

وہ اس کے سینے سے لگی لافانی زندگی کی دھڑکنیں سنتی رہی ۔ !

اور ثاقب نے

اس کے لبوں کی مسکراہٹ کو اپنی انگلی کے پور سے چھو لیا ۔

دلکش گیت کے بول سازوں کو چھوتے رہے ۔ !

سائرہ اس کے سامنے تھی ۔

اس کے گلابی لباس میں تارے جڑے ہوئے تھے ۔ !

ثاقب کو یوں لگا ۔

جیسے پھولوں کے گھر میں رہنے والی ۔ اور ستاروں کا لباس پہننے والی محبت سے بھرا ہوا دل بھی رکھتی ہے ۔ !

وہ اسے ٹکٹکی باندھے دیکھے جا رہی تھی ۔ !

ثاقب نے اس کی آنکھوں میں دیکھا ۔ تو وہ دھیرے سے کہنے لگی۔

"کچھ دکھائی دیا ان آنکھوں میں ۔ !"

"ہاں ۔ !"

"کیا ۔ ؟" وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"محبت ۔ !"

"سچ ۔ !"

"ہاں ۔ !"

"تو پھر اب ہمارے ہو جایئے ۔ !" وہ ضد کر بیٹھی۔

"وہ تو ہوں ۔ !" وہ جذباتی انداز میں بولا۔

"یوں نہیں ۔ ہم تھک گئے ہیں ثاقب ۔ اپنی یہ دنیا سنبھال لیجئے ۔ اور ہمیں صرف محبت میں ڈوب جانے دیجئے ۔ لہٰذا ہم تھک گئے ہیں ۔ ہم سے کچھ نہیں ہوتا ۔ خدا کے لئے اب یہاں آجایئے ۔ ہمیشہ کے لئے ہمارے ہو جایئے ۔ ہم سے انتظار بھی نہیں ہوتا ۔ ثاقب ۔ ہمیں اگر کسی چیز سے ڈر لگتا ہے نا ۔ تو وہ انتظار ہے ۔ ہم نے آپ کا بہت انتظار کیا ہے ۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ہم پر اس وقت کیا گزرتی تھی ۔ ثاقب ہمیں انتظار کی تڑپ نہ دیجئے گا ۔ ہم مر جائیں گے ۔ ہم مر جائیں گے

وہ اس کے زانوں پر سر رکھے پھر رو دی۔
ثاقب نے اس کی بھیگی آنکھوں سے لرزتے ہوئے آنسوؤں پر اپنا گال رکھ دیا۔ اور کہنے لگا۔

"جانِ ثاقب۔! اب انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ تمہیں! میں جلدی ہی واپس آؤں گا۔ اور پھر تمہیں دلہن بنا کر اپنے گھر لے جاؤں گا۔!"

وہاں میری دنیا ہے۔!
جو۔
شاید تمہیں پسند نہ آئے۔!

"ایسا نہ کہیئے ثاقب۔ آپ چاہیں گے تو ہم سب کچھ چھوڑ دیں گے۔ ہم آپ کی دنیا میں رہیں گے۔ ہمیں کچھ نہیں چاہیئے۔ ہماری دنیا تو آپ ہیں۔!

رات۔
بھیگ رہی تھی۔
ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے۔!
پھولوں کی باتیں کہتے ہوئے۔!
زندگی کی باتیں۔!
پیار کی باتیں کرتے ہوئے۔!
ایک دوسرے پر مرمٹنے کی باتیں۔!

صبح وہ اس کا ہاتھ تھامے باہر نکل گئی۔

کار میں بیٹھ کر اس نے ثاقب کو اپنی پوری جاگیر کی سیر کروائی۔!

ثاقب نے دیکھا۔

نواب زادی لوگوں کے دلوں میں رہتی تھی۔

ہر ایک کی ہمدرد۔!

ہر ایک کی مونس۔!

ہر ایک کی غمگسار۔!

اور بستی کا ہر فرد اسے دعائیں دیتا تھا۔

آج بستی والوں نے دیکھا - نواب زادی بہت خوش ہے

اور اس کی خوشی بستی والوں کی خوشی تھی۔

وہ سب بھی خوش تھے۔!

وہ دونوں لوگوں میں گھرے ہوئے کھڑے ہوئے تھے کہ ایک لڑکی آگے بڑھی ۔ کہنے لگی ۔ ،

" نواب زادی حضور ۔ ایک عرض ہے ۔ !"

" کہو ۔ !" وہ ثاقب کی طرف دیکھ کر مسکرا دی ۔

" مہمان کی آمد کی خوشی میں ہم نے ناچ گانے کی محفل رکھی ہے ۔ اور ۔۔۔ اور ۔۔۔ !"

" اجازت ہے ۔ !" نواب زادی مسکرا کر بولی ۔

" تو حضور ۔ آج رات ۔ جشن ہوگا ۔ !" لڑکی بولی ۔

" ضرور ہوگا ۔ ہم ضرور آئیں گے ۔ !"

" نواب زادی نے کہا ۔

سارا دن وہ گھومتے رہے ۔ سہ پہر میں وہ ایک جھیل کے کنارے پہنچے ۔

" ثاقب ۔ یہ ہماری دنیا ہے ۔ !" وہ بہکی بہکی سی کہنے لگی ۔ !

برف پوش پہاڑوں کی گود میں محو خواب ڈل جھیل ثاقب کو بڑی اچھی لگی ۔

کہنے لگا ۔

" تمہاری دنیا بڑی حسین ہے ۔

ڈل جھیل کا نیلگوں پانی ہلکے ہلکے سروں میں جل ترنگ بجاتا

ہوا۔ ڈوبتے سورج میں شفق کی لالیوں سے اٹھکیلیاں کرتی ہوئی ڈل کے
مخملیں سینے پر سبک روی سے بہتی ہوئی لہریں۔
جیسے کائنات کی نبض ڈوب رہی تھیں ۔ اور ڈوب ڈوب
کر ابھر رہی تھیں۔
اسے لگا ۔ جیسے نواب زادی بھی ایک لہر ہے ۔ جھیل کی
ایک سبک سی لہر۔!
"ثاقب ۔!
نواب زادی کی خوابیدہ آواز ابھری۔
"ثاقب ہم نے ان لہروں سے پہروں باتیں کی ہیں ۔ ہم ان کی زبان
سمجھتے ہیں ۔ ہم نے بارہا آپ کا چہرہ ان لہروں میں دیکھا ہے ۔
ثاقب ۔ یہ لہریں ہمارے ہر راز سے واقف ہیں ۔
" ہم ہنستے ہیں تو ۔ یہ بھی ہنستی ہیں ۔!
" اب یہ ہمیشہ ہنستی رہیں گی سائرہ ۔ "! ثاقب نے اس کا سبک
سا ہاتھ تھام کر کہا۔
کنول کے پھول جھیل کی چھاتی پر یوں پھیلے ہوئے تھے جیسے ایک بہت
بڑے روپہلے تھال پر قطار در قطار ہزاروں دھڑکتے دل سجا کر رکھ
دیے گئے ہوں ۔!"
ڈل کے مشرقی کنارے پر کھڑی پہاڑی پر چشمہ کے قریب ایک
ویران کھنڈر تھا ۔!

وہ کھنڈر کیسا ہے ۔" ثاقب کھویا کھویا سا بولا۔

"وہ ۔ سنا ہے دو محبت کرنے والے دنیا چھوڑ کر آ بسے تھے ۔ بہت پرانی بات ہے ۔ دنیا والوں نے انہیں ملنے نہ دیا تو وہ دونوں ان ویرانوں میں آ بسے اور یہاں ان کی زندگی تمام ہوگئی۔

" تم نے محسوس کیا سائرہ ۔ " ثاقب بولا۔

" کیا ۔ ؟

" اس کھنڈر کو دیکھ کر ایک لمحہ جاگتا ہے ۔ صدیوں پرانا لمحہ ۔

" ہاں ۔ سائرہ بولی۔

" کیا بھلا ۔ ؟"

" محبت کا لمحہ ۔ !

ہماری دنیا میں محبت ہر جگہ ملے گی آپ کو ۔ " وہ آہستہ سے بولی

" تمہاری دنیا بڑی حسین ہے ۔ " ڈرتا ہوں اگر تمہیں میری دنیا پسند نہ آئی تو ۔ !"

" ایسا نہ کہیئے ۔ !" سائرہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

" ہاں سائرہ ۔ میری دنیا میں ایک چھوٹا سا گھر ہے اس گھر میں کوئی قالین نہیں ۔ کوئی ریشمی پردہ نہیں ۔ سنگ مرمر کا فرش نہیں ۔ رنگ برنگے پھولوں کے تختے نہیں ۔ خوبصورت محرابیں نہیں ۔ بس یوں سمجھو کہ ۔ میری ضرورت کی چند چیزیں

ہیں۔!" اور میں ہوں۔"

"ثاقب۔! وہ آہستہ سے بولی

" ہمیں افسوس ہوا آپ کی بات سن کر۔ یہ بلندیاں یہ پستیاں۔ یہ زندگی کے نشیب و فراز۔ یہ سب ہم نے بنائے ہیں نا۔ انسان بنیادی طور پر تو ننگا پیدا ہوا ہے۔ یہ لباس ہم نے بنائے ہیں کیسی کا حالات نے ساتھ دیا۔ وہ سوٹ پہنتا ہے۔ ہم نے یہاں اس بستی میں۔ اس جلتے سورج کے نیچے بار ہا دیکھا ہے اور محسوس کیا ہے۔ کچھ لوگ جن کے دل میں یہ فرق ہے۔ وہ کپڑے پہن کر بھی ننگے ہیں اور ان محبت سے معمور لوگ عریاں ہو کر بھی ننگے نہیں۔!"

" لیکن مسائل آج کا انسان صرف لباس سے پہچانا جاتا ہے

ثاقب بولا۔

"ہم آپ کو قائل کر لیں گے۔" وہ ہنس پڑی۔

قائل ہو گئے نواب زادی حضور۔!

ثاقب نے مسکرا کر کہا۔

رات کو اس نے اپنا پسندیدہ لباس پہنا۔ اور عارضوں کے گلاب کھلائے وہ ثاقب کے ساتھ ناچ گانے کی محفل میں بیٹھی تھی۔

لڑکیاں ناچ رہی تھیں۔

خوشی کے نغمے فضا میں تیرنے پھر رہے تھے۔!

اور وہ دونوں ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے تھے۔!

رات گئے' وہ وہاں سے لوٹے ۔

تو سالمہ نے کہا ۔

"آپ سو جایئے ۔ صبح آپ کو جانا ہے ۔ !

"آج نیند نہ سہی ۔ !"

وہ مسکرایا ۔ !

" آپ سو جایئے ۔ ہم آپ کے پاس بیٹھے رہیں گے

رات گئے وہ سامنے گلابی ریشم کے مخملیں بستر پر تکیوں کے بل بیٹھا

تھا ۔ !

اور وہ بالکل سامنے اسے دیکھے جا رہی تھی ۔

جیسے ایک پجارن ۔ !

دیوتا ۔ کبھی مسکرا دیتا ۔ اور کبھی سمجھ میں کھو جاتا ۔ مگر

پجارن کو ہر روپ میں اس سے پیار تھا ۔

صبح اسے جانا تھا ۔ اور یہ خیال اس کے دل میں چرکے لگا رہا

تھا ——— !

"کہاں چلے گئے تھے بیٹے - !" امجد اس کے یوں اچانک چلے جانے سے پریشان تھے۔ اسے دیکھ کر بولے۔

"ابا جان - ذرا دیر ہو گیا تھا - معافی چاہتا ہوں - آپ کو اطلاع نہ دے سکا" بہت شرمندگی سے بولا۔

"اشرف بھی پریشان تھا کئی بار آچکا ہے - !" امجد بولے

ثاقب کھڑا رہا

"تم آرام کرو - مجھے سیٹھ صاحب نے بلایا ہے - ! کچھ دیر میں آجاؤں گا - پھر باتیں کریں گے - !" امجد اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے باہر نکل گئے۔

اور وہ چین کا سانس لیتا ہوا باتھ روم چلا گیا - !

تو بہت منہ گھستے ہوئے جب باہر نکلا تو اشرف بیٹھا تھا - وہ

کچھ روٹھا روٹھا سا تھا۔

"ہیلو مائی ڈیئر اشرف۔!" ثاقب ہنس کر بولا۔

"بکواس نہ کرو۔"! اشرف سنجیدگی سے بولا

"معافی دے دو۔!"

"یہ کوئی شرافت ہے۔!" اشرف غصے سے بولا۔

"پھر تو دیا معاف کر دو۔!" ثاقب نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

اتنی کیا ایمرجنسی ہو گئی تھی یار جو مجھے بھی اطلاع نہ دی اور غائب ہو گئے۔!

"پریشان بہت تھا میں۔" ثاقب بولا۔

"کیوں۔!"

"تم تو جانتے ہو نا۔ وہ ردمی کی سالگرہ کے دن کا واقعہ" ثاقب بولا۔

"تو کیا ردمی کے ساتھ گئے تھے۔" اشرف بولا۔

"سنو تو سہی۔!"

"تو یہ عجیب لڑکی نکلی۔ منگنی ہوتے ہی تتلیاں سی اڑی۔" اشرف بولا۔

"تم سنو تو میں کچھ بولوں۔!" ثاقب جھلا گیا۔

"ہاں بولو۔!"

"میں وادی چاندپور گیا تھا۔

"کیوں۔؟" اشرف بری طرح چونکا۔

"نواب زادی سے ملنے۔؟"

"ہوں۔ سمجھا۔" اشرف اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ اشرف۔! مجھے اعتراف ہے۔ نواب زادی میری زندگی بن چکی ہے۔ وہ مجھے نہ ملی تو میں۔۔ جاؤں گا۔!" ثاقب اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ثاقب۔ تم تباہی کی طرف جا رہے ہو۔" اشرف زندگی میں پہلی بار اتنا سنجیدہ ہوا تھا۔

"اشرف میں خود نہیں جانتا۔ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں نواب زادی کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

"اور رومی۔؟" اشرف بولا

"رومی۔ میں اس سے شادی نہیں کر سکتا۔ میں ابا جان سے آج ہی کہہ دوں گا۔" ثاقب بولا۔

"سوچ لو۔" اشرف بولا۔

"سوچ لیا اشرف۔! اب میں ایسے مقام پر ہوں جہاں کچھ سوچنا بیکار ہے۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔"

میں تمہاری باتیں سن کر حیران ہوں ثاقب۔؟" اشرف بولا

"کیوں ۔ ؟"

"تم تو کہا کرتے تھے ۔ مجھے کوئی شکست نہیں دے سکتا کہاں گئے وہ تمہارے دعوے ۔ کہاں گئی تمہاری عقل و فہم ۔ !

اشرف ۔ ! نواب زادی سے واقعی میں ہار گیا ہوں ۔ !" وہ

تم نہیں جانتے وہ کیا ہے ۔ ! حسین ہے ۔ خوش خلق ذہین اور ہمدرد اور مجھے بے حد چاہتی ہے ۔ ! اشرف اس کی خوابیدہ خوابیدہ سی آواز ۔ اب بھی میرے ذہن کے ایوانوں میں گونج رہی ہے ۔ اس کے جگر جگر کرتے ہونٹ میرے لئے زندگی کا پیغام لائے ہیں بالکل انوکھی زندگی اب تو سوچتا ہوں کہ وہ ہمیشہ سے میرے ساتھ رہی ہے ۔ اس کا تصور ہی میری راہ میں روشنی کرتا رہا ۔ !

میں اپنی شاعری میں اسی کے خدوخال ابھارتا رہا ہوں ۔ تصور میں اس کے حسین و رنگین خاکے بناتا رہا ہوں ۔ اسی سے میں نے ڈھیروں باتیں کی ہیں ۔ !

اور اشرف ۔ اس نے بھی میری وارفتگی کی آہٹ سن لی ہے وہ مجھے مل گئی ۔ مجھے دنیا مل گئی ۔ میں اس سے دور رہ کر زندہ نہیں رہ سکتا ۔ !

اشرف خدا کیلئے تم بھی میری مدد کرو ۔ ابا جان سے کہو کہ وہ سیٹھ صاحب سے معذرت کرلیں ۔ روحی اچھی لڑکی ہے اسے کہیں اور بیاہ دیں ۔ مگر ۔ میں ۔ اشرف وہ میرا

انتظار کر رہی ہوگی۔ مجھے اس کے پاس جلدی جانا ہے۔" وہ بیتاب لہجے میں بولا۔

"مجھے افسوس ہے ثاقب۔ میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔" اشرف سنجیدگی سے بولا۔

"یوں نہ کہو اشرف۔!"

"جب تمہارے اتنے حوصلے ہیں تو خود ہی بات کر لو انکل سے۔!" اشرف نے کہا۔

خود۔ ہاں اشرف۔ میں خود ہی بات کروں گا۔ اور آج ہی۔ کیونکہ آج وہ میرا انتظار کر رہی ہوگی۔" آتے سمے وہ کتنی اداس تھی۔ مجھے رخصت کرتے ہوئے اس کا پیکر خشک پتے کی طرح لرز رہا تھا۔ اس کی آنکھیں رونے سے سوجی سوجی سی تھیں۔ دل کے تمام جذبات آنکھوں میں سمٹ آئے تھے۔ کہنے لگی۔

"ہم سے انتظار نہیں ہوتا ثاقب۔ ہم بہت انتظار کر چکے ہیں آپ کا۔ اب مزید تاب نہیں۔!

وہ آنچل سے آنکھیں پونچھ رہی تھی۔ اور میں چلا آیا۔

ثاقب کے لہجے میں محبت اور چاہت تھی۔!

وہ شوق، مسرت اور جذبات میں ڈوبا ہوا اشرف کو سب کچھ سنا رہا تھا۔!

اور اشرف گم سم سا بیٹھا تھا۔ اسے علم تھا کہ محبوبہ جہاں

ایک شفیق اور حلیم باپ ہے ، وہ جانا ہو سیٹھ کا پرانا ملازم بھی ہے ، وہ کبھی نہیں چاہے گا ، کہ سیٹھ کو کچھ کہہ سکے ۔ اسے ثاقب کی امید والہانہ چاہت سے جھنجھلاہٹ سی ہو رہی تھی ۔ مگر ایسا بڑھتے ہوئے سیلاب کو وہ ایک دم روک بھی نہ سکتا تھا ۔ !

خاموش بیٹھا رہا ۔ !

" اشرف ۔ ! ثاقب بولا ۔

" ہوں ۔ !"

" آج میں اس پر نظم لکھوں گا ۔ اس کے شعور پر رومانیت یوں چھائی ہوئی تھی جیسے ساون بھادوں کی گھٹا میں آسمان پر محیط ہوں ۔ !"

اشعار نرم رو آبشار کی مانند بہتے اور گنگناتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے

مگر ـــ اشرف ۔ سوچ رہا ہوں ۔ نظم کتنی ہی حسین تکنیک میں کیوں نہ ڈھل جائے ۔ وہ نواب زادی سے حسین تر نہیں ہو سکتی تصویر اصل کے مقابلے میں کسی طرح نہیں آسکتی اشرف ۔ کوشش اس میں وہی حسین تزادن نمایاں ہو جائے ۔ جو نواب زادی ۔ کی آنکھوں ، ہونٹوں ، اور رخساروں سے نمایاں ہے ۔ ! کاش میں نواب زادی کے ہلالی ابروؤں سے زیادہ خوبصورت تخلیق پیش کر سکوں اشعار مسلسل میرے ذہن میں گونج رہے ہیں ۔ !

ذہنی مطابقت جب اس کی آواز کا ترنم بکھرا پڑا ہے ۔

"میں - میں لکھوں گا - ضرور لکھوں گا - !"

"تم ہوش میں تو ہو ثاقب -" اشرف گھبرا کر بولا۔

"ہوش میں -" وہ ہنسا۔

"ثاقب خدا کے لئے جذباتی نہ بنو - حالات کو سمجھو - ! اس وقت تمہاری جذباتیت تباہی لے آئے گی۔

انکل کو صدمہ ہوگا - سمجھو تو - اور پھر سیٹھ صاحب کی بے عزتی بھی - اشرف نے پھر اسے سمجھانا چاہا - !

مگر وہ اس کی باتیں کہاں سن رہا تھا - وہ تو - نواب زادی میں کھویا ہوا تھا - !

امجد سے جب اس نے بات کی تو وہ سکتے میں رہ گئے

"کیا کہہ رہے ہو ثاقب ۔" ہمیشہ سے محبت کرنے والے امجد کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا ۔ چہرے کی رگیں ابھر آئیں ۔

"اباجان ۔ میں صحیح کہہ رہا ہوں ۔!" وہ آہستہ سے بولا ۔

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو ۔! غلط تو میں ہی سوچ رہا ہوں ۔ میں پوچھتا ہوں تم ہوش میں تو ہو ۔ !"

وہ طنز کے تیر برساتے ہوئے بولے ۔

"اباجان میں رومی سے شادی نہیں کر سکتا ۔" اس نے پھر اپنے الفاظ دہرائے ۔!

"کیوں ۔" امجد گرج کر بولے ۔

"بس - یوں ہی - !"

"یوں ہی کیوں - ؟"

میرا خیال ہے کہ وہ - میں اسے خوش نہیں رکھ سکتا ۔" وہ رکتا ہوا بولا۔

یہ بات پہلے کیوں نہیں کہی تم نے ۔ غصے کا پارہ تیز ہوتا جا رہا تھا۔

"جی - وہ - وہ - !"

"دیکھو ثاقب - میں نے سب کچھ نہیں پوچھ کر کیا ہے - اب تم انکار نہیں کر سکتے ۔ تمہیں یہ شادی کرنا ہوگا - !"

احمد اپنا غصہ دبا کر بولے۔

"ابا جان - میں آپ کو کیسے سمجھاؤں ۔ بس میں نے کہہ دیا کہ میں یہ شادی نہیں کر سکتا ۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"مگر - مگر یوں - ؟

"اس کا جواب میرے پاس - !"

"تو یوں کہو کہ میری سفید داڑھی پر کیچڑ ملنا چاہتے ہو ۔ میری بے عزتی کروانا چاہتے ہو ۔ مجھے ذلیل و خوار دیکھ سکتے ہو تم - !"

"ابا جان - ! وہ تڑپ گیا۔

"تو اور کیا کہوں ۔" احمد کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"ابا جان ۔ میں گستاخی کی معافی چاہتا ہوں ۔ لیکن میرے خیال میں

ابھی وقت گیا نہیں ۔ آپ سیٹھ صاحب سے کہہ دیجئے ۔ وہ مان جائیں گے ۔

" میں ۔ ! "

" چپ رہو ثاقب ۔ سیٹھ صاحب کے احسانوں کا بھی بدلہ ہے جو تم دے رہے ہو ۔ سوچو تو سہی ۔ تم جیسے قلاش کا انتخاب ان کا تم پر احسان نہیں تھا ۔ بدنصیب ۔ ! "

انہوں نے امیرزادے چھوڑ کر تمہیں اپنا بیٹا بنایا میرا ایک ایک رواں ان کے احسانوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے ۔ اور سن لو کہ میں مر سکتا ہوں ۔ لیکن ان کا دل نہیں توڑ سکتا ۔ یہ میرا فیصلہ ہے ۔ ! "

" ابا جان ۔ ! " ثاقب ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا ۔

" اگر تمہیں مجھ سے ذرا بھی محبت ہے ثاقب ۔ تو تمہیں اس محبت کا واسطہ ۔ میری بے عزتی نہ کراؤ ۔ ! " امجد اپنے آنسو چھپاتے ہوئے بولے ۔

" ابا جان ۔ ! "

ثاقب تمہاری نادانی ہے اور کچھ نہیں ۔ ! "

" ابا جان ۔ میری زندگی کا سوال ہے ۔ ۔ ! " وہ گڑگڑا کر بولا

" تمہاری زندگی کے لئے ہی تو یہ سب کچھ ہو رہا ہے ۔ تمہیں تو اپنے آپ پر فخر کرنا چاہیئے ۔ تم نے کبھی یہ سوچا کہ تمہاری یہ عزت یہ تعلیم ۔ یہ منصب

سیٹھ صاحب کی بدولت ہے ۔!"

"سب ٹھیک ہے ابا جان ۔ میں اس سے کب انکار کرتا ہوں ۔ مگر ۔ کیوں ۔!

چپ رہو ۔ مجھے تم سے ہرگز یہ امید نہ تھی کہ تم اتنے بھی گستاخ بھی ہو سکتے ہو ۔!

امجد کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا ۔ ان کے دل میں آگ سی لگی تھی ۔!

وہ بولتے رہے ۔!

سیٹھ صاحب کے احسانات ۔ اپنی محبت و عزت کے واسطے ۔!

مگر ثاقب اپنی بات پر قائم رہا ۔!

تب وہ ہارے جواری کی طرح اٹھے ۔ اور بولے

" ٹھیک ہے ۔ تم جو چاہتے ہو کر لو ۔ مگر میں سیٹھ صاحب کو کچھ نہیں کہہ سکتا ۔! ہاں وہ میری لاش دیکھنے کے بعد شاید کچھ سمجھ جائیں گے ۔!"

امجد لڑکے سے باہر نکل گئے ۔

اور ثاقب جیسے اپنی جگہ پر منجمد ہو کر رہ گیا ہو ۔!

اس نے یہ سب کچھ سوچ تو لیا تھا ۔ اور فیصلہ بھی کر لیا تھا ۔

مگر یہ سوچ ۔ یہ فیصلہ ۔ اس پر قائم رہنا اس کے لئے کتنا مشکل ہو گیا تھا ۔!

"آہ سائرہ۔ میں کیا کروں۔؟

شکست ۔!

شکست ۔!

شکست ۔!

جیسے دیواریں بول رہی ہوں ۔!"

اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے ۔!

سائرہ ۔!" میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا ۔؟ تم میری زندگی ہو ۔ میری جان ہے ۔ میری جان ہو ۔!

رات کے دو بج رہے تھے۔ ثاقب کا دماغ بوجھل ہو چکا تھا
نیند ایسے روٹھ گئی تھی۔!
دل و دماغ میں ایک بھیانک جنگ جاری تھی۔!
ذہن اور جذبات کی جنگ۔!
دھماکے تھے۔!
شور تھا۔!
اور۔ وہ بیزار سا جنون کے اس تیز بہاؤ میں تنکے کی طرح بہتا
چلا جا رہا تھا۔!
ایک طرف۔ شفیق اور محبوب باپ تھا۔!
"دوسری طرف۔ حسن اور محبت تھی۔!
"باپ کہتا۔!

"ثاقب ۔! تمہیں علم ہے ۔ کہ میں اصول کا بڑا پکا انسان ہوں میں نے تمہیں ماں کا پیار بھی دیا اور باپ کا بھی ۔ میں نے تمہیں کبھی احساس نہیں ہونے دیا ۔ کہ تم کسی سے کم تر ہو ۔! غریب ہونے کے باوجود میں نے تمہیں شاہانہ زندگی دی ہے ۔ تم میرا سہارا ہو ۔ تمہیں میری بات ماننا ہوگی ۔ میری بات ماننا ہوگی ۔ میری بات ماننا ہوگی ۔!

دوسری جانب حسن و رعنائی کی ایک سوگوار تصویر تھی ۔! نواب زادی ویران اور اداس کہہ رہی تھی ۔!

ثاقب ۔!

ہمارے پاس سب کچھ ہے ۔ مگر آپ نہیں ۔ ہم نے آپ ہی کو چاہا ہے ۔ ہم آپ کے ہیں ۔ خدارا ہمیں اپنا لیجئے اور اب آجایئے ۔! ہم سے انتظار نہیں ہوتا ۔!

ہم سے انتظار نہیں ہوتا ۔!

ہم سے انتظار نہیں ہوتا ۔!

ثاقب نے گھبرا کر آنکھیں بند کرلیں ۔ اس کا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا ۔ ہونٹوں پر پپڑیاں سی جمی ہوئی تھیں ۔ دماغ بوجھل ۔ آنکھیں تھکی ہوئی سی تھیں ۔!

بے قرار ہو کر وہ بولا ۔

سائرہ ۔! میں آرہا ہوں ۔! میں آرہا ہوں ۔! میں آرہا ہوں ۔!"

ابھی ابا گھر پہ نہیں تھے۔

اور ثاقب بخار میں تپ رہا تھا۔ سگریٹ کے لاتعداد ٹکڑے کمرے میں بکھرے پڑے تھے۔!

اس کی بوڑھی ملازمہ کریمن چائے لے کر کمرے میں آئی تو ثاقب کی سرخ آنکھیں دیکھ کر ڈر سی گئی۔!

"کریمن بوا۔!" ثاقب غنودگی کی حالت میں بولا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے بیٹا۔!"

"سر درد سے پھٹ رہا ہے بوا۔!"

"تو بیٹے ڈاکٹر کو بلاؤں۔ بڑے میاں جی تو صبح سویرے ہی نکل گئے۔ ناشتہ بھی نہیں کیا۔" کریمن بوا ثاقب کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں بوا۔ ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔ تم ایک گلاس پانی لا دو حلق خشک ہو رہا ہے۔!"

ثاقب کا چہرہ بخار کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

"اچھا۔" کریمن بوا باہر نکل گئیں۔ مگر فوراً ہی اندر آ گئیں اور کہنے لگیں۔

"باہر کوئی آیا ہے۔ آپ کو پوچھ رہا ہے۔!"

"کون ہے۔" وہ بمشکل آنکھیں کھولتا ہوا بولا۔

"کوئی آدمی ہے۔ کہتا ہے ثاقب یہاں رہتے ہیں۔!"

"بلا لاؤ۔" ثاقب بولا۔

دوسرے لمحے ایک آدمی اس کے سامنے تھا۔!

"سلام صاحب۔! نواب زادی حضور تشریف لائی ہیں۔"

آدمی جو نواب زادی کا ڈرائیور تھا جھک کر بولا۔

اور اگلے لمحے اس نے دیکھا۔

وہ دروازے کے پاس کھڑی تھی۔!

ڈرائیور اور کریمن بوا باہر نکل گئے۔!

وہ دھیمے سے بولی۔

ہم نے آپ سے کہا تھا نا۔ کہ ہم سے انتظار نہیں ہوتا۔

"آؤ۔ آؤ۔ سائرہ۔" وہ تھکی ہوئی آواز میں بولا

وہ آگے بڑھی۔ لیکن اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ چہرہ ایک دم

بیکا پڑ گیا۔

"نصیب دشمناں، طبیعت ناساز ہے کیا۔!"

وہ بیمار سی ہنسی ہنس دیا۔!

"تو مجھے خبر کی ہوتی۔ وہ پریشان سی ہو گئی۔

"تم بیٹھو تو۔!" اس کے لہجے میں پیار امڈ رہا تھا۔

"آپ کو تو بڑا تیز بخار ہے۔!" وہ اس کا ماتھا چھو کر بولی۔

"تھا۔!" وہ آہستہ سے ہنسا۔

"اور اب۔!" سائرہ کے لہجے میں شوخی تھی۔

"اب نہیں ہے۔!"

"ایسے۔" وہ اس کے کان کے پاس منہ لا کر بولی۔

"نہیں ہے۔!"

"کیوں۔!"

"تم جو آگئی ہو۔!"

وہ ہنس دی۔

کہنے لگی۔

"مجھے خبر کیوں نہ کی۔!" وہ روٹھی روٹھی سی بڑی پیاری لگ رہی تھی۔

"تم پریشان ہو جاتیں۔!"

"اور اب نہیں ہوں کیا۔؟"

"کہو — !"

وہ شرما سی گئی۔ کہنے لگی۔

"ثاقب — !"

"ہوں — !"

"ہم مر جائیں گے — !"

"ایسا نہ کہو — !" ثاقب نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا — !

"تو پھر ہمیں اپنی دنیا میں لے آیئے — یا پھر ہماری دنیا میں آجایئے — !"

ثاقب نے دکھ سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"تھوڑا سا انتظار اور سائرہ — !"

"نہیں ہوتا — !" اس کی آواز بھرا گئی۔

وہ دکھ سے اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔

"ثاقب — !" وہ اپنی آنکھوں کی گہرائیاں اس کی آنکھوں میں انڈیلتی ہوئی بولی۔

"ہوں — !"

"روحی سے آپ ملے — ؟"

"نہیں — !"

وہ خاموش سی ہو گئی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔

"ڈرتی ہوں۔"

"کیوں۔؟"

"روحی ہمیں چھوڑ جاتے۔!"

"پگلی ہو تم۔!"

"ہاں ثاقب۔ یہاں آپ اکیلے رہتے ہیں۔ وہ ادھر ادھر دیکھتی ہوئی بولی۔

"میں اوز آیا جان۔!"

"وہ کہاں ہیں۔!" اس کی آنکھیں جھک گئیں۔

"گھر پر نہیں ہیں۔"

وہ کتنی دیر تک وہاں بیٹھی رہی۔

پھر بولی۔

"آپ کی دنیا میں ہمارا دل لگ گیا۔

"سچ۔" ثاقب مسکرا کر بولا۔

"ہاں۔!

"جانے کو جی نہیں چاہتا۔! وہ آہستہ سے بولی۔

اس کے لہجے میں محبت تھی اور حسرت تھی۔

"تو مت جاؤ۔" وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دیا۔

"جانا تو پڑے گا ہی" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"ابھی نہ جاؤ" وہ آہستہ سے بولا۔

"کل آئیں گے ہم ۔" وہ مسکرا کر بولی۔
"کل تو انتظار رہے گا ۔" وہ ہنس دیا۔
اور وہ مڑ مڑ کر دیکھتی ہوئی دروازے سے باہر نکل گئی ۔!

امجد گزشتہ ساری رات نہ سو سکے تھے ۔!
صبح سویرے ہی وہ اٹھ کر دفتر آ گئے تھے ۔ پریشانی بڑھ گئی تھی ۔
بار بار اپنی آنکھوں سے عینک اتارتے ۔ شیشوں کو صاف کرنے اور پھر اس کے فریم ہکوں کو کانوں پر چڑھا لیتے ۔
کبھی یوں ہی فائلوں میں کچھ ڈھونڈنے لگتے ۔ یا پھر چند لمحے اپنا ہے میز پر چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور ادھر ادھر ٹہلنے لگتے ۔

سوچ کا سمندر تھا ۔ ویسے بعد گہرا ۔ !

وہ کھڑکی کے پاس کہنیاں ٹکا کر باہر خلاؤں میں گھور کر افق کے بے معنی نقوش میں جانے کیا ڈھونڈ رہے تھے کہ سیٹھ صاحب کمرے میں آ گئے ۔

" امجد ۔ ۔ ! " سیٹھ بولے ۔

" جی سر ۔ ۔ ! وہ مڑ کر بولے ۔

" کچھ باتیں کرنا ہیں تم سے ۔ ۔ ! " سیٹھ صاحب کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے ۔

" جی ۔ ! "

" بیٹھو ۔ ! سیٹھ صاحب نے کرسی کی طرف اشارہ کیا ۔

" فرمایئے ۔ ! "

" امجد ۔ تمہیں تو علم ہے ۔ میں عرصے سے بیمار ہوں ۔ !

" جی کیا پھر ۔ " امجد گھبرا کر بولے ۔

" دواؤں کے سہارے سے چل پھر رہا ہوں ۔ ڈاکٹر نے کہا ہے ۔ اس وقت آپریشن ضروری ہو گیا ہے ۔ سیٹھ کے چہرے پر فکر کی لکیریں واضح ہو گئیں ۔ !

" تو سر ۔ ! امجد پریشان لہجے میں بولے

" ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ میں آپریشن آسٹریلیا کے ہسپتال میں کرواؤں جہاں کے اسپیشلسٹ اس مرض پر قابو پا چکے ہیں ۔ اور میرا بھی خیال ہے وہاں چلا جاؤں ۔ ! "

"جی بالکل ٹھیک ہے آپ کو ضرور ساتھ جانا چاہیئے۔!" اگر حکم کریں تو میں یا ثاقب ساتھ چلے جائیں۔" امجد بولے۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔! میں یہ بھی علم ہے کہ زرین نے اپنی بیماری آج تک روحی سے چھپا رکھی ہے۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہے۔ پریشان ہوگی وہ۔ اور میں اس کی پریشانی نہیں دیکھ سکتا۔! میں چاہتا ہوں کہ جانے سے پہلے اس کی شادی کر دوں۔ دیکھو نا۔ زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ مگر۔ خیر۔" سیٹھ صاحب کے چہرے پر غم کے سائے لرز گئے۔

"آپ حکم کریں۔!" امجد غمزدہ سی آواز میں بولے۔

"ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ میں اسی ہفتے چلا جاؤں۔!"

"جی۔!" امجد کانپ گئے۔!

"تو امجد میں تم سے یہ کہنے آیا تھا۔ کہ ایک دو روز میں شادی کر دی جائے۔ تم تیار رہنا۔" سیٹھ صاحب کے ہونٹوں پر غمزدہ سی مسکراہٹ تھی۔

"جی۔ جی ہاں۔ جیسے آپ چاہیں۔!" امجد آہستہ سے بولے۔

"تو میرے خیال میں جمعہ کا دن اچھا رہے گا۔! آج بدھ ہے۔ جمعہ کی شام کو یہ مبارک کام ہو جانا چاہیئے۔!"

"مگر۔ سر مجھے کچھ تیاری۔!" امجد آہستہ سے بولے۔

"سب ٹھیک ہے امجد ۔ میرے پاس جو کچھ ہے تمہارا اور ثاقب کا ہے ۔ البتہ ایک بات ٹھیک ہے ۔ اور ہاں امجد رومی کو میری بیماری کا پتہ نہ چلے ۔ اسے میں نے یہی کہا ہے کہ کاروبار کی وجہ سے مجھے آسٹریلیا جانا ہے ۔ !"

"جی ۔ ! امجد آہستہ سے بولے ۔

"تو میں چلوں ۔ !" سارے کاغذ وغیرہ چھوڑے ہیں ۔ یہ بھی کر لینا ۔ اچھا خدا حافظ ۔ !"

سیٹھ صاحب تو باہر نکل گئے

اور امجد نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا ۔

ذہنی کشمکش نے ان کا ذہن مفلوج کر دیا تھا ۔ !

ایک گھنٹہ ۔ !

دو گھنٹے ۔ !

تین گھنٹے ۔ !

حتیٰ کہ پورا دن بیت گیا ۔

وہ یوں ہی بیٹھے رہے ۔

سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا ۔ کہ

اسی وقت اشرف کہیں سے آ گیا ۔

"ابو ۔" اشرف کمرے میں آ کر بولا ۔

"اشرف ۔" امجد کا چہرہ پسینے سے تر ہو رہا تھا ۔ !

"انکل خیریت تو ہے نا۔" اشرف ان کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا

"بیٹے میں برباد ہو گیا۔ بیٹے مجھے بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔" امجد کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"انکل کچھ کہیے تو سہی۔ بات کیا ہے۔" اشرف ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"ثاقب نے شادی سے انکار کر دیا اشرف۔" امجد دکھ سے بولے۔

"وہ تو پاگل ہو گیا ہے۔" اشرف بولا۔

"تم ہی اسے سمجھاؤ۔ اشرف بیٹے۔ اگر اس نے یہ شادی نہ کی تو میں خودکشی کر لوں گا۔"

"انکل حوصلہ رکھیے۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا"

"مگر بیٹے۔ سیٹھ صاحب آسٹریلیا جا رہے ہیں اور شادی کے لیے جمعہ کا دن مقرر کر گئے ہیں۔ ایک دن بیچ میں رہ گیا ہے۔"

"مگر انکل اتنی جلدی کا۔" اشرف بولا۔

"بیٹے سیٹھ صاحب کو اسی لیے ضرور جانا ہے۔"

"مگر کیوں۔"

"وہ بیمار ہے۔ اور وہاں آپریشن کی غرض سے جا رہے ہیں۔ اس لئے وہ بیٹی کی شادی ضرور کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ مجھ سے صبح سب کچھ طے کر گئے ہیں۔" امجد آنسو چھپاتے ہوئے بولے۔

" اور آپ نے انکل ان کچھ کہا نہیں - !"

" میں کیا کہہ سکتا تھا - !" اور پھر ایسے وقت میں جب معمولی سا صدمہ بھی ان کی جان لے سکتا تھا - آہ ثاقب ! تم نے مجھے کہیں کا نہ رکھا - ! ثاقب ! تمہیں تو میں نے کبھی کچھ بتایا ہی نہیں کہ سیٹھ صاحب کے کتنے احسانات ہیں مجھ پر - تمہاری تعلیم کا سب خرچ سیٹھ صاحب نے اٹھایا ہے ثاقب - !" اور تو باتیں الگ میرا آبائی مکان پچاس ہزار میں رہن پڑا تھا - سیٹھ صاحب نے وہ پچاس ہزار بھی دیئے - اور آج تک مطالبہ نہیں کیا - اب ایسے محسن کو میں کیسے کہہ سکتا تھا - اور اس نے تو اپنا سب کچھ ثاقب کو سمجھ لیا ہے - اپنے جگر کا ٹکڑا دے دیا -

" بتاؤ اشرف - ! میں ان سے کیسے کہہ سکتا تھا کہ ثاقب نے شادی سے انکار کر دیا ہے -

" انکل - " اشرف کچھ سوچ کر بولا -

امجد نے دکھی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا ان کے چہرے پر دنیا جہان کی پریشانیاں تھیں - بے چارگی اور بے بسی تھی -

" انکل - اس وقت ایسی باتوں سے کام نہیں چلے گا - وہ جذباتی ہو رہا ہے - کہیں کچھ کر نہ بیٹھے - میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے - !"

" کیا بات - " اس وقت تم کچھ بھی کہو میں کرنے کو تیار ہوں - "

امجد جلدی سے بولا۔

" اس سے کہہ دیجیے کہ پرسوں شادی ہے اور اگر وہ شادی نہیں کرنا چاہتا تو ایک لاکھ روپیہ لا کر دے دے۔ کیونکہ سیٹھ صاحب کو آپ نے ایک لاکھ روپے دینا ہیں۔ ! "

" مگر۔ ! "

" وہ آپ مجھ پر چھوڑیئے۔ چلئے اگر چھپتے ہیں۔ ! "

" مگر بیٹے وہ۔ ! "

" اصل میں اسے خوب جانتا ہوں۔ ! وہ یوں نہیں مانے گا۔ اور آپ یہ بھی تو نہیں جانتے کہ وہ انکار کیوں کر رہا ہے۔ "

اشرف آہستہ سے بولا۔

" کیوں کر رہا ہے انکار۔ ! "

" چھوڑیئے اس ذکر کو۔ ہاں تو آپ کو یہی کہنا ہے کہ وہ کل تک ایک لاکھ روپے لا دے ورنہ شادی کی تیاری کرے۔ آپ اس سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ سیٹھ صاحب کا ایک۔ لاکھ روپیہ آپ کی طرف بنتا ہے اور وہ لاکھ روپیہ دے کر آپ استعفیٰ دے سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک لاکھ روپیہ نہیں لا سکتا۔ ! " اشرف سوچتا ہوا بولا۔

" سوچ لو۔ ! کہیں بات الٹی نہ ہو جائے۔ ! "

" نہیں ہوگی۔ ! " میں ہر طرف سے ڈھال بن جاؤں گا۔ "

مسکرا کر بولا۔

"جیتے رہو بیٹے ۔"

"چلو ۔"

دونوں گھر آئے تو ثاقب کا بخار اور تیز تھا ۔

اور پلان کے مطابق اشرف نے تمام باتیں ۔ سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق ثاقب سے کہہ دیں ۔

"میں لاکھو روپے کہاں سے لاؤں اشرف ۔" ثاقب بے بسی سے بولا ۔

"تو پھر شادی کرلو ۔ !"

"شادی بھی نہیں کرسکتا ۔ !"

"کمال ہے شادی نہیں کرسکتے ۔ باپ کا قرضہ نہیں اتار سکتے ۔ !"

ثاقب خاموش لیٹا چھت کو گھور رہا تھا ۔ !

"پھر کیا سوچا ۔ !" اشرف بولا ۔

"سوچنا کیا ہے ۔ !" یہ میرا فیصلہ ہے کہ شادی نہیں کروں گا ۔" وہ اشرف پر جلتی ہوئی نگاہ ڈالتا ہوا بولا ۔

تو پھر ایک لاکھ روپے کا بندوبست کرلو تاکہ انکل سیٹھ صاحب کا قرض ادا کریں اور استعفیٰ دیں ۔ کیونکہ جو پوزیشن تم نے پیدا کردی ہے اس کے بعد یہ تو ممکن نہیں کہ سیٹھ صاحب اور انکل کے تعلقات رہ جائیں ۔ !"

"میں لاکھ روپے کہاں سے لاؤں ۔؟" وہ بے بسی سے بولا۔

"نواب زادی سے مانگ لو ۔" اشرف کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اشرف ۔!" ثاقب چیخ اٹھا۔

"کیوں ۔؟"

"تم سمجھتے ہو کہ میں اتنا گرا ہوا ہوں ۔" اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔

"نہیں نہیں ۔ میں یہ کیوں سمجھنے لگا ۔ تم تو بہت بلند انسان ہو ۔ کسی کی لڑکی کو تم نے مولی گاجر سمجھ لیا ہے ۔ اپنے باپ کی ساری عمر کی محنت پر پانی پھیر دیا ۔ واہ رے میرے عاشق ۔ عشق ہوا نا ۔ اللہ قسم کون کہتا ہے کہ اس زمانے میں فرہاد اور مجنوں نہیں ہیں ۔!"

اشرف نے قہقہہ لگایا۔

"اشرف ۔" ثاقب غصہ سے گرج کر بولا۔

"یہی ہے انسانیت ۔ اچھا ہیں تمہارے دعوے ۔ تم تو کبھی شکست نہیں کھا سکتے پھر ۔ کیوں گھبرا رہے ہو ۔ لے آؤ ایک لاکھ روپیہ ۔ نواب زادی کیلئے تو معمولی بات ہے ۔!"

"اشرف ۔ میرا امتحان نہ لو ۔!"

"بہت ہو چکا ثاقب ۔!" اشرف کے لہجے میں نرمی آ گئی کہنے لگا

"آج جب میں انکل کے دفتر گیا تو ان کی حالت ایسی تھی کہ ابھی کچھ کر گزر رہیں گے۔ بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کر گھر لایا ہوں۔ خدا کے لئے مجھو اور روبی سے شادی کر لو۔ نواب زادی کا کیا ہے۔ یہ مالدار لڑکیاں محبت فیشن کے طور پر کرتی ہیں۔ تم دیکھ لینا۔ جب تم روبی سے شادی کر لوگے۔ وہ تمہیں پہچانے گی بھی نہیں۔ سب کچھ بھول جائے گی۔!"

"یہ جھوٹ ہے اشرف۔ جھوٹ ہے۔!" وہ تڑپا۔

"آزما لینا۔!"

"نواب زادی کو میں نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔" ثاقب آنکھیں بھینچ کر بولا۔ اس کے چہرے پر عزم تھا۔!

"ٹھیک ہے۔" اشرف جل کر بولا۔

اسی لمحے امجد اندر آ گئے۔ کہنے لگے:!

"تم نے بتا دیا اشرف اسے۔"!

"جی ہاں انکل۔" اشرف بولا۔

"تو پھر اس سے کہہ دو کل سپرد لبنت کرلے۔!"

"ابا جان۔" ثاقب بے بسی سے بولا۔

"ثاقب: جو تم چاہتے ہو میں تیار ہوں۔!" مگر میں نے مجبوری کا تمہیں بتا دی ہے۔!

"ہمز اشرف مجھے تم سے کام ہے۔" امجد بولے۔

اشرف احمد کمرے سے باہر نکل گیا ۔

اور ثاقب نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا ۔ ذہن الجھ رہا تھا ۔ سینے میں آگ سی لگی تھی ۔

" مجھے اپنی محبت کو ہر صورت بچانا ہے ۔ خواہ مجھے نواب ہادی سے بھی یہ رقم کیوں نہ لینا پڑے ۔ میں اس سے کہہ دوں گا ۔ وہ میری ہے وہ میری خاطر سب کچھ کر سکتی ہے ۔
سب کچھ کر سکتی ہے ۔!

تمام رات وہ سلگتا رہا

وہ کیا سوچے گی۔!

وہ کیا سوچے گی۔!

وہ کہے گی۔ میں اس کی دولت دیکھ کر یہ ڈھونگ رچا
رہا ہوں۔!"

کہے گی۔ مجھے دولت سے پیار ہے۔!

مگر۔

میں اجلا سے صاف صاف کہہ دوں گا۔!

وہ رات بھر خیالات کے بھنور میں پھنسا رہا۔!

"کبھی دل جھک جاتا۔!

اور کبھی ذہن پکارتا۔!

جنگ جاری تھی۔ !

اور جنگ کے ہولناک شعلے تھے۔ تیز تیز دھماکے تھے۔

صبح ہوگئی۔

امجد پھر صبح سویرے ہی نکل گئے۔ وہ یوں ہی لیٹا تھا۔

ذہنی اضطراب نے اس بری طرح تھکا ڈالا تھا۔

حالات کے سنگریزے دل و دماغ کو زخمی کرتے رہے۔ !

اس نے گھبرا کر آنکھیں بند کرلیں۔

اپنی آنکھوں پر انگلیوں کے لمس محسوس کر کے اس نے آنکھیں کھول دیں۔

دیکھا۔ !

وہ سامنے کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ دھیرے سے مسکرائی روشنی کی ایک باریک سی لکیر اس کے ہونٹوں کو چھو کر گزر گئی۔

گلابی ریشم کی ساڑھی میں ملبوس۔ بالوں میں سفید پھولوں کی لڑیاں لگائے۔ وہ بڑی پیاری لگ رہی تھی۔

"سائرہ۔ !"

"کیسی طبیعت ہے حضور کی۔" وہ آہستہ سے ہنسی۔

"جی رہا ہوں۔ !" وہ آہستہ سے بولا۔۔

"یہ مایوسی۔ یہ اداسی۔ وجہ۔ !" اس کا چہرہ اداس ہو گیا۔ !

" بیٹھو تو ۔ " ثاقب کو لگا جیسے وہی لمحات ہیں ۔ وہی محبت
وہی چاہت سمٹ آئی ۔ !
وہ سامنے کرسی پہ بیٹھ گئی ۔
ثاقب ۔ خاموش خاموش اسے دیکھے جا رہا تھا ۔ !
پاگلوں کی طرح ۔ !
" کتنے ہی لمحے بیت گئے " ۔ خاموش خاموش سے لمحے ۔ !
گونگے لمحے ۔ !
کافی دیر بعد وہ بولی ۔
" پریشان دکھائی دیتے ہیں آپ ۔ ! "
" ہاں سائرہ ۔ میں بہت پریشان ہوں ۔ وہ تھکا تھکا سا لگ
رہا تھا ۔ !
ہمیں نہ بتایئے گا ۔ ! "
" تمہیں نہ بتاؤں گا تو کسے بتاؤں گا ۔ ! "
وہ مسکرا دی ۔
" سائرہ ۔ ! سائرہ مجھے ایک لاکھ روپے لا دو ۔ " لا دو گی نا
۔ بتاؤ لا دو گی نا ۔ " وہ اس کا چہرہ اپنی ہتھیلیوں میں لیتے ہوئے بولا ۔
چند لمحے وہ اس کی طرف دیکھتی رہی ۔ پھر بولی ۔
" یہ پریشانی ہے ۔ ! "
" ہاں ۔ ! "

"ہم نے سمجھا جانے کیا ہوا ہے۔ !" وہ ہنس دی۔

"تو۔ تو لا دو گی۔ !"

"کوئی اور بات کیجئے۔ !" وہ مسکرا کر بولی۔ ہاں شاقب آپ کے ابّا آج بھی گھر پر نہیں۔

شاقب صرف اس کے چہرے کو دیکھ کر رہ گیا۔ !

کتنی دیر وہ بیٹھی رہی۔ اس نے دنیا جہان کی باتیں کیں۔ اس کا یہ انداز شاقب کے لئے عجیب تھا۔ اس نے ایک بار بھی پیسوں کا ذکر نہ کیا۔ اور شاقب کو بھی پھر وہ بات کرنا مناسب نہ تھا۔

وہ اسے دیکھتا رہا۔ کھویا کھویا سا۔ !

جیسے آخری بار دیکھ رہا ہو۔ !

اشرف آ گیا تو وہ محبت کی نظروں سے مڑ مڑ کر دیکھتی ہوئی چلی گئی۔

"ہوں۔ !" اشرف نے اسے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ جو اب تک باہر دیکھ رہا تھا۔ جہاں سے نواب زادی ابھی ابھی نکل کر گئی تھی۔

"شاقب۔ !" اشرف بولا۔

"آں۔ ہاں۔ !" وہ چونکا۔

"تو پھر تم نے کیا سوچا۔ ؟"

اشرف۔ آج جانے کیوں میں اپنے آپ کو اتنا چھوٹا سمجھ رہا ہوں۔"

"کیوں۔؟" اشرف بولا۔

"میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھے ایک لاکھ روپیہ لا دے؟"

"پھر۔" اشرف کے لہجے میں اشتیاق بھی تھا۔ اور خوف بھی۔!"

"اس نے کوئی بات نہیں کی۔ شاید وہ ٹال گئی ہے یا۔ اس کی لاپرواہی سمجھ میں نہیں آئی مجھے۔!"

اشرف نے زور سے قہقہہ لگایا۔ اور بولا۔

"ہو گئی محبت تمام محترمہ کی۔ شکر ہے تمہیں علم ہو گیا۔ میں نے کہا تھا نا۔ کہ وہ محبت صرف فیشن کے طور پر کر رہی ہے۔ اپنی بوریت دور کرنے کے لئے۔ تم نے دیکھا۔ اس کے چہرے پر کوئی خاص ردِعمل نہیں تھا۔! ہمیشہ کی طرح نارمل تھی۔ تم نے دیکھا جب ایک لاکھ روپے مانگے تو اس نے لاپرواہی ظاہر کی۔ میرے دوست۔! ان لوگوں کو ایک پائی سے محبت ہوتی ہے۔ انسانوں سے نہیں۔"

"نہیں اشرف۔! وہ یقیناً میرے بارے میں کوئی اچھی رائے لے کر نہیں گئی ہے۔ وہ سمجھتی ہوگی کہ مجھے اس کی دولت سے پیار ہے۔ اور میں نے یہ ڈھونگ رچایا ہے۔ اشرف۔ وہ میرے دل میں بس گئی ہے۔ مجھے پچھتاوا ہے تو اس بات کا۔ کہ میں نے اس سے کیوں یہ بات کہی ہے میں ذلیل ہو کر رہ گیا ہوں اشرف۔ اسے مجھ سے واقعی پیار ہے!

"پیار ہے۔ ! اشرف کے لبوں پر طنزیہ ہنسی تھی۔ کہنے لگا۔ یہی پیار ہے۔ کہ تم نے اسے اپنی پریشانی بیان کی اور اس پر رقی بھر اثر نہ ہوا ۔ ثاقب۔ اسے اگر تم سے پیار ہوتا تو وہ اسی وقت بھاگتی ہوئی جاتی اور رقم لاکر تمہیں دیتی۔ اس کے پاس کس چیز کی کمی ہے۔

"کیا سوچتی ہوگی وہ۔ ثاقب کے دل میں اب بھی وہ چھپائی ہوئی تھی۔

"وہ۔ میں جانتا ہوں کیا سوچتی ہوگی۔!"

"کیا۔ ثاقب نے پوچھا۔

"یہی کہ اب کس کو پھانسنا چاہئے۔!"

"نہیں نہیں۔" ثاقب گھبرا کر بولا۔

"کیوں نہیں۔ دیکھ لینا تم۔!"

"نہیں اشرف۔ وہ بھلا ایسا کیوں کرے گی۔ وہ تو نواب زادی ہے۔!"

"یہ تم نے خوب کہی۔ ارے بھئی دولت ہی تو سب کچھ نہیں۔ جذبات بھی ہیں۔ وہ یہ سب کچھ اپنے جذبات کی تسکین کے لئے کرتی ہے۔

"غلط ہے اشرف۔ تم کتنی نیچی باتیں سوچتے ہو۔ ثاقب کے لہجے میں حقارت تھی۔

"چند روز بعد تم جان جاؤ گے۔ خیر۔ اب تم انسان

جان جاؤ ۔ اور انکل کو پریشان نہ کرو ۔ رومی میں کیا کمی ہے ۔ !"
خوبصورت ہے ۔ خوب سیرت ہے ۔ اس کے ساتھ شادی
کے بعد تمہارا مستقبل بھی حسین ہے ۔ !"

"مجھے نہیں چاہیے یہ سب کچھ ۔" ثاقب کے لہجے میں جھلاہٹ
تھی ۔ !

"میں کہتا ہوں انسان بنو ۔ !"

"اشرف ۔ خدا کیلئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ۔ !"

"اب تمہاری کوئی بات نہیں سنی جائے گی ۔ اٹھو ۔ اور اپنی
حالت سنوارو ۔ اٹھو ۔ !

مگر ثاقب خاموش باہر دیکھتا رہا ۔ !

نواب مرادی کار میں بیٹھ رہی تھی کہ جابر قریب آگیا۔

"کہاں کی تیاری ہے۔" نواب جابر چھڑی ہلاتا ہوا بولا۔

"شہر جا رہے ہیں ہم۔!"

"ضرور جانا ہے۔!" جابر مسکرایا۔

"ہاں۔!"

"تھوڑی دیر رک جائیے۔ آپ سے ضروری باتیں کرنا ہیں۔ یا پھر ہم آپ کے ساتھ ہی شہر چلے چلتے ہیں۔" جابر کے ہونٹوں پر ہوس سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔

"آئیے، آپ کی باتیں سن لیں پہلے۔" وہ کار سے اتر آئی اور بیزاری سے اس کے ساتھ ہولی۔

دونوں ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔!

"سنبل۔ کافی تو پلاؤ۔ !" جابر ہنستے ہوئے بولا۔
"ابھی لائی حضور۔" سنبل سر جھکا کر بولی۔
"کہیئے۔" سائلہ بیزاری سے بولی۔
"کئی روز سے آپ اس طرف نہیں آئیں۔ !"
" جابر سرخ آنکھوں سے اسے گھورتا ہوا بولا
" فرصت نہ ملی۔ !" وہ لاپرواہی سے بولی۔
"کیا ایسے کام پڑ گئے۔ ؟ اس کے لبوں پر طنز تھا۔
" بس نہیں ملی فرصت۔ ! وہ ناگواری سے بولی۔
جابر کے لئے سائلہ کی شخصیت ہمیشہ ہی ایک معمہ بنی رہی تھی۔ !

وہ اس کے ادائے حسن کی تمکنت اور خاموشی سے مرعوب سا تھا۔ ! کئی بار اس نے سوچا کہ وہ اس سے شادی کی بات کرے لیکن اس سے بات چیت کرنے کی ہمت نہ پاتا۔ !

آج تک وہ کئی عورتوں کو نزدیک سے دیکھ چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سنجیدہ سے سنجیدہ عورت بھی دو ایک ملاقاتوں کے بعد اپنے اصل روپ میں آجاتی ہے۔ اور تکلف و تصنع کے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ اور پھر عورت صرف عورت رہتی ہے۔

مگر سائلہ کے سامنے وہ بے بس تھا۔ وہ سامنے لاپرواہی سے بیٹھی تھی۔ کھڑکی سے باہر جانے کیا دیکھ رہی تھی۔ اور کیا کیا سوچ

رہی تھی۔

سوچ کی لکیریں اس کے خوبصورت چہرے پر ابھر ابھر کر مٹ رہی تھیں۔ جابر نے دیکھا۔ اس کے سفید چہرے پر شفق جیسی سرخی کا غبار پھیل پھیل کر سمٹ رہا ہے۔ یقیناً وہ کسی بہت اچھے تصور میں کھوئی ہوئی تھی۔ ہونٹ۔ جن پر آپ ہی آپ مسکراہٹ سی ابھر رہی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی اور

اس کے سینے کی مرمریں لہریں کچھ بے تاب سی تھیں۔ یقیناً اس کی سوچ اس کے اپنے جذبات میں الچل مچا رہی تھی۔

اور جابر کو یہ سمجھنے میں ذرا بھی دیر نہ لگی کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔ اس نے بستی کے لوگوں سے سن لیا تھا کہ نواب زادی نے جیون ساتھی چن لیا ہے۔

اور اسے یہ بھی علم ہو گیا تھا کہ کوئی اجنبی یہاں کچھ روز رہ کر گیا ہے۔

نواب زادی اب بھی اسی کے بارے میں سوچ رہی ہے۔ یکایک وہ چونک گئی اور کہنے لگی۔

"نواب جابر آپ نے ہم سے کچھ کہنا تھا۔ کہہ دیجئے۔ ہمیں کہیں جانا ہے۔ ہمارا وہاں انتظار ہو رہا ہو گا۔"

"کہاں جانا ہے۔" جابر کے ہونٹوں پر زہرخند مسکراہٹ پھیل

گئی ۔

"کہیں جانا ہی ہے ۔ !" اس کے گال سرخ ہو گئے ۔

"ہمیں نہ بتایئے گا ۔ !"

"وقت آئے گا تو آپ کو پتہ چل جائے گا ۔" وہ شرما سی گئی ۔

"تب تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے ۔ !" وہ مکروہ سی ہنسی کے ساتھ بولا ۔

"آپ کیوں چلیں گے ۔ !"

"کیا ہم وہاں نہیں جا سکتے ۔ !"

"نہیں ۔ !"

جابر کا چہرہ پھیکا پڑ گیا ۔ کہنے لگا ۔

" امی حضور کی طبیعت ناساز ہے ۔ انہوں نے آپ کو اسی وقت یاد فرمایا ہے ۔ !"

اسے جلدی میں یہی بات سوجھی ۔ اصل میں تو وہ سائرہ کو روکنا چاہتا تھا ۔ جب سے اس نے سنا تھا کہ کوئی اجنبی یہاں رہ کر گیا ہے ۔ اس کے کلیجے پر سانپ لوٹ رہے تھے ۔ !

"کیا ابھی ۔ !" وہ پریشان ہو کر بولی ۔

"جی ابھی ۔ !"

"ہم شام کو آجائیں گے ۔ !" وہ ٹالتے ہوئے بولی ۔

"ان کی طبیعت بہت خراب ہے ۔ !"

"مگر۔۔!"

"اگر مگر چھوڑیے۔ اور ہمارے ساتھ چلیے۔ امی حضور نے کہا ہے۔ کہ آپ کو ساتھ لے کر آئیں۔!"

"مگر اس وقت تو ہمیں بہت ضروری کام تھا۔!" وہ گھبرا کر بولی۔!

"ہو جائے گا کام چلیے۔!"

"چلیے۔ وہ بادل نخواستہ اٹھی اور جابر کی کار میں آ بیٹھی۔ کہنے لگی۔

"ہم جلدی واپس آ جائیں گے۔!"

آسمان پر بادل گھر گھر کر آ رہے تھے۔ گرج اور چمک بھی جاری تھی۔!

"ہاں ہاں جس وقت آپ کہیں گی چھوڑ جاؤں گا۔!"

چند کوس کے فاصلے پر احمد پور کی بستی تھی۔ جہاں جابر اپنی ماں کے ساتھ رہتا تھا۔

ابھی گاڑی کچھ دور ہی چلی تھی کہ بارش آ گئی۔! راستے دھواں دھواں سے لگ رہے تھے۔!

"اوہ۔ بارش بھی آج ہی ہونی تھی۔!" نواب زادی جھلّا کر بولی۔

جابر ہنس دیا۔ کہنے لگا۔

" معلوم ہوتا ہے جس جگہ آپ جا رہی تھیں ۔ بڑی دلچسپ جگہ ہے ۔ !"

" کیوں ۔ " وہ غصہ سے بولی ۔

" آپ کی بیتابی سے اندازہ ہوا ہے ۔ " وہ ہنستے ہوئے بولا ۔

وہ خاموش سی ہو گئی ۔

" گاڑی کچھ دیر روکنی پڑے گی ۔ بارش بہت تیز ہے ۔ !"

جابر نے گاڑی روک دی ۔

" اوہ ۔ کیا مصیبت ہے ۔ " وہ جھلا گئی ۔

" اس کی الجھن پر جابر کو ہنسی آ رہی تھی ۔ خوش ہو رہا تھا وہ ۔ !

گھنٹہ رکنے کے بعد جابر نے گاڑی اسٹارٹ کی ۔ تو اس کا غصہ انتہا پر تھا ۔ !

خاموش خاموش سی بیٹھی رہی ۔ !

جابر کی کوٹھی آ گئی ۔ تو وہ تیزی سے نیچے اتر آئی جابر کی امی پلنگ پر لیٹی تھیں اسے دیکھ کر بیٹھ گئیں ۔ !

" سائرہ بیٹی ۔ !

" آداب چچی حضور ۔ !" وہ ان کے قریب بیٹھتی ہوئی بولی ۔

" جیتی رہو ۔ !"

" آپ کی طبیعت کیسی ہے اب ۔ ہم تو پریشان ہو گئے اسنکر

کب سے بیمار ہیں آپ ۔۔۔" وہ ایک ہی سانس میں بولی ۔

"بیمار ۔ نہیں بیٹی ۔ بیمار کب ہیں ۔ !" یونہی سردی کی وجہ سے لیٹ گئے تھے ۔"

"جی ۔۔ !" مگر جابر بھائی نے تو کہا کہ خدانخواستہ آپ کی حالت بہت خراب ہے ۔ !" وہ حیرانی سے بولی ۔

"ایسے آپ کہاں آتیں ہمارے گھر ۔ " جابر ڈھٹائی سے ہنس دیا ۔

"بڑے شریر ہو جابر ۔ لڑکی کو پریشان کر دیا ۔ !ماں بیٹے سے ہنستے ہوئے کہنے لگیں ۔ !

نواب زادی کو غصہ تو بہت آیا ۔ مگر موقع کی غنیمت جان کر وہ زبردستی مسکرا دی ۔

کہنے لگی ۔ !

"ہم اپنے ضروری کام سے جا رہے تھے ۔ !"

"کیا کام تھا بیٹی ۔ !"

"کوئی کام تھا مگر بتانے والا نہیں امی حضور ۔ جابر ہنستے ہوئے بولا ۔

وہ دانت پیس کر رہ گئی ۔

"جابر بھائی ہمیں واپس پہنچا آئیے ۔ " وہ اسے تیز نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی ۔

"ابھی تو نہیں جانے دیں گے۔" اتنے روز بعد تو آئی ہو۔ صبح چلی جانا
امی فوراً بولیں۔
"نہیں پھپی حضور نہیں آج جانے دیجئے۔ قسم آپ کی ہم کل ضرور
آ ئیں گے۔!" نواب زادی ملتجی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔
"عجیب بات۔ آج ہم نہیں جانے دیں گے۔! موسم بھی
دیکھو کتنا خراب ہے۔ اس روز کی بارش میں تو ہم کبھی بھی نہیں جانے دیں
گے۔!" امی محبت سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولیں۔
"زکام ہو جائے گا۔!" جابر قہقہہ لگا کر بولا۔
"جب سے ڈاکٹری پاس کر کے آئے ہو ہر وقت بیماری کی باتیں ہی
کرتے ہو۔ کیوں ہو زکام۔ خیر کی بات کرو بیٹے۔
امی خوش دلی سے بولیں۔
اور نواب زادی کے دل کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو رہا تھا۔!
باہر بارش زور و شور سے برس رہی تھی۔!
اور نواب زادی بے بس ہو کر خاموش بیٹھ گئی۔ مارے رنج کے
اس کی آنکھیں برس پڑیں۔ امی اسے دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں
ان کی کتنی بڑی آرزو تھی کہ وہ ان کی بہو بنے۔ یہ بات انہوں
نواب صاحب مرحوم سے بھی کئی بار کہی تھی۔!
مگر نواب صاحب کا کہنا تھا۔ کہ شادی کا فیصلہ ان کی بیٹی
ہی کرے گی۔!"

اور جابر نواب زادی کو دیر تک تکتا رہتا تھا۔ !

اس کی نظر وہ نہیں سہے اسے وحشت ہوا کرتی۔ !

جب کبھی وہ کوٹھی آتا۔ اس کی یہی کوشش ہوتی کہ وہ اس سے نہ ملے۔

جابر اس کی اس نفرت کو جانتا تھا۔ مگر اسے بھی نواب زادی سے پیار تھا۔ سائلہ سے نہیں۔ !

اتنی بڑی جائیداد اسے زیادہ حسین معلوم ہوتی۔ !

وہ آس لگا کر بیٹھا تھا۔ !

ایک روز پہلے اسے اس کے منیجر نے بتایا کہ نواب زادی کے ہاں چند روز پہلے ایک اجنبی آکر ٹھہرا تھا۔ اور نواب زادی کو اس دن سے سب لوگوں نے خوش دیکھا تھا۔

جابر کا ماتھا اس خبر سے ہی ٹھنکا تھا۔ اسی لئے وہ نواب زادی سے ملنے چلا گیا۔ جہاں اس کی بیتابی اور خوشی دیکھ کر اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی۔ !

اور وہ سوچ رہا تھا کہ نواب زادی کو اجنبی سے ملنے نہیں دینا چاہیئے۔ !

مگر اسے یہ بھی تو معلوم نہ تھا کہ اجنبی ہے کون ؟ !"

وہ اسی ادھیڑ بن میں تھا۔ !

"نہ امی بولیں۔

"جابر تمہارے دو مریض آئے تھے۔!"

"ہوں۔ پھر۔؟"

"تمہارے اسسٹنٹ کے پاس بھیجدیا تھا ہم نے۔

امی بولیں۔

"ٹھیک ہے۔" جابر سائلہ کو تیکھی نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔

"سائلہ کو تم نے اپنا نیا اسپتال دکھایا۔!"

امی بولیں۔!

"انہیں ان دنوں فرصت نہیں۔" وہ اس پر گہری نظر ڈالتے ہوئے بولا۔

"جابر۔ ان باتوں کا مطلب۔!" نواب زادی سختی سے بولی۔

"مطلب کیا ہو سکتا ہے۔ یوں ہی بات کی ہے۔ آپ ابھی تو کہیں جا رہی تھیں۔ ابھی ابھی تو آپ کو کام تھا۔!"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔

وہ اس پر تیز نظر ڈال کر رہ گئی۔

"تم دونوں باتیں کرو۔ ہم ذرا خانساماں سے سائلہ کی پسند کی کوئی چیز بنوالیں۔!"

امی اٹھ کر باہر نکل گئیں۔!

"ان کے جانے کے بعد جابر بولا۔
"آپ کے مہمان چلے گئے۔؟
"کون مہمان۔!"
"سنا ہے کوئی خاص مہمان تھے۔!"
"تھے۔ پھر۔؟ وہ غصے سے بولی۔
"یوں ہی پوچھ لیا۔" وہ ہنس کر بولا۔
"آپ کو اس کا حق نہیں۔" وہ تیز لہجے میں بولی۔
"بڑا غصہ آرہا ہے آج آپ کو۔!"
وہ ڈھٹائی سے ہنسا۔!
"جابر تمہیں پہنچا آئیے۔!
وہ روہانسی ہو کر بولی۔
"اس بارش میں۔!"
"ہاں۔؟
"امی کیا کہیں گی۔!"
"ہم انہیں منا لیں گے۔"!
"راستہ خراب ہو چکا ہے۔ بڑے نالے میں پانی بہت جمع ہو چکا ہے۔ رات کو بارش نہ ہوئی تو صبح راستہ مل جائے گا۔" وہ اس کے جھنجلانے پر خوش ہو رہا تھا۔!
"اوہ۔!" اس نے سر تھام لیا۔ جابر اسے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا تھا

اور نواب زادی کے دل کی بیقراری بڑھتی جا رہی تھی۔
گھبرا کر وہ ٹیلیفون کی طرف بڑھی۔ مگر بارش کی وجہ سے
ٹیلیفون کی تاریں بھی خراب تھیں۔
وہ ہار کر صوفے پر گر گئی۔
جابر ہنس رہا تھا۔ اپنی ڈراؤنی آواز میں قہقہہ لگا رہا تھا۔!

سنبل ۔ ! یہ والا لباس دو ہمیں ۔ " نواب زادی کے سامنے لباس بکھرے ہوئے تھے ۔ رنگ برنگے ۔ اور خوبصورت ۔ مگر اس کے لیے چناؤ مشکل ہو گیا تھا۔

کہنے لگی ۔

" نہیں سنبل یہ بھی نہیں ۔ یہ آتشیں ساڑھی دو "

" سنبل حیران تھی کہ آج کیا بات ہے ۔ نواب زادی کو کوئی لباس بھی موزوں نہ لگ رہا تھا ۔

" لیجئے ۔ نواب زادی حضور ۔ ! سنبل نے آتشیں ساڑھی جس پر سنہری نلّے کی تاروں سے کام بنا ہوا تھا آگے بڑھا دی۔

" سنبل ۔ ہمارا جوڑا بنا دو ۔ اچھا سا ۔ " وہ ہنستے ہوئے بولی ۔

"نواب زادی حضور ۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیوں ۔ ؟"

"کچھ کارڈ آئے رکھے ہیں ۔"

"کیسے کارڈ ۔ !"

"تین کارڈ تو شاید شادیوں کے ہیں ۔ ایک سالگرہ کا اور دو دوسری پارٹیوں کے ۔ لاؤں ۔"

نہیں نہیں ۔ رہنے دو ۔ ان دنوں ہم کوئی تقریب اٹینڈ نہ کر سکیں گے ۔ اور ہاں منیجر سے کہنا کہ وہ مناسب جواب دے دیں ۔"

وہ اپنے کپڑوں پر سینٹ سپرے کرتی ہوئی بولی۔

"جی بہتر ۔"

"اچھا سنبل ۔ ہم شہر جا رہے ہیں ۔ دیر سے لوٹیں گے ایک بیگ ہماری خوابگاہ میں رکھا ہے ۔ وہ لا دو ۔"

سنبل بیگ لے کر ساتھ ساتھ کار تک آئی ۔

مہکتی ہوئی وہ کار میں آ بیٹھی ۔

ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر دی ۔

"تیز چلو ۔ !" اس کے چہرے پر گھبراہٹ اور خوشی کا امتزاج تھا ۔ !

"راستے پر الجھن ہو رہی ہے نواب زادی حضور ۔"

ڈرائیور بولا۔

"ہوں ۔ چلو تم ۔ نمبر چلو ۔ !"

تھوڑی دیر میں گاڑی ثاقب کے مکان کے سامنے تھی ۔ !

ہاتھ میں بیگ تھامے وہ باہر نکلی ۔

اور دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہوگئی ۔ صحن میں کوئی نہ تھا ۔

لبوں پر شگفتہ مسکراہٹ لئے جھکی جھکی پلکوں سے وہ ثاقب کے کمرے میں داخل ہوئی ۔

وہ سامنے ہی بیٹھا تھا ۔ کشمیری گاؤن پہنے ۔ !

ثاقب ۔ !" خاموش کمرے کا سحر ٹوٹ گیا ۔

ثاقب نے اس کی طرف دیکھا ۔

تو اس کے چہرے پر شوخیاں مچل گئیں ۔ دھڑکنوں کا شور لئے وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی ۔ !

وہ اسے خاموش خاموش دیکھے جا رہا تھا ۔

" ثاقب ۔ !" اس کے جذبات پھر بہکنے لگے ۔

وہ کچھ نہ بولا ۔

دکھ اس کی آنکھوں میں سمٹ آیا ۔

ثاقب ۔ ! ہم کل آنا چاہتے تھے ۔ مگر ہم مجبور ہوگئے ۔ ہمیں پتہ ہے آپ روٹھ گئے ہیں ۔ یہ بھی پتہ ہے کہ آپ اس لئے روٹھ گئے ہیں کہ کل ہم کیوں نہیں آئے ۔ !" ہم شرمندہ ہیں ۔ !" اس کی آواز میں

حسین سی شوخی تھی۔ !

وہ کچھ نہ بولا۔ بس دیکھتا رہا۔ والہانہ نظروں سے۔ !

"للہ معاف کر دیجئے نا۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

وہ تب بھی خاموش تھا۔

"آپ کی خاموشی ہمیں مار ڈالے گی۔ ہم رو دیں گے۔!" وہ واقعی رونہانسی ہوگئی۔

وہ اب بھی خاموش تھا۔

"ثاقب۔ ہم مر جائیں گے۔!" وہ آنسوؤں کے درمیان کہنے لگی۔!

"ہم روٹھ گئے تو مانیں گے بھی نہیں۔!"

عین اسی لمحے کمرے سے اٹیچ باتھ روم کا دروازہ کھلا

اس نے جلدی سے دیکھا۔

رومی سر پر تولیہ لپیٹے کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کر اس کے قریب آگئی۔ کہنے لگی۔

"ارے سائرہ۔ جاؤ میں تم سے نہیں بولتی۔"

وہ حیران حیران اسے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ خوشی وہ شوخی جو ابھی چند لمحے پہلے اس کے چہرے پر تھی۔ جانے ایک دم کہاں غائب ہوگئی تھی۔

رومی اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"جانتی ہوں اب تم کیوں آئی ہو۔ یقیناً معذرت کرنے۔ کہ

رومی فرصت نہ مل سکی ۔ ڈنر تھا ۔ پارٹی ۔ ادھر جانے کیا کیا۔
اور ساناؔ کو یوں لگ رہا تھا جیسے کمرے کو ۔ رومی کو ثاقب کو
اور سب کو کوئی ہوا میں زور زور سے چکر دے رہا ہے ۔
اس کے سامنے دھبے سے ناچ رہے تھے ۔!
رومی اس کی حالت سے بے خبر بولی۔
"ثاقب یہ میری بہت پیاری سہیلی ہے ۔ اور دیکھو تو میری
شادی پر نہیں آئی ۔!"
ثاقب اس کے چہرے پر بدلتے ہوئے رنگ دیکھ کر تڑپ سا گیا ۔!
" اے کہاں کھو گئیں ۔ " رومی اس کی ٹھوڑی چھوتی ہوئی بولی ۔
"آں ۔ ہاں ۔ ہوں ۔ !" اس کی آنکھوں میں طوفان
سا مچل رہا تھا ۔
" میں پوچھتی ہوں شادی پر کیوں نہیں آئیں ۔!"
" تمہاری شادی ہو گئی ۔ وہ بے یقینی کے عالم میں بولی ۔
رومی زور سے ہنس دی ۔
کہنے لگی ۔
" ہوش میں ہو نا ۔ کارڈ نہیں بھجوایا تھا میں نے ۔"
" یقین مانو رومی مجھے علم نہیں ۔ ورنہ ۔ ورنہ یہ ہو سکتا تھا
تمہاری شادی میں نہ آؤں ۔ " آنسو اس کی آنکھوں سے نکلنے کے
لئے بیتاب سے تھے ۔!

"اصل میں سائرہ - " سب کچھ اتنی جلدی میں ہوگیا - کہ میں خود حیران ہوں - "

رومی آہستہ سے بولی -

ثاقب اب بھی خاموش تھا -!

"ثاقب - آپ - حیران ہوں گے - مگر ہم دونوں میں اتنی بے تکلفی ہے - کہ جب دونوں ملتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں - کہ درمیان میں کوئی اور بھی ہے - " رومی ہنس کر بولی -

ثاقب کے ہونٹوں پر ایک پیارا سا تبسم رینگ گیا -

اور سائرہ کے لئے وہاں بیٹھنا مشکل ہوگیا - کہنے لگی -

" رومی ہم جا رہے ہیں - !"

" بس اتنی جلدی" رومی بولی -

" پھر کبھی آئیں گے - !" وہ اٹھتے ہوئے بولی -

" مگر اب اس گھر میں نہیں - کوٹھی میں آنا - ہم آج وہاں چلے جائیں گے -!" رومی بولی -

" اچھا - !" وہ درد چھپاتی ہوئی بولی -

" ہاں ڈیڈی پرسوں آسٹریلیا جا رہے ہیں - اب ثاقب بھی ہماری کوٹھی میں رہیں گے - !"

رومی مسکرا کر بولی -

" خدا حافظ - !" وہ آہستہ سے بولی -

" یہ آپ کا بیگ ۔" ثاقب اس کے قریب جا کر بولا۔
" آپ ہی کا ہے ۔ " وہ کہتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گئی ۔

" یہ بیگ ۔" ردمی اس کے جانے کے بعد بولی ۔
ثاقب خاموش تھا ۔!
ردمی نے بیگ کھولا ۔ اور بولی ۔ اس میں تو روپے ہیں
اس نے جلدی جلدی نوٹوں کی گڈیاں گنیں ۔
ثاقب ۔ ایک لاکھ روپے ہیں ۔ !" اوہ سمجھی ۔ یقیناً نواب زادی یہ شادی کا تحفہ دے گئی ہے ۔ " ردمی کی نظروں میں چمک آگئی ۔
اور ثاقب کا دل ٹکڑے ہو گیا ۔ اس نے دکھ سے نوٹوں کی طرف دیکھا اور دل کا زخم رسنے لگا ۔

ثاقب نے جب ساری بات اشرف کو سنائی تو اس کا سر جھک گیا۔

"دیکھ لیا اشرف۔" وہ بچوں کی طرح رو دیا۔

"میں شرمندہ ہوں ثاقب۔" اشرف آہستہ سے بولا۔

"مجھے نہ دن کا چین ہے۔ نہ رات کا آرام۔ کانٹوں پر بسر ہو رہی ہے زندگی۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ رومی کچھ روز کے لئے کراچی چلی گئی۔ ورنہ اس معصوم کا دل بھی ٹوٹ جاتا۔ آہ اشرف کیا کروں۔ میں کیا کر بیٹھا۔!" ثاقب پچھتاوے کی آگ میں دن رات جل رہا تھا۔!

اشرف خاموش بیٹھا تھا۔!

"اشرف جب وہ آئی تو کیا بتاؤں۔ وہ کتنی خوش تھی۔ اس روز

وہ ہمیشہ سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ !"

اور جب اس پر یہ انکشاف ہوا۔ کہ میری شادی ہو چکی ہے۔ تو بس نے قیامت دیکھی جو اس پر گزر گئی۔

میں نے اس کی آنکھوں میں مچلتا ہوا ایک طوفان دیکھا۔

وہ آنکھیں۔ !

وہ آنکھیں نہ تھیں اشرف۔ اس کے اجڑنے کی کہانیاں تھیں۔ !"

اس کے چہرے پر دھواں سا پھیل گیا تھا۔

" اشرف۔ میں اس کے بغیر مر جاؤں گا۔ میں مر جاؤں گا اشرف۔ !"

وہ اس کی گود میں سر رکھ کر سسکنے لگا۔ !

اور اشرف کی زبان بند تھی۔ اس کی نظر میں وہ بلند ہستی تھی جس کے لئے اس نے کیا سوچا تھا۔ اور کیا کیا کہہ گیا تھا۔ اسے اپنے آپ پر ندامت سی محسوس ہو رہی تھی۔ !"

" ثاقب۔ ! کافی دیر چپ رہنے کے بعد اشرف بولا۔

ثاقب نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

" وہ روپے کہاں ہیں۔ اسے واپس کر دو۔" اشرف اداس لہجے میں بولا۔

" وہ۔ وہ روپے رومی نے رکھ لئے ہیں۔ وہ کہتی ہے نواب زادی

شادی کا تحفہ دے گئی ہے ۔"

ثاقب کی آواز میں رقت تھی ۔

" تم نے اس سے کچھ نہیں کہا ۔

" میں کیا کہہ سکتا تھا ۔ !"

" تم نے کہا ہوتا کہ وہ یہ رقم واپس کر دے !"

" میں نے کہا تھا ۔ مگر وہ کہنے لگی ۔ میں نواب زادی کی عادت جانتی ہوں اگر یہ رقم اسے واپس کی گئی تو وہ ناراض ہو جائے گی ۔اس کا کہنا ہے کہ اسے بھلا لاکھ روپے کی کیا پرواہ ہے ۔ اس نے ہمیشہ سالگرہ پر قیمتی تحفے دیے ہیں ۔ !"

" پھر ۔ ؟"

" میں چپ ہو گیا ۔ مجھے تو ان دنوں اپنا ہوش نہیں اشرف ۔ میرا دماغ ماؤف ہو چکا ہے ۔ سوچنے سمجھنے کی طاقت سلب ہو چکی ہے ۔ ہر لمحہ اس کا اجڑا اجڑا سا چہرہ میرے دل میں آگ لگاتا رہتا ہے ۔ وہ اکیلی ہے ۔ وہ تنہا ہے اشرف ۔ وہ یقیناً تڑپ رہی ہو گی ۔ اس نے کہا تھا اشرف ۔ ہم مر جائیں گے ۔ ! کہیں وہ کچھ کر نہ لے ۔ مجھے اس کے پاس جانا چاہیئے ۔ !

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے ۔ چہرہ سفید پڑ گیا تھا ۔

"کیا کرنے ہو ثاقب ۔ !" اب تمہارا وہاں جانا

مناسب نہیں ۔ !"

"نہیں اشرف ۔ میں وہاں ضرور جاؤں گا ۔ اب مجھے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی ۔ !" وہ حرماں نصیب تڑپ رہی ہوگی ۔ تنہا ۔ ویران ۔ اور اداس ۔ !"

وہ پلنگ پر گر سا پڑا ۔

اشرف اس کے پاس بیٹھا تھا ۔ احمد رومی کے ساتھ کراچی گئے ہوئے تھے ۔

اس رات اشرف اسی کے پاس رہا ۔ !

کمرے میں اس کی ہچکیوں کی بازگشت پھیلی ہوئی تھی۔!

"للّٰہ نواب زادی حضور کچھ تو کہیے۔!" سنبل اس کے قریب کھڑی کتنی دیر سے اس سے پوچھ رہی تھی۔!

اور وہ پلنگ پر اوندھی لیٹی بچوں کی طرح ہچکیاں لے رہی تھی۔!

"نواب زادی حضور۔!" سنبل کی آنکھیں ان کے یوں تڑپنے سے برس رہی تھیں۔

"سنبل۔ ہم بڑے بدنصیب ہیں۔ ہم بدنصیب ہیں سنبل۔!

وہ ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"نواب زادی حضور۔ خدا کیلئے چپ ہو جایئے۔ جو کچھ ہوا

لیے بھول جائیے۔! سنبل اس کے شبنمی بال جن سے اس کا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ سمیٹ کر بولی۔

وہ بے چاری نہھی نوکرانی۔ بھلا وہ کیسے پوچھنے کی جرأت کر سکتی تھی۔ سوائے تسلی کے اور کچھ بھی تو نہیں کہہ سکتی تھی۔ حالانکہ اس وقت اس کا جی چاہ رہا تھا کہ نواب زادی سے پوچھے۔

"کس نے انہیں یہ تڑپ دی ہے۔!

"کون ہے اتنا بے درد۔!"

اسے یاد تھا۔

کل صبح جب وہ بڑے اہتمام سے آتشیں لباس میں ہنستی مسکراتی گھر سے باہر نکلی تھی۔ کتنی پیاری لگ رہی تھیں۔ اس وقت۔

"اس وقت اس نے یہی دعا کی تھی نظر نہ لگ جائے میری شہزادی کو۔!"

مگر۔

ضرور نظر لگ گئی ہے۔!

نواب زادی کی خوشبو کو کس نے ڈس لیا۔!

کون بے درد ہے وہ۔!

سنبل کا معصوم ذہن سوچ میں الجھا رہا۔

کل جب وہ واپس آئیں تو دنیا جہان کی مایوسیاں ان کے چہرے سے چھلک رہی تھیں۔!

رات بھر ان پر سکتہ طاری رہا۔ خاموش خاموش۔ کھڑکی کے باہر جانے کیا دیکھتی رہی تھیں وہ۔!

اور آج صبح سے برابر روئے جا رہی تھیں۔!

"یا الٰہی" سنبل نے صدق دل سے دعا کی۔

ان بیمار آنکھوں کی نیند لوٹا دے۔!

اس بے قرار روح کو قرار دے دے۔!

"میری شہزادی اچھی ہو جائے۔!

"میری شہزادی اچھی ہو جائے۔!

"سنبل۔!" وہ دکھ سے ٹوٹی ہوئی آواز میں بولی۔

"نواب زادی حضور۔!" سنبل قریب آ گئی۔

"سنبل ہم۔ ہم نہ کوئلہ ہیں نہ راکھ۔ ہماری زندگی۔ ارمانوں کی آگ تلے دب گئی سنبل۔!"

سنبل خاموش اور دکھی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔

"ہم زندگی کے اس بھیانک صحرا میں تنہا ہیں۔ بالکل تنہا۔!

"سنبل۔ ثاقب نے ہمیں اکیلا چھوڑ دیا۔ اور اپنی منزل پانے کے لئے ایک ہمسفر تلاش کر لیا۔

زندگی کی اس منزل میں ہم تنہا رہ گئے۔ اب تو۔ اب ہمیں وہ جگہ بھی نظر نہیں آتی۔ جہاں سے ہم نے اس سفر کا آغاز کیا تھا۔ ان ساری راہوں پر غبار سا چھا گیا ہے۔!"

"نواب زادی حضور ۔ !" اپنے آپ کو سنبھالئے ۔" آنسہ سنبل روتے ہوئے بولی ۔ " قسمت پر کس کا زور چلتا ہے ۔ !"

"آہ ۔ سنبل ۔ ! ہم اسے قسمت کا مذاق کہیں یا حالات کی ستم ظریفی ۔ کیا کہیں ۔"

اس نے تکیہ سے منہ چھپا لیا ۔ اور سسکنے لگی ۔

باہر اندھیرا پھیل رہا تھا ۔ اور نواب زادی کے دل پر بھی گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا گئے تھے ۔ !

" نواب زادی حضور" ۔ سنبل اس کے سامنے آکر بولی

"کیا ہے ۔۔؟"

" وہ آئے ہیں ۔!"

" کون ۔ ؟"

" وہی جی ۔ "

" وہی کون ۔ ؟ "

" وہ جی ۔ ثا ۔ ثاقب صاحب ۔ !"

وہ خاموش سی ہو گئی ۔

کتنی دیر بیت گئی ۔ سنبل سامنے کھڑی تھی ۔ اور سائرہ خاموش خلاء میں کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی ۔ !

"جی۔ کیا کہوں ان سے ۔!" سنبل کتنی دیر بعد بولی

"ان سے کہدو ہم ان سے نہیں مل سکتے ۔" اس کی آواز رقت میں ڈوب گئی۔

"جی ۔!" سنبل کمرے سے باہر نکل گئی۔

اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا ۔!

"حضور ۔ وہ فرماتے ہیں ۔ ملے بغیر نہیں جائیں گے ۔!" سنبل خوفزدہ سی آواز میں بولی۔

"کہدو ۔ ہم ان سے نہیں مل سکتے ۔!" اور ۔ اور وہ اسی وقت چلے جائیں ۔ اور یہاں کبھی نہ آئیں ۔ جاؤ کہدو ۔!"

مگر اس نے دیکھا ۔ نواب زادی کی خواب گاہ میں کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی۔

اور ثاقب کو یہاں دیکھ کر وہ آہستہ سے بولی۔

"آپ چلے جائیے خدا کیلئے ۔ نواب زادی حضور خفا ہوں گی۔ یہاں آپ کو نہیں آنا چاہیئے تھا ۔!"

مگر وہ یہ سنکر حیران رہ گئی ۔ نواب زادی کہہ رہی تھیں۔

"سنبل تم جاؤ ۔!"

وہ حیران حیران سی باہر نکل گئی ۔!

کتنے لمحے بیت گئے۔ چپ چاپ سے۔

ثاقب دروازے میں کھڑا تھا۔!

اور نواب زادی صوفے پر بیٹھی تھی۔!

وہ دل کی بے قراری پر قابو پاتے ہوئے آہستہ سے اٹھی اور کہنے لگی۔

"آئیے۔!"

"سائمہ۔!" ثاقب کے چہرے پر درد کی لکیریں واضح ہو گئیں

"روحی نہیں آئی آپ کے ساتھ۔" وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولی۔

وہ خاموش اسے دیکھتا گیا۔

"بیٹھئے نا۔" اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

مگر وہ بیٹھا نہیں۔ چند قدم آگے بڑھ آیا۔

"کیسے زحمت کی۔!" وہ آہستہ سے بولی۔

وہ تب بھی خاموش رہا۔

"آپ نے نہ بولنے کی قسم کھا رکھی ہے۔!"

وہ آہستہ سے ہنس دیا۔

"سائمہ۔۔" اس کی آواز منہ سے بوجھل تھی۔!

"فرمایئے۔!"

"میں۔ میں۔!"

"شرمندہ ہوں ۔ یہی نا ۔"

"سائلہ ۔ وہ ۔ میں ۔ ؛"

"مجبور تھا ۔ یہ کہنا چاہتے ہیں ۔ وہ پھر ہنس دی ۔

"سائلہ ۔ !" وہ بے بسی سے بولا ۔

"ثاقب صاحب ۔ جو کچھ ہوا ۔ خدارا اسے بھول جائیے اگر آپ کو ہم سے ذرا سا بھی لگاؤ تھا ۔ تو ہمارے لئے دعا کیجئے گا کہ ہم وہ سب کچھ بھول جائیں ۔ !"

"سائلہ ۔ میں مر جاؤں گا ۔" وہ کچھ دکھ سے بولا ۔

"ہوں ۔ !" سائلہ ہنس دی پھر کہنے لگی ۔

"روحی ہماری عزیز سہیلی ہے ۔ اور اب وہ آپ کی بیوی ہے ۔ ہم یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ ہماری وجہ سے اسے کبھی کوئی دکھ پہنچے ۔ آپ ۔ آپ ۔ آئندہ یہاں نہ آئیے گا ۔

اپنا دل ہاتھوں سے مسلتی ہوئی وہ جانے کیسے ۔ یہ الفاظ کہہ رہی تھی ۔ !

"میں روحی کو چھوڑ دوں گا ۔" وہ آہستہ سے بولا ۔

"ثاقب صاحب ۔" اس کا لہجہ تلخ ہو گیا ۔

"ہاں سائلہ ۔ میں روحی کو ۔ !"

"ایسی بات نہ کہیے ۔ آپ کے منہ سے اچھی نہیں لگی مگر میں ۔ آخر میں بھی تو انسان ہوں ۔ دل میرا بھی ۔ ! معلوم ہے

نہیں ۔ " وہ کہنا تو بہت کچھ چاہتی تھی ۔ مگر اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے بولی ۔

" ثاقب صاحب ہم نے کہا نا ۔ جو کچھ ہوا اسے بھول جایئے اور دعا کیجیے گا کہ ہم بھی بھول سکیں ۔ روحی سے آپ نے شادی کی ہے ۔ ہم سمجھتے ہیں آپ نے جو کچھ کیا ۔ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا ۔ ! ۔ اور اب خدارا ہم پر رحم کیجیے ۔ ! ہمیں برباد نہ کیجیے ۔ آپ یہاں آتے رہے ۔ تو ہم جس چنگاری کو دبانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ وہ بھڑک اٹھے گی ۔ تو ہم راکھ ہو جائیں گے ۔ ! ہم پر ترس کھایئے " !

سائلہ ۔ ! وہ دکھ سے اپنے ہونٹ کاٹتا ہوا بولا ۔

" جایئے ۔ اور آئندہ یہاں نہ آیئے گا ۔ یہاں نہ آیئے گا ۔ " وہ لاوا جو اس کے دماغ میں کلبلا رہا تھا ۔ جیسے ایک دم بہہ نکلا ۔ !

آنسوؤں کا ایک سیلاب اس کی آنکھوں سے بہہ نکلا ۔

اور ثاقب مجسم بنا اسے دیکھے جا رہا تھا ۔ اس میں اتنی جرأت بھی نہ تھی کہ وہ نواب زادی کے آنسو روک لے ۔ اسے دلاسہ دے سکے ۔ اسے کچھ کہہ سکے ۔ !

" چلے جایئے نا ۔ اور کیا چاہتے ہیں آپ ! "

وہ چیختے ہوئے بولی ۔

"سائرہ۔ میں جا رہا ہوں۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔
"مگر۔ مگر میں تمہیں نہیں بھول سکتا۔ سائرہ۔! تم میری زندگی ہو۔ میری دنیا ہو۔ تم میری ہو۔ تمہیں میں کیسے بھول سکوں گا۔ نہیں نہیں نہیں۔!" کہتے ہوئے وہ باہر نکل گیا۔
اس کے جانے کے بعد درد قطرہ قطرہ ہو کر اس کی زبان سے پگھلنے لگا۔
"ہم بھی آپ کو نہیں بھول سکتے ثاقب۔ آپ ہماری زندگی ہیں۔ ہماری دنیا ہیں۔ اب تو آپ کی خوشی اور سلامتی کی دعا مانگتے ہی یہ زندگی تمام ہو جائے گی ثاقب۔!"
ثاقب کا اجڑا اجڑا چہرہ اس کے دل کے ٹکڑے کر گیا تھا! کہنے لگی۔
"ہم سمجھتے ہیں ثاقب۔ آپ مجبور ہو گئے ہوں گے۔ ہم بھی جانتے ہیں کہ آپ کے دل میں ہمارے سوا کوئی نہیں۔!"
مگر۔!
"مگر ہم کیا کریں۔ ہم روحی کو برباد نہیں ہونے دیں گے۔! ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔!"
ثاقب کا غمزدہ چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آگیا۔

وہ تڑپ گئی ۔ !

"سنبل ۔ !" اس نے درد کی وحشت سے گھبرا کر اسے آواز دی ۔

"نواب زادی حضور ۔ " سنبل اس کے سامنے سر جھکائے آکھڑی ہوئی ۔

وہ تھکے تھکے قدموں سے باغ میں چلی آئی ۔

سارے دن کا تھکا ہارا سورج جھکتے جھکتے زمین بوس ہو چلا تھا ۔ !

ہلکی ٹھنڈی ہوا خشک پتوں پر خاک اڑاتی ہوئی آہستہ آہستہ چل رہی تھی ۔ !

باغ میں ایک تنہا درخت ۔ جس کی شاخیں خزاں میں ڈوبی ڈوبی سی تھیں ۔

وہ اس درخت کے پاس کھڑی اس درخت کو گھورے جا رہی تھی ۔

" اکیلا ۔ !

" تنہا ۔ !

اور خشک ۔ !

ابا حضور نے یہاں ایک درخت کیوں لگوایا تھا ۔ اس نے سوچا اور پھر جیسے سوچ کو راہ مل گئی ۔ !

" ٹھیک ہے ۔ ابا حضور کو شاید علم تھا کہ ان کی لاڈلی بیٹی بھی اس درخت کی مانند زندگی گزار لے گی ۔ !"

اکیلی ۔ !

تنہا ۔ !

اور خشک زندگی ۔ !

" سلام نواب زادی حضور ۔ مالن اس کے سامنے کھڑی تھی ۔

" سلام ۔ کیسی ہو چمپا ۔ !"

" اچھی ہوں جی ۔ ! مالن اپنے کانوں کے بالوں کو دوپٹے سے چھپاتی ہوئی بولی ۔ !

" چمپا ۔ !"

" یہ درخت اکیلا کیوں ہے ۔ !"

" جی ۔ !" بھولی سی چمپا حیرانی سے نواب زادی کا چہرہ دیکھنے لگی ۔

" ہم نے پوچھا ۔ یہ درخت اکیلا کیوں ہے ۔ ؟

" جی وہ ۔ بابا کہا کرتے ہیں ۔ نواب صاحب کو یہ جگہ پسند تھی ۔ !

" کیوں ۔ ؟"

" میں تنہا تا ہوں سرکار ۔ " بوڑھا مالی قریب آ کر بولا ۔

پھر چمپا کی طرف مڑ کر بولا ۔

" اے چمپا ۔ جا نور کوٹھڑی سے نرگس کے پھولوں کا گلدستہ اٹھا لا ۔ میرے اچھی نواب زادی حضور کیلئے بنایا ہے ۔ !"

"اچھا بابا - !" چمپا ہرنی کی طرح خلا بجنب بھرتی ہوئی دوڑ گئی - !
"پگلی ہے چمپا بھی - تمیز تو چھو کر نہیں گزری - دیکھا حضور آپ کے سامنے کیسی بھاگی ہے - بدتمیز کہیں کی - !" مالی کھیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا -

"تم نے بتایا نہیں بابا - یہ درخت اکیلا کیوں ہے - ؟"
نواب زادی ابھی تک درخت کی ویرانیوں میں کھوئی ہوئی تھی - !
"وہ حضور - ! نواب صاحب مرحوم کو آپ کی والدہ محترمہ سے بڑی محبت تھی - آپ چھوٹی سی تھیں - آپ کو یاد نہیں ہوگا نواب صاحب مرحوم ولایت گئے ہوئے تھے - اور آپ کی امی یہاں کرسی ڈالے بیٹھی رہتی تھیں - یہاں سڑک سے آنیوالی سڑک دکھائی دیتی ہے نا - !"

آپ کی امی مرحومہ نے یہیں دم توڑا تھا - نواب صاحب اس وقت بھی ولایت ہی تھے - اور نواب صاحب مرحوم نے یہاں یہ درخت لگوا دیا - ان کا کہنا تھا - یہ ان کے انتظار کی نشانی ہے تب سے وہ یہاں کئی کئی گھنٹے گزار دیا کرتے تھے - انہیں یہ جگہ بڑی عزیز تھی - !

مالی افسردہ سا سب کچھ سنا رہا تھا - اور نواب زادی سوچ رہی تھی - !

"تاریخ ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔!
ابا حضور نے انتظار کو جو روپ دیا تھا۔ ہماری زندگی بھی یہیں تمام ہو جائے گی۔ ہم بھی یہیں پر راہ دیکھتے دیکھتے خاک ہو جائیں گے۔!"

سنبل ستار لے آئی تھی۔!

اس نے ستار تھام لی۔ اور وہیں درخت کے نیچے سنگ مرمر کے چبوترے پر بیٹھتے ہوئے اس نے سنبل کو جانے کا اشارہ کیا۔

ستار اس کے شانے سے ٹکی ہوئی تھی۔! آنکھیں شہر سے آنے والی سڑک پر بھٹک رہی تھیں۔!

اور تار انگلیوں تلے تڑپ رہے تھے۔!

ایک پیاری سی سوز میں ڈوبی ہوئی دھن نے جنم لیا۔ لمبی لمبی مخروطی انگلیاں تاروں کو تڑپا تڑپا کر سوز دور دور فضا میں بکھیر رہی تھیں۔!

اور اس کی ہستی اس پر سوز دھن میں تحلیل ہوئی جا رہی تھی۔ بند آنکھوں سے قطرے بہے جا رہے تھے۔!

اس کی انگلیاں زخمی ہو گئیں۔!

لیکن درد بڑھتا چلا گیا۔

"بس کیجئے نواب زادی حضور۔" سنبل نے آ کر اس کی

زخمی انگلیوں پر ہاتھ رکھ دیئے ۔ اور اگلے لمحے وہ سستیل کے بازوؤں میں گر چکی تھی ۔ !

جذبہ جو ہر انسان کے دل پر حکمرانی کرتا ہے ۔ اور محکوم دل اس کے سامنے سر جھکائے ہر اطاعت کے لئے تیار ملتا ہے ۔ ثاقب بھی جذبے کے تحت مجبور تھا ۔ !

وہ چاہتا تھا کہ روحی کو چھوڑ دے ۔ !"

وہ چاہتا تھا کہ وہ ابرازادی کو پالے ۔ !"

وہ چاہتا تھا ۔ مگر مجبور تھا ۔ کچھ بھی نہ کر سکتا تھا ۔ !"

وہ ہمیشہ سے محتاط اور متین انسان تھا۔ !

اس کی زندگی میں کئی موڑ آئے ۔ کہیں نغمے اور کہیں
غم ۔ کئی سہارے ۔!

لیکن جانے غیر شعوری طور پر اسے کسی کی تلاش تھی۔ جس کا خواب
حقیقت منظر میں ڈھل کر اس کے شعور میں لہرا جائے ۔ احساس پر چھا
جائے ۔ !"

اور خیال پر مسلط ہو جائے ۔ !"

اور ایک روز ۔

اس نے سب کچھ پا لیا ۔

نواب زادی نے اس کے شعور کے ہر تاریک گوشے کو روشن
اور تابندہ کر دیا ۔

جب تک کوئی نامعلوم سی آواز کسی سانچے میں نہیں ڈھلتی
تجسس کا جذبہ اور کرید کا احساس دل میں موجود رہتا ہے ۔ اور جب وہی
آرزو ایک پیکر جمیل کا روپ دھار لے ۔

پھر تجسس اور کرید نہیں ہوتی ۔ بلکہ بہت ہی مہکا مہکا اور
بہکا بہکا جذبہ ہوتا ہے ۔

اور یہ جذبہ انسان کے دل پر حکمرانی کرتا ہے ۔ !"

ثاقب نے نواب زادی کو پایا ۔ !

اور کھو دیا ۔ !

"اب پھر اضطراب کے دن تھے۔ اور التہاب کی راتیں۔

"چائے پیو گے ثاقب۔" رومی چائے کی ٹرالی اندر لاتے ہوئے بولی۔

"نہیں رومی۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"خیال خاطر ہی سہی۔!" رومی متبسم نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"خیال خاطر۔" وہ آہستہ سے ہنسا۔

"ہاں۔ اس وقت چائے ٹانک ہے آپ کے لئے۔!" رومی نے زیر لب تبسم سے کہا۔

"تم کہتی ہو تو پی لیتا ہوں۔!" وہ مسکرا کر بولا۔

رومی نے پیالی اس کے سامنے رکھ دی۔ اور وہ پیالی اٹھا کر آہستہ آہستہ چسکیاں لینے لگا۔

"ثاقب۔!" رومی آہستہ سے بولی۔

"ہوں۔!"

"میں ایک پارٹی دینا چاہتی ہوں۔ دیکھو نا۔ میری ساری سہیلیاں ناراض ہو گئی ہیں۔ اصل میں ڈیڈی نے شادی کا اتنا جلدی پروگرام بنا لیا کہ میں بہت ساری سہیلیوں کو بلا نہ سکی۔ کل سلمیٰ کا خط آیا تھا۔ توبہ توبہ۔ وہ گلے شکوے۔ اصل میں سلمیٰ بڑی تیز لڑکی ہے۔! ناک میں دم کر دے گی میرا۔ اسے بھی

فارغ کردوں گی۔ ”میری بڑی پیاری سہیلی ہے۔ تمہارا تو وہ حلیہ بنائے گی کہ توبہ۔!“ اور ہاں ثاقب تجھے بتانا تو میں بھول گئی۔ ایک مرتبہ اس پگلی کی بچی نے خیالوں خیالوں میں ہونے والے شوہر کی جو تصویر بنائی تھی۔ بس تم دیکھتے تو ہنس ہنس کر پیٹ میں درد ہو جاتا۔

”کیا بنایا تھا۔؟“ ثاقب اسے خوش کرنے کے لئے بولا۔

” یہ موٹی توند۔ اور گیلس والی پتلون پہنے ہوئے آنکھوں پر چشمہ لگا ہوا۔ کان میں پنسل لگی ہوئی۔“ رومی ہنستے ہنستے دہری ہوئی جا رہی تھی۔ پھر کہنے لگی۔ تمہیں دیکھ کر حیران رہ جائے گی۔!“

”کیوں۔؟“ ثاقب بولا۔

”اس لئے کہ ... اس لئے کہ ..... تم تو ... بہت ہی خوبصورت ہو۔ سمارٹ ... اور۔ اور۔!

اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ اور ثاقب ہنس دیا۔!

اس کے ہونٹوں کا تھرتھرایا سا تبسم ثاقب کے گرد جال سا بنا رہا تھا۔!

تنہائی کے لمحے کو شرارت سوجھی۔

اور رومی نے اس کے کندھوں پر اپنا سر رکھ دیا۔

کہنے لگی۔!

"میری ایک سہیلی ہے فوزیہ۔ وہ تو بڑی سڑیل سی ہے مگر مجھ سے پیار کرتی ہے۔ اسے بھی مدعو کرو ہے۔!"

"تم پارٹی کر ڈالو۔" ثاقب اس کے چہرے پر آئی ہوئی لٹ کو سنوارتا ہوا بولا۔

"تو پھر آج ہی لسٹ بناتے ہیں۔!" وہ بچوں کی طرح خوش ہو کر ہوتے ہوئے بولی۔

"لاؤ کاغذ پنسل۔" ثاقب اس کی خوشی میں زبردستی اپنے آپ کو شریک کرتا ہوا بولا۔

وہ جھٹ سے قلم اور کاغذ لے آئی۔!

"لکھواؤ۔!" ثاقب اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

وہ سوچتی ہوئی لکھوانے لگی۔

رضیہ۔ فوزی۔ سلمٰی۔ نگہت۔ عنبرین۔

مونا۔ ساہرہ۔ اور نواب زادی۔!

لکھتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ گئے۔!

پھر اس نے ڈھیر سارے نام لکھوائے۔ لیکن وہ نواب زادی ہی لکھتا چلا گیا۔

"ٹھہرو۔! میں ان کے ایڈریس لے آؤں۔" پر وہ رہ گیا۔ کروہ کمرے سے باہر نکل گئی۔!

اور اس کی نظر لسٹ پر جا پڑی۔ جہاں جانے کتنی بار

نواب زادی کا نام لکھا تھا۔

گھبرا کر اس نے لسٹ پھاڑ دی۔!

اسی لمحے روحی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ڈائری تھی۔!

"لو ثاقب ایڈریس پرے آئی ہوں۔"

"روحی رات کو لکھیں گے۔ اس وقت ذرا میرے سر میں درد ہے۔ وہ اس سے آنکھیں چراتے ہوئے بولا۔

"اچھا۔ ٹھیک ہے۔ ٹکیہ لا دوں سر درد کی۔" وہ اس کا ماتھا چھوتے ہوئے بولی۔

"نہیں۔ ٹھیک ہو جائے گا خود ہی۔ وہ پلنگ پر لیٹ گیا۔!

"ثاقب۔!" وہ اس کے قریب بیٹھ کر اس کا سر دبانے لگی۔!

"ہوں۔"

"تم آفس جایا کرو نا اب۔!"

"ہوں۔!"

"انکل کہہ رہے تھے تم آفس بالکل نہیں جاتے۔ دیکھو نا ثاقب انکل اب بےچارے بوڑھے جو ہو گئے ہیں۔! تم کو ہی تو یہ کام سنبھالنا ہے۔ ڈیڈی نے وہاں سے لکھا ہے۔ کہ ثاقب کاروبار کی دیکھ بھال کرے۔"

وہ خاموش بیٹھا رہا ۔ !"

"ثاقب کل سے دفتر ضرور جانا ۔ " وہ مسکراتے ہوئے بولی ۔

"ہاں رومی ۔ جاؤں گا ۔ وہ کھویا کھویا سا بولا ۔

"پرسوں پارٹی رکھ رہی ہوں ۔ "

"جیسے تمہاری مرضی ۔ !"

"اچھا ۔ تم آرام کرو ۔ میں خود ہی لسٹ بنا لوں گی" وہ اٹھتے ہوئے بولی ۔

"اچھی اچھی ہو نا ۔ " ثاقب مسکرا دیا ۔ وہ شرما کر باہر نکل گئی ۔ !

اور اس کا ذہن وہیں بھٹکنے لگا ۔ !

جہاں نواب زادی رہتی تھی ۔ !

پارٹی میں کئی لوگ تھے ۔ !

رومی کی سہیلیاں ۔ ثاقب کے دوست ۔ اور کچھ جوڑے بھی ۔ !

رومی سرخ زرتار ساڑھی میں لپٹی ہوئی خوب چہک رہی تھی ۔ ثاقب کو پکڑ پکڑ کر ہر ایک سے ملوا رہی تھی ۔ ! اور ظاہر ہے ثاقب بھی اس کی خوشی میں شریک تھا ۔ مگر اس کی نظریں بار بار دروازے پر جاتیں اور ناکام لوٹ آتیں ۔ !

" نواب زادی صاحبہ نہیں آئیں ۔ ؟ ایک لڑکی رومی سے کہنے لگی ۔ !

" ارے ہاں یاد دلایا ۔ میں نے اسے کئی فون کئے ہیں ۔ آج اصل میں اس کی طبیعت خراب تھی ۔ مگر میں نے انہیں قسم دی ہے ۔

تب کہیں آنے کو تیار ہوئی ہے۔ "آتی ہی ہوں گی۔!" رومی ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گئی۔!

"رومی۔!" ثاقب بولا۔

"جی۔!"

"اگر ان کی طبیعت خراب تھی۔ تو اصرار نہ کرتیں تم۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"نہیں جی۔ اس کے بغیر محفل کا کیا مزہ۔ نہیں پتہ نہیں شاید ثاقب۔ نواب زادی کو میوزک سے بڑا لگاؤ ہے نواب مرحوم نے بڑے خان صاحب کو پانچ سال تک اس لیے اپنے پاس رکھا کہ وہ نواب زادی کو گانا سکھائیں۔ اور بھلی کمال کی آواز پائی ہے انہوں نے۔ ابھی آئیں تو سنوا دوں گی۔!" رومی اپنی عادت کے مطابق بغیر رکے بولتی چلی گئی۔!

"یہ اور ظلم ہو گا۔!" ثاقب آہستہ سے بولا۔

"ظلم۔!"

"ہاں۔ میرا مطلب ہے کہ ان کی طبیعت خراب ہے نا۔!" وہ گھبرا گیا۔

"نواب زادی آگئیں۔!" سلمیٰ چیخی۔

"ارے ۔۔!" رومی دروازے کی طرف بھاگی۔!

وہ سفید سادہ سی ساڑھی میں بڑی بیمار سی لگ رہی تھی۔!

ثاقب کے وجود کو ایک جھٹکا سا لگا۔!

"کیا سے کیا ہو گئی ہے۔!"

گلابی چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔!

آنکھوں کے گرد سیاہیاں بڑھ گئی تھیں۔!

لوگ آگے بڑھ بڑھ کر اس سے اپنی محبت جتا رہے تھے۔

اور وہ سب سے الگ تھلگ کھڑا اسے دیکھے جا رہا تھا۔!

ثاقب۔!" رومی دھیما سے بولی۔

وہ قریب چلا گیا۔!

ثاقب بری بات ہے۔ تم نے ان کا استقبال نہیں کیا اور اب کم از کم طبیعت ہی پوچھ لو۔!"

رومی سرگوشی کے انداز میں بولی۔

اور ثاقب کو یوں لگا۔ جیسے رومی نے اس کے سر پر ہتھوڑا مار دیا ہو۔!"

وہ اس کے قریب آکر بولا۔" رومی اس کے ساتھ تھی۔!

"کیسی ہیں آپ۔؟" وہ نظریں جھکائے ہوئے بولی۔

"سائرہ جانی۔! تم محسوس نہ کرنا۔ ثاقب اصل میں کچھ شرمیلے واقع ہوئے ہیں۔ میرے ساتھ دروازے پر نہیں آئے نا۔ تم نے مائنڈ تو نہیں کیا۔!

"کیا ہے۔!" وہ ہنس کر بولی۔

"ہائے اللہ پھر کیا ہوگا۔" رومی ہنس کر بولی۔

"سزا دی جائے گی۔" وہ زبردستی مسکرا کر بولی۔

"مل رہی ہے۔" ثاقب ہنسا۔

"کیا کہا تم نے۔" رومی جلدی سے بولی۔

"یہی کہ سزا تجویز کی جائے۔" ثاقب رومی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"سزا تو تمہارے لئے سائلہ ہی تجویز کرے گی۔" رومی ہنس کر بولی۔ پھر کہنے لگی۔ "بھئی سائلہ جانی اس بار انہیں میری سفارش پر معاف کر دو۔ آئندہ اگر ایسا ہوا تو کبھی معاف نہ کرنا۔"

وہ ہنس دی۔ اور پھر ثاقب کی چبھتی ہوئی نظروں سے بچنے کے لئے ایک خاتون سے باتیں کرنے لگی۔

وہ لٹا لٹا سا اشرف کے ساتھ بیٹھ گیا۔

جب سے ساری حقیقت اشرف پر کھلی تھی وہ نہایت سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں نواب زادی کی طرف دیکھتا ہوں تو میرا جگر پھٹتا ہے۔"

پھر ساڑھے دس بج اٹھے۔ اور سب نے سائلہ کو گانے پر مجبور کیا پہلے چند لڑکیاں اٹھیں۔ اور باری باری ہر ایک نے کچھ نہ کچھ سنایا۔ پھر نواب زادی کی باری آ گئی۔

سوز میں ڈوبی ہوئی ایک غزل تھی۔ کچھ یوں۔!

وحشتیں کچھ اس قدر اپنا مقدر ہو گئیں۔!
ہم جہاں پہنچے ہمارے ساتھ ویرانے گئے۔!

"اشرف۔!" ثاقب نے اسے کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

"کیوں۔!"

"چلو چلیں۔!"

"کہاں یار۔!"

"چلو اشرف میرا دل گھبرا رہا ہے۔ یہ قہقہے۔ یہ ہنگامے مجھے وحشت ہو رہی ہے۔!"

"ثاقب اپنے آپ کو سنبھالو۔!" اشرف نے آہستہ سے کہا۔!"

سامنے بیٹھی وہ گا رہی تھی۔!

اس کے انداز میں ایک بیتابی، ایک اضطراب، جھلک رہا تھا۔!

سفید ریشم میں لپٹی ہوئی۔ سر پر آنچل ڈالے درد میں ڈوبی ہوئی آواز میں گا رہی تھی۔!

وہ گھبرا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس سے اس کی آواز نہیں سنی گئی۔

وہ اسے تڑپتے نہ دیکھ سکا۔!
اور اپنے کمرے میں آکر سگریٹ پھونکنے لگا۔
تھوڑی دیر بعد رومی اسے ڈھونڈتی ہوئی آئی۔!
اسے دیکھتے ہوئے بولی۔
"تم یہاں کیوں چلے آئے۔!
"طبیعت ٹھیک نہیں میری۔" ثاقب آہستہ سے بولا۔
"چلو آؤ نا۔ سب لوگ تمہیں پوچھ رہے ہیں۔"! رومی
روہانسی ہو گئی۔!
"چلو۔" وہ مسکرا دیا۔
اس کے ساتھ وہ ہال میں آیا۔ دل میں غم کی بھٹی سلگ رہی
تھی۔ اور اسے مسکرانا پڑ رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا۔ خود کو دھوکہ
دینے کے لئے انسان کو اپنی روح پر کتنے غلاف چڑھانے پڑتے ہیں۔!
آہ زندگی۔ تو نغمہ نہیں۔ نوحہ ہے۔!
ہم جا رہے ہیں رومی۔!" نواب زادی اس کے قریب آکر بولی
کرب چھپانے کی وجہ سے اس کے چہرے پر دائرے بن رہے تھے۔!
" اتنی جلدی۔!"
" اجازت دے دو اب۔!" وہ بمشکل بولی۔
"آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" ثاقب گھبرا کر بولا۔
" اچھا رومی خدا حافظ۔!" اس نے ثاقب کی بات ان سنی

کردی۔!

"اچھا سائرہ جانی بہت بہت شکریہ۔!" ثاقب جاؤ انہیں کار تک پہنچا آؤ۔!"

وہ دونوں خاموشی سے باہر آ گئے۔!

"سائرہ۔!" اس کے لہجہ میں پھر وہی والہانہ پن جنون وہی محبت تھی۔!

"سائرہ۔ بولو تو۔!"

"کیا بولیں۔!" وہ بے بسی سے کہنے لگی۔!

"کیا حالت بنالی ہے تم نے۔" وہ دکھ سے بولا۔

اس نے ایک چبھتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی اور کار میں بیٹھ گئی۔!

"سائرہ۔ میں۔ تمہارے ساتھ چلوں۔ تمہیں پہنچا آؤں۔!" وہ رکتا ہوا بولا۔

"شکریہ۔ چلو ڈرائیور۔" اس نے دروازہ بند کرلیا۔ اور دور کھڑی ہوئی رومی کو ہاتھ ہلانے لگی۔

ثاقب خاموشی سے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ کار کوٹھی سے باہر نکل چکی تھی۔!

دفتر سے آکر ثاقب نے معمول کے مطابق چائے پی۔ اور کمرے میں چلا گیا۔

کئی روز سے اسی طرح ہو رہا تھا۔ دفتر سے آکر چائے۔ اس کے بعد آرام۔ اور پھر کار لے کر سڑکوں پر بے مقصد پھرنا۔!

رات گئے گھر آنا۔ رومی سے ایک آدھ بات، اور دنیا بھر کی کتابیں اس نے جمع کر لیں تھیں۔ رات کو پڑھتے پڑھتے جانے کب اسے نیند آجاتی۔!

اور پھر صبح وہی جانی پہچانی زندگی شروع ہو جاتی۔ وہ پلنگ پر لیٹا تھا کہ رومی آگئی۔!

"ثاقب۔" وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔!

"ہوں۔"

" بڑی اچھی پکچر لگی ہے چل سکو گے - !" وہ ہنستے ہوئے بولی "
" چل سکو گے - کیا مطلب - ضرور چلوں گا - " وہ آہستہ سے بولا -

" میرا مطلب ہے تم نے تو زندگی گزارنے کے چند اصول بنائے ہیں - صبح دفتر جانا - شام کی چائے میرے ساتھ پینا - پھر آرام کرنا - اور پھر کار لے کر اکیلے اکیلے گھومنا - رات تک پڑھنا اور بس عادی ہو چکی ہوں تمہارے اس طے پروگرام کی - " وہ ہنس دی - !

رومی - !" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا - اسے آج پہلی بار احساس ہوا کہ رومی کو بھی کمپنی چاہیئے - اور وہ شادی کے بعد بھی کتنی لیے زندگی گزار رہی ہے - !"

" کہنے لگا - !

" رومی - تمہیں مجھ سے شکایت ہے - !"

وہ خاموش رہی - اس نے ایک بار نظر اٹھا کر دیکھا - ان نظروں میں پیار تھا - کسک تھی - !

وہ اداس سا ہو گیا - اس احساس سے کہ واقعی رومی کے ساتھ زیادتی ہے - !

کچھ بھی نہ کہہ سکا - کہتا بھی کیا - !

" تو چلو گے نا - !" رومی نے اس کی مشکل حل کر دی -

"ہاں ہاں کیوں نہیں ۔ چلو تیار ہو جاؤ ۔ آج پکچر کے بعد کہیں باہر کھانا کھائیں گے ۔ گھومیں گے خوب ۔ !" وہ اسے خوش کرنے کے لئے بولا۔

"ایسے رہا کرو نا ۔ " وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی ۔ !

رومی کو خوش رکھنا اب میرا فرض ہے ۔ !

لیکن ۔ ۔ !

زمن اور آرزو کے بیچ جو کھائی ہے اسے تو نہ بہری ابھرتی مچلتی تمنائیں پر کر سکتی ہیں ۔ نہ دم توڑتی تڑپتی خواہشیں ۔ !

مجھے ۔ ۔ !

ماضی کے صفحے بند کر دینے چاہئیں ۔ !

دل اس کی سوچ کا ساتھ نہ دے رہا تھا ۔ !

زندگی کا یہ صفحہ جو اس کے سامنے کھلا پڑا تھا ۔ بالکل سادہ پڑا تھا ۔ !

اس نے گھبرا کر پھر سوچا ۔

اب زندگی ساری حرارت کھو کے زمن کی چٹان بن جاتا ہے مجھے ۔ !

"مگر کیسے ۔ " وہ بے بسی سے تڑپ گیا ۔ !

آج کل تو ہر لمحے وہ ڈرا ڈرا سا سہما سہما سا رہتا ۔ اس لئے وہ خوشیوں سے مہکتی ہوئی آ گئی ۔ !

"ارے تم تیار نہیں ہوئے۔ !"

"ہاں۔ ابھی دو منٹ میں۔" وہ اٹھ کر باتھ روم میں گھس گیا۔

باہر نکلا تو روبی اس کے کپڑے لئے کھڑی تھی۔

"تم میرا اتنا خیال رکھتی ہو کہ مجھے۔ اپنے آپ سے نفرت ہونے لگتی ہے۔" وہ اس کے ہاتھ سے کپڑے لیتا ہوا بولا۔

"کیوں۔ ؟" وہ ہنس کر بولی۔

"تمہیں کبھی نہیں دیتا نا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ تم مجھ سے ضرور نالاں ہو گی۔ !"

"نہیں۔ !" وہ آہستہ سے بولی۔

"ہو۔ !"

"نہیں !"

پھر کہنے لگی۔

"میں تو بڑی خوش نصیب ہوں ثاقب۔ میری ساری سہیلیاں کہتی ہیں۔ کہ تمہیں بہت اچھا شوہر ملا ہے۔ اور سچ تو کہتی ہیں۔ تم ہو ہی اچھے۔ وہ رضیہ ہے نا۔ اس کا شوہر اتنا چھچھورا ہے۔ ہر وقت ہنستا رہتا ہے۔ مجھے تو سنجیدگی سے پیار ہے۔ اور تم۔ تم سنجیدہ ہو۔" وہ شرما گئی۔

ثاقب ہنسنے لگا۔ !"

بھولی بھالی روحی پر اسے پیار آ گیا۔!
اس کے گال پر چپت لگاتے ہوئے بولا" - سچ؟"
" ہاں ۔ !" وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے بولی ۔

" چلو پھر دیر ہو جائے گی۔ !
اس رات انہوں نے پکچر دیکھی ۔ شہر کے بڑے ہوٹل میں کھانا کھایا ۔ اور لمبی ڈرائیو پر چل پڑے ۔
"ثاقب ۔ وہ کار سے باہر دیکھتی ہوئی بولی"۔
"ہوں ۔ !"
"اچلو ۔ نواب زادی کے ہاں چلیں ۔!"
وہ چونک گیا ۔ کہنے لگا ۔ آج نہیں پھر کبھی چلیں گے !"
" اچھا ٹھیک ہے ۔!" ہاں ثاقب ۔ ایک بار پتہ ہے کیا ہوا ۔ !
"کیا ۔ ؟"
" تم روز کار لے کر نکل جاتے تھے نا ۔ تو جانے کیوں میرے دل میں وہم آیا ۔ شکی ہو گئی ہوں ۔ میں نے سوچا پتہ نہیں تم روز کہاں جاتے رہو ۔"
اور پھر پتہ ہے میں نے کیا کیا ۔ ؟"
" کیا ۔ ؟" ثاقب نے کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھا ۔

"میں نے سوچا کہ تمہارا ریچھ کہا۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"اچھا۔!"

"ہاں۔ مگر دو تین روز کے بعد میں نے دیکھا کہ تم یونہی گھومتے رہتے ہو۔ توبہ۔ میں نے اپنے آپ کو بڑی لعنتیں دیں۔ کتنی بری ہوں میں ثاقب۔!"

وہ سنجیدہ سی ہو گئی۔

وہ خاموش سامنے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے معاف کر دو ثاقب!" وہ آہستہ سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"ارے۔!" وہ آہستہ سے ہنسا۔!"

"ہاں میں نے تم پر شک جو کیا۔!"

اس کی باتیں ثاقب کے دل پر چرکے لگا رہی تھیں۔ کہنے لگا۔!

"پگلی ہو تم۔!"

"ثاقب۔! تم کتنے اچھے ہو۔!"

"کتنا۔؟" وہ ہنسا۔

"بہت زیادہ۔!"

"اچھا۔!"

"ہاں۔!"

"تم بھی تو اچھی ہو۔!" وہ آہستہ سے بولا۔

یکتی ۔ "اس نے اس کی بات دہرائی ۔

"بہت زیادہ !"

وہ کھلکھلا کر ہنس دی ۔

رومی جب خوش ہوا کرتی تھی تو اپنی تمام سہیلیوں کی باتیں کیا کرتی ۔ !"

اور اس وقت بھی اس نے اپنی سہیلیوں اسے ان کے شوہروں ان کے والدین سب کے قصے سنانے شروع کر دیئے تھے ۔ اور ثاقب اس کی باتوں میں اس کا ساتھ دے رہا تھا ۔

بالکل یوں جیسے کسی بچے کو بہلا رہا ہو ۔ !

وہ خوش تھی ۔ اس کے چہرے پر بھولپن تھا ۔ اور ثاقب اپنی تڑپ چھپائے اس کے سامنے ہنس رہا تھا ۔ !

دن کی روشنی رات کی تاریکی میں ڈوب چکی تھی ۔ !

چاند کسی دہقانی دوشیزہ کے ماتھے پر لگی ہوئی بندی کی طرح چمک رہا تھا ۔

اور جوان بیوہ کی آہوں جیسی باؤلی ہوا سوکھے پتوں سے سر پٹک رہی تھی ۔ !

وہ اسی درخت کے نیچے بیٹھی تھی جس پر ایک بھی پتہ نہ تھا ۔
سارے باغ میں پتے ہی پتے چیختے پھر رہے تھے ۔
کتنی ہی راتیں گزر چکی تھیں ۔ !
شامیں جل کر بھسم ہو چکی تھیں ۔ !
اور دن جیسے ایک دوسرے پر گرتے چلے جا رہے تھے ۔ !
اس کے چاروں طرف یادیں بکھری رہتیں ۔ !"

اور گھر میں ڈوبی ہوئی ان یادوں میں کھوئی رہتی ۔ پوری بستی اس کے سوگ میں شریک تھی ۔

سب لوگ ہی اداس اداس سے رہتے !

جابر کئی بار آکر لوٹ گیا تھا ۔ نواب زادی نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا تھا ۔

مگر جب اسے پتہ چلا کہ نواب زادی باغ میں ہے تو وہ اسی طرف چلا آیا ۔ !

وہ بے خبر شہر سے آنے والی درختوں سے گھری ہوئی سڑک پر نہ جانے کیا دیکھ رہی تھی ۔ !

" تسلیم عرض کرتا ہوں ۔ " جابر نے مسکرا کر اسے اپنی موجودگی کا احساس دلایا ۔

اس نے چونک کر دیکھا ۔ چہرے پہ بیزاری کے آثار نمودار ہو گئے ۔

کہنے لگی ۔ !

" کیسے آنا ہوا جابر ۔ !"

" آپ کی خیریت معلوم کرنے ۔ !

" مہربانی ۔ ہم بالکل ٹھیک ہیں ۔ " وہ آہستہ سے بولی ۔

" ہمیں تو ٹھیک نہیں دکھائی دیتیں ۔ " جابر ہنس کر بولا ۔

" آپ کی نظر کمزور ہو گئی ہوگی ۔ !" وہ جل کر بولی ۔

"شاید -!" جابر بولا۔

وہ خاموش ہو گئی۔

کچھ دیر اسے غور سے دیکھنے کے بعد بولا۔

"کسی کا انتظار ہے کیا۔؟"

"کیا مطلب -؟" اسے غصہ آگیا۔!

سڑک کی طرف دیکھ رہی ہیں نا -!" وہ طنزیہ مسکرایا۔

"ہمیں یہ سمجھ میں نہیں آتی جابر - ہم سے آپ کو کوئی بیر ہے -؟"

ہر وقت جلے جلے رہتے ہیں -!" وہ تلخ آواز میں بولی۔

"خدانخواستہ - آپ کا وہم ہے - ہمیں آپ سے بیر ہو سکتا ہے بھلا - ہمیں تو آپ سے -!" کہتے کہتے وہ رک گیا۔!

وہ جلتی ہوئی نظر اس پر ڈال کر رہ گئی -!

" ہاں یہ تو بتائیے - آپ کو تنہائی سے ڈر محسوس نہیں ہوتا -" وہ اس کے قریب آکر بولا۔

ہمارے پاس فضول باتوں کا جواب نہیں ہے -!" وہ چڑ کر بولی۔

"کمال ہے -!" وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

"جابر بھائی -!"

"صرف جابر کہا کیجئے -!" وہ ہنس کر بولا۔

"کیوں -؟" اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

" اس لئے کہ آنحضور چند روز میں یہاں آنے والی ہیں -؟"

"کیوں ۔ ؟" وہ تیز ہو کر بولی۔

اس لئے ۔ اس لئے کہ ان سے آپ کی تنہائی نہیں دیکھی جاتی وہ ہم دونوں کو اکٹھا کرنے کا منصوبہ بنا چکی ہیں۔ !" جابر شوق سے یہ سب کچھ سنا رہا تھا۔ !

اور سائلہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا جا رہا تھا۔ !

"بس کیجئے ۔ ہم ایک لفظ نہیں سن سکتے ۔ چچی حضور سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ اس نیت سے آ رہی ہیں تو ہمارے دروازے ان کے لئے بند ہیں ۔ !"

"مگر ۔ کیوں ۔ جابر تلخی سے بولا ۔

"ہماری مرضی ۔ !"

"ہم نہیں چاہتے ۔ !"

"یہی تو پوچھ رہے ہیں ہم کہ کیوں ۔ !"

"آپ کو یہ پوچھنے کا حق نہیں ۔" وہ تلخی سے بولی ۔

"سائلہ ۔ ! ہوش میں رہیئے ۔ جو کچھ آپ سوچ رہی ہیں وہ کبھی نہیں ہو سکتا ۔ !

"اچھا پلیز ۔ آپ تشریف لے جایئے ۔ آپ کے مشورے کی ضرورت ہوگی تو آپ کو بلا لیں گے ۔ !" جایئے ۔ ہمیں مزید پریشان نہ کیجئے ۔ !"

وہ جھلایا مڑا مڑتا ہوا غصے میں باہر نکل گیا ۔ !

اور سائلہ نے اپنا سر تھام لیا۔

ثاقب ۔ اس کا پیار ۔ پھر سسکنے لگا ۔!

"دیکھا آپ نے ۔ ہم کتنے تنہا ہیں ۔ کتنے اکیلے !"

تب جما ۔ ما آگئی تھی۔

چاروں طرف پھول ہی پھول تھے ۔ نواب زادی کی خوبصورت بستی پھولوں سے بھری ہوئی تھی ۔ !

لیکن اس کے چہرے پر کوئی خوشی نہ تھی ۔ کہیں تازگی نہ تھی ۔ اجڑا اجڑا سا چہرہ تھا اور اڑی اڑی سی رنگت تھی ۔ !

اور وہ ۔

سارا دن پھول نوچ نوچ کر پھینکتی رہتی اور جب تھک آجاتی تو

سارے بنگلے میں پاگلوں کی طرح پھرتی رہتی۔!

"آپ کا فون ہے حضور۔!" سنبل آکر بولی۔

"کون ہے۔؟"

"آپ کی سہیلی رومی ہیں۔" سنبل بولی۔

اس نے ریسیور اٹھایا رومی گلہ کر رہی تھی۔

"سائرہ۔! کیا ہو گیا ہے تمہیں۔!" وہ پوچھ رہی تھی۔!

"کچھ نہیں۔" وہ پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔

"کچھ یاد ہے۔!" رومی بولی۔

"کیا۔؟"

"بہار آ گئی ہے۔!"

"ہاں۔!"

"کہاں گیا وہ جشنِ بہاراں۔؟" رومی نے پوچھا۔

"وہ اس سال نہیں ہوگا۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیوں۔؟"

"پریشان ہیں ہم کچھ۔!"

"سب سہیلیاں پوچھ رہی تھیں۔ کہ جشنِ بہاراں کا کارڈ کیوں نہیں ملا ابھی۔!" رومی ہنس کر بولی۔

"بس رومی ڈیئر۔ اس سال معاف کر دو۔ سناؤ تم کیسی ہو۔"

ایک بیمار سی ہنسی اس کے ہونٹوں پر رینگ گئی۔!

"ٹھیک ہوں ۔ مگر تمہاری طرف سے بڑی پریشانی ہے۔ بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے ۔ ؟

"کچھ بھی نہیں ۔ !"

"پھر پریشانی ۔ !"

"جانے کیوں ۔ !" وہ آہستہ سے بولی۔

"سب لوگ تمہاری باتیں کرتے ہیں ۔" رومی بولی ۔

"کیسی باتیں ۔ " پھیکی سی ہنسی کے ساتھ اس نے پوچھا۔

"یہی کہ نواب زادی نے لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا ہے ۔ مغرور ہو گئی ہیں ۔ کہیں آتی جاتیں نہیں ۔ ! مجھے بتاؤ ۔ ہوا کیا ۔ رومی کے لہجے میں اصرار تھا ۔ !

" دل نہیں چاہتا لوگوں سے ملنے کو ۔ کہیں جانے سے وحشت ہوتی ہے ۔ جانے کیوں ۔ " وہ لٹی لٹی سی آواز میں بولی۔

"کہیں کسی سے عشق تو نہیں ہو گیا ۔ !" رومی ہنسی ۔ !

"ہو گیا ہے ۔ !" وہ بھی ہنس دی۔

"سچی ۔ کس سے ۔ ؟"

تنہائی سے ۔ !"

"ہشت ۔ اچھا یہ بتاؤ ۔ میری طرف کب آ رہی ہو ۔ !"

"آؤں گی کبھی ۔ !"

"ضرور آنا ۔ انتظار کروں گی ۔ !"

"ثاقب کیسے ہیں ۔ " وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ ہی بیٹھی۔
" وہ بھی کچھ تمہاری طرح ہی واقع ہوئے ہیں ۔ " رومی ہنس کر بولی۔
"کیوں ؟" وہ چونک گئی ۔!
"کل میں نے ان سے کہا ۔ کہ ثاقب بہار آگئی ہے ۔!"
کہنے لگے ۔ اچھا ۔ کب ۔ ؟"
" میں نے کہا کس دنیا میں رہتے ہیں ۔ تو ہنس دیے ۔ بیں نا
تمہاری طرح ۔!" رومی ہنس کر بولی۔
وہ دکھی ہو گئی ۔!
" ہیلو ۔ ہیلو ۔ رومی بولی۔
" ہاں ۔!"
" تم چپ کیوں ہو گئیں ۔!
" کچھ نہیں ۔ یونہی ۔" وہ ہنس دی ۔ جبراً ۔!
" اچھا پھر کب آرہی ہو ۔!
جلدی ۔ اچھا رومی خدا حافظ ۔!"
اس سے مزید بات کرنا مشکل ہو گیا ۔ ریسیور رکھ کر وہ صوفے
پر گر سی پڑی ۔
نواب زادی حضور ۔ اس کا منیجر دروازے میں کھڑا تھا
" آیئے ۔!
" وہ حضور ۔ اس سال جشن بہاراں نہیں ہو گی ۔!"

"نہیں۔!" وہ آہستہ سے بولی۔

"بہتر۔!"

"لوگوں نے خواہ مخواہ کر کے تنگ کر دیا ہے۔" منیجر آہستہ سے بولا۔

"ہماری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔!" جو پوچھے کہہ دیجئے۔!"

"جی بہتر۔!"

"منیجر۔!"

"جی حضور۔!"

"ہم تو ان دنوں کسی کام میں دلچسپی نہیں لیتے۔ ہمیں کچھ یاد ہی نہیں کہ ہم کیا کیا کرتے تھے۔ آپ توجہ سے اپنا کام کر رہے ہیں نا۔" وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔

"جی حضور۔ خادم اپنے فرائض پر پورا اترنے کی کوشش کر رہا ہے۔!"

جہاں جہاں ہم ماہانہ وظیفہ دیا کرتے تھے۔ وہ باقاعدگی سے پہنچ رہے ہیں نا۔ کہتے ہوئے وہ یوں تھک گئی جیسے بیمار ہو۔!

"جی حضور۔!"

"بس ٹھیک ہے جائیے آپ۔!"

منیجر ادب سے سر جھکا کر واپس چلا گیا۔

اور نواب زادی۔!

گلدان سے پھول نوچ نوچ کر پھینکنے لگیں۔!

پتیاں بکھرتی جارہی تھیں ۔ اور نواب زادی کے دل میں
ہوک سی اٹھی ۔ !

نواب شاہ زادی کو جانے کیا ہوگیا ہے ۔ !
اس نے لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا ہے ۔ !
سب جگہ یہی باتیں پھیلی ہوئی تھیں ۔ !
ثاقب اور ردمی بھی کہیں جاتے تو یہی سنتے ۔ ثاقب کا دل
ٹکڑے ہو جاتا ۔ !
ایسا معلوم ہوتا جیسے باتیں کرنے والے اس کا دل مٹھی میں لے کر
مسل رہے ہوں ۔ !
اس روز ردمی اس سے کہنے لگی ۔

"ثاقب : !"

"ہوں ۔ !"

"نواب زادی کو کیا تو کہیں عشق ہو گیا ہے ۔ یا وہ مغرور ہو گئی ہے ۔ !"

وہ خاموش رہا ۔ !

"تم نہیں جانتے ثاقب ۔ ! وہ کتنی زندہ دل لڑکی تھی ۔ محفل کی رونق تھی ۔ ہر ایک کی مونس ۔ ہر ایک کی غمگسار ۔ بہار کے موسم میں وہ سات روز تک جشن بہاراں منایا کرتی تھی ۔ دنیا بھر کے لوگ آتے تھے ۔ رنگ رنگ کے پروگرام ۔ سچی بڑا مزہ آتا تھا ۔ جانے کیا ہو گیا ہے اسے ۔ میں نے اس روز فون پر پوچھا بھی ۔ !

"پھر ۔ ؟" وہ آہستہ سے بولا ۔

"کہنے لگی ۔ یوں ہی ۔ تنہائی سے پیار ہو گیا ہے ۔" رومی ہنس کر بولی ۔

ثاقب تڑپ کر رہ گیا ۔

"پرسوں پارٹی پر مجھے جابر ملا تھا ۔" رومی بولی ۔

"جابر کون ۔ ؟" ثاقب نے پوچھا ۔

"نواب زادی کا کزن ۔ ؟"

"تو ۔ !"

"مجھ سے کہنے لگا میں نواب زادی کو سمجھاؤں ۔ !"

"کیا ۔ ؟" ثاقب نے کھوئے ہوئے لہجے میں پوچھا ۔ !

"یہی کہ اس سے شادی کرلے۔!"

"شادی۔! ثاقب چونک گیا۔!

"ہاں۔ وہ اسے بے پناہ چاہتا ہے۔ مگر میں جانتی ہوں نواب زادی کو جابر سے سخت نفرت ہے۔ اس نے نواب زادی سے خود کہا ہے شادی کیلئے۔!"

"پھر۔!"

"نواب زادی نے صاف انکار کردیا ہے۔!"

ثاقب کے دل کی ویرانی بڑھ گئی۔!

"ثاقب۔!" اسی لمحے احمد آ گئے۔!

"جی اباجان۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔!

"میرے ساتھ آؤ۔ کچھ کام ہے تم سے۔!"

"جی۔ وہ اٹھ کر ان کے ساتھ باہر آگیا۔!

"بیٹے یہ دیکھو تار۔ سیٹھ صاحب نے مجھے اپنے پاس بلایا ہے۔! ان کا آپریشن کامیاب ہوگیا ہے۔ مگر انہیں مزید چھ ماہ وہاں رہنا ہے۔ ان کا خیال ہے میں کچھ عرصے ان کے پاس رہوں۔"

"جی۔ جیسے آپ کی مرضی۔!" ثاقب آہستہ سے بولا۔

"میں تم سے کہنا چاہتا تھا۔ کہ تم اپنا کام اچھی طرح سنبھال لو۔!"

"جی۔!" ثاقب آہستہ سے بولا۔

"شاقب۔ !" امجد کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

"جی۔ !"

"تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو۔ !"

وہ خاموش سا ہو گیا۔ !

"بیٹے جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ روحی کو اداس مت ہونے دینا"

امجد اس کا اداس چہرہ دیکھ کر غمزدہ ہو گئے۔ !

شاقب کی آنکھوں میں آنسو مچلنے لگے۔ آج اس کا جی چاہ رہا تھا

وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ !

امجد کچھ نہ کہہ سکے باہر نکل گئے۔

اور وہ کار لے کر باہر نکل آیا۔

یوں ہی سڑکوں پر بے مقصد پھرنے کے بعد اس کا رخ پھر اسی سڑک پر تھا جو نواب زادی کی بستی کی طرف جاتی تھی۔ !

کار اسپیڈ پکڑ رہی تھی۔

سامنے بستی نظر آنے لگی۔ اس کے محلوں کے اونچے منارے نظر آ رہے تھے۔ !

اس نے کار روک دی۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں وہ کئی بار آ چکا تھا۔ اور اس کے گھر کی طرف دیکھ کر لوٹ گیا تھا۔ !

بستی خوشبو سے مہک رہی تھی۔ ہر جگہ پھول ہی پھول

وہ واپس جانے والا تھا۔ کہ اس نے دیکھا۔ !

وہ کار رحجاتی ہوئی آرہی تھی ۔ اُسے دیکھ کر وہ رکی نہیں ۔ قریب سے گزر گئی ۔ !

اس نے دیکھا ۔ وہ کتنی دبلی ہو گئی تھی ۔ چہرے پر بھی تازگی نہ تھی ۔ مرجھائی مرجھائی سی لگ رہی تھی ۔ !

وہ وہیں کھڑا رہا ۔ !

کتنی دیر بیت گئی ۔ !

وہ واپس آگئی ۔

قریب سے گزرنے لگی ۔ وہ سڑک پر کھڑا ہو گیا ۔ !

اس نے کار روک دی ۔

" کچھ دیر رک جاؤ سائلہ ۔ !" وہ اس کے قریب آ کر کھویا کھویا سا بولا ۔

وہ ایک نظر اس پر ڈال کر رہ گئی ۔ نظر نہ تھی درد ہی درد تھا ۔ !

" آنکھیں ترس گئی ہیں ۔ !" شاقب کی پلکیں بھیگ گئیں ۔ !

" یہاں نہ آیا کیجئے شاقب ۔ ! " ضبط کرنے سے اس کی آواز لرز لرز گئی ۔ !

" یہ حق تو نہ چھینو ۔ " وہ دکھ سے بولا ۔

وہ خاموش بیٹھا رہا ۔

" سائلہ ۔ ! "

" جواب میں اس نے کار کا DIPPER آن کر دیا۔
" اسے یوں لگا جیسے شیشے پر دھند چھا گئی ہو۔
اس کے ہونٹ سفید پڑتے جا رہے تھے۔ !
" ثاقب — چلے جائیے — خدارا چلے جائیے۔ !"
اس نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ !
اسی لمحے جابر کی کار قریب سے گزری اس نے ثاقب کو گھور کر دیکھا۔
اس کے ساتھ جو آدمی بیٹھا تھا فوراً بولا۔
" نواب صاحب — یہ وہی ہے — نواب زادی مہمان — !"
" ہوں — تو یہ ہے۔ !"
" جی — !"
" دیکھ لیں گے اسے بھی —" جابر بولا۔
اور آگے نکل گیا — وہ دونوں بہت دور رہ گئے تھے۔ !
" اچھا سائمہ جاؤ — خوش رہا کرو۔ !"
ثاقب آہستہ سے بولا۔
اس نے کار اسٹارٹ کر دی۔
وہ دیکھتا رہ گیا۔ کتنی دیر تک کھڑا رہا۔
پھر ٹوٹے دل سے کار میں آ بیٹھا — ! اور واپس چل دیا۔
" تم کیا ہو گئی ہو — سائمہ۔ !"
" تمہارے ہونٹوں کی خشکی — تمہاری آنکھوں میں غم کے سیاہ

ڈورنے ۔ تمہارا اجڑا اجڑا چہرہ ۔!

دل کے ٹکڑے کر گیا ہے سائلہ ۔ !"

جب وہ گھر آیا تو رومی سو چکی تھی ۔ !

اور اس کی ساری رات کروٹیں بدلتے گزر گئی ۔ !

سگریٹ کے ٹکڑوں سے ایش ٹرے بھرتا چلا گیا ۔ !

ذہنی اضطراب نے اسے تھکا ڈالا ۔

نیند اس سے کوسوں دور تھی ۔ !

اگر کچھ تھا ۔ تو اس کے شعور میں سائلہ کا اجڑا اجڑا سا چہرہ تھا ۔ !

بھیگی بھیگی آنکھیں تھیں ۔!

قریب سوئی ہوئی رومی کے چہرے پر مسکراہٹ تھی ۔

جانے کون سا خواب دیکھ رہی تھی وہ ۔ !

وہ دونوں امجد کو سی آف کرنے کے بعد واپس لوٹ رہے تھے کہ رومی ایک لمبے تڑنگے آدمی کو دیکھ کر رک گئی۔!

"آداب۔!"

"اوہ رومی۔ کیسی ہو۔ اور آپ کی تعریف۔" وہ ثاقب کو سر سے پاؤں تک گھورتا ہوا بولا۔

"ثاقب ہیں میرے شوہر۔ اور ثاقب۔ یہ نواب جابر ہیں۔ نواب زادی کے کزن۔!" رومی ہنستی ہوئی بولی۔

"بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔!" جابر نے ایک طنزیہ سی مسکراہٹ سے ہاتھ ثاقب کی طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ۔!" ثاقب بولا۔

"نواب زادی کیسی ہیں۔!" رومی نے خوش دلی سے پوچھا۔

"آپ کہیئے ثاقب صاحب ۔ کیسے ہیں ۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"جی ۔" ثاقب حیرت زدہ سا بولا۔

"اچھی ہی ہوں گی ۔ آپ سے ملاقات نہیں ہوئی کیا ۔ جابر ثاقب کو نظر انداز کر کے رومی سے کہنے لگا۔!

"کئی روز سے نہیں ملی ۔ جانے کیا ہو گیا ہے اسے ۔" رومی بولی۔

"کیا ہو سکتا ہے انہیں ۔!" وہ ثاقب کی طرف مڑ کر بولا۔

"جی ۔ آپ کا مطلب ۔!" ثاقب چونک کر بولا۔

"انہیں عشق ہو گیا ہے رومی صاحبہ ۔!" جابر ثاقب پر گہری نظر ڈالتے ہوئے بولا۔

"سچی ۔ کون خوش قسمت ہے وہ ۔" رومی خوش ہو کر بولی۔

"بد قسمت کہو ۔!" جابر ثاقب کی طرف دیکھ کر ہنسا۔

"کیوں ۔؟" رومی حیرت سے اس کا منہ تکنے لگی۔

"رومی چلو ۔ دیر ہو رہی ہے ۔ ثاقب گھبرا سا گیا۔!

"ہاں رومی صاحبہ واقعی دیر ہو رہی ہے آپکو ۔!" جابر طنز یہ ہنسا۔

"اچھا خدا حافظ ۔ رومی جابر کی طرف حیرانگی سے دیکھتے ہوئے ثاقب کے ساتھ چل دی۔ اور جابر نے قہقہہ لگایا۔

جابر کا قہقہہ اب بھی ثاقب کے کانوں میں گونج رہا تھا۔

"یہ جلتا ہے نواب زادی سے ۔!" رومی بولی۔

"وہ خاموش تھا۔"

"عجیب پاگل آدمی ہے۔" روبی بولی۔

"آں۔ ہاں۔ وہ کھویا کھویا سا بولا۔

"اگر واقعی اس نے کسی کو پسند کر لیا ہے ثاقب۔ تو وہ آدمی یقیناً لاکھوں میں ایک ہوگا۔!

"ہوں۔!" اس کے ہونٹوں پر پھیکا سا تبسم ابھر آیا۔!

"تم نہیں جانتے ثاقب۔ نواب زادی پر شہر کے خوبصورت اور دولت مند لڑکے جان دیتے ہیں۔ مگر وہ آج تک کسی سے متاثر نہیں ہوئی۔۔! ہم سب سہیلیاں اکثر اس سے پوچھا کرتیں کہ کون سا شہزادہ آسمان سے اترے گا تمہارے لئے۔ تو پتہ ہے کیا کہا کرتی تھی۔ کہا کرتی تھی وہ واقعی لاکھوں میں ایک ہوگا۔ تم سب دیکھو گی تو جل جاؤ گی۔!"

روبی ہنستے ہوئے بولی۔

ثاقب نے دکھ سے اپنے ہونٹ دانتوں میں دبا لئے۔!

"ثاقب۔" روبی بولی۔

"ہوں۔!"

"ثاقب نواب زادی کے ہاں چلیں۔!

"نہیں آج۔ نہیں۔ پھر کبھی سہی۔!"

"نہیں ثاقب چلنا ہے۔ اسے خوشی ملی ہے۔ تو ہمیں مبارک باد دینا ہے۔ روبی کی باتوں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ نواب زادی نے کسی کو چن لیا ہے۔ کتنی خوش ہوگی وہ۔ کہا کرتی تھی۔ میں اپنی شادی بڑی دھوم دھام سے کروں گی۔

ساری دنیا کو پتہ لگ جائے کہ میں کسی کی ہو چکی ہوں۔ کوئی مسئلہ ہو گیا ہے

ثاقب وہ بہت خوش ہوگی۔ چلو ثاقب۔!

رومی مچل گئی۔!

"تم۔ تم چلی جاؤ رومی۔ مجھے کچھ ضروری کام ہیں۔!"

ضبط کرنے سے اس کے چہرے کی رگیں ابھر آئیں۔

"نہیں ثاقب۔ تم بھی چلو۔!"

"پھر کبھی سہی۔! اس وقت تم ضرور جانا چاہتی ہو تو ڈرائیور کو لے جاؤ۔!"

"اچھا۔ آج تو میں ضرور جاؤں گی۔!"

"مجھے گھر ڈراپ کر دو۔" وہ کھویا کھویا سا بولا۔

پھر رومی نے کتنی ہی باتیں کیں۔ وہ ہوں ہاں کرتا رہا۔ مگر اس کا ذہن اس کا ساتھ نہ دے رہا تھا۔

گھر آ گیا۔ وہ اتر گیا۔ اور ڈرائیور کو بھیج دیا۔!

رومی چلی گئی۔ وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔!

کسی کل چین نہیں تھا۔

وہ کمرے میں بے تابی سے ٹہل رہا تھا۔!

دماغ میں ایک سنسناہٹ سی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے کوئی دماغ کو شدید ضرب دے رہا ہو۔ اور دماغ کی کرچیاں ہوتی جا رہی ہیں۔

ہر کرچی آواز دینے لگی۔

ساگر۔ ساگر۔ میں مر جاؤں گا۔ تمہارے بغیر اسے

کا سارا جسم پسینے پسینے ہو گیا۔
لڑکھڑاتا ہوا وہ پلنگ پر گر پڑا۔
اک آگ تھی۔ جو اس کے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔
شعلے تھے۔ جو اسے بھسم کئے جا رہے تھے۔ !
کتنی دیر بیت گئی۔ !
ایک گھنٹہ۔ !
دو گھنٹے۔ !
تین گھنٹے۔ !
وہ وہیں پڑا رہا۔ ثانی ڈھیلی ہو کر ایک طرف کو لڑھک
چکی تھی۔
جسم میں اٹھنے کی سکت نہ تھی۔ !
شام ہو چکی تھی۔ باہر روحی کی آواز آ رہی تھی۔
وہ نوکروں سے ثاقب کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ !
"صاحب اندر ہیں۔ ! نوکر بولا۔
ثاقب۔ وہ کمرے میں آ کر بولی۔
"تمہیں تو کام تھا۔ مگر۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔"
وہ اس کی سرخ جلتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر ڈر سی گئی۔
"طبیعت خراب ہو گئی اچانک !" وہ یوں بولا جیسے بہت دور سے
بول رہا ہو۔ !"

"ڈاکٹر کو فون کروں۔!" رومی گھبرا گئی۔!

"نہیں۔!"

رومی نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ دیا۔ کہنے لگی۔ میں ڈاکٹر کو فون کرتی ہوں۔"

"نہیں رومی نہیں۔!" وہ تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔

"کیوں ثاقب۔!" رومی پیار سے اس کے سر میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔!

اور وہ بچوں کی طرح اس گود میں سر چھپا کر رو دیا۔

"ثاقب۔! رومی حیرت سے بولی۔

"رومی۔ رومی۔!" اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگتا جا رہا تھا۔!

"ثاقب کیا ہوا۔ کچھ بولو نا۔!"

"کچھ نہیں رومی۔ کچھ نہیں۔ سرخ آنکھوں سے آنسو بہتے چلے جا رہے تھے۔!

"تو پھر یہ۔" وہ پریشان ہو کر بولی۔

"جانے کیا ہو گیا ہے مجھے۔" وہ اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہنے لگا۔!

میں تو۔ میں تو پریشان ہو گئی۔ وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"کچھ دیر وہ چپ لیٹا رہا ۔ پھر بولا ۔ تم نے دیر کر دی ۔ کیا ۔ نواب زادی گھر پہ نہیں تھی ۔!

" وہاں تو بات ہی الٹی تھی ۔ جابر جھوٹ بولتا ہے ۔ !"

" کیا ۔ مطلب ۔ وہ خشک لبوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا ۔

" نواب زادی بے چاری تو بیمار ہے ۔ !"

وہ تڑپ گیا ۔ !

" وہ تو پہچانی نہیں جاتی ۔ سنبل کہہ رہی تھی کہ سارا دن خاموش پڑی رہتی ہے ۔ معلوم نہیں کیا ہوا اسے ۔ میں گئی تو وہ مجھے رو کر ملی ۔ جس طرح آپ نے ابھی کیا ہے نا ۔ اسی طرح وہ بھی میرے سینے سے لگتے ہی رونے لگی ۔

عجیب اتفاق ہے ۔ آج جانے کیسا دن ہے ۔" رومی مسکرا کر بولی ۔

" سگریٹ سلگا دو مجھے رومی ۔" ثاقب آہستہ سے بولا ۔

رومی نے ڈبیا سے سگریٹ نکالا اور ثاقب کے لبوں پر لگا دیا اور پھر تیلی سے سگریٹ سلگا دی ۔ بولی ۔

" جانے نواب زادی کو کیا ہوا ہے ۔ !"

" کوئی اور بات کرو رومی ۔" وہ تھکی تھکی آواز میں بولا ۔

رومی نے حیرت سے ثاقب کی طرف دیکھا ۔ ہنس کر بولی ۔

" انکل کے جانے کا تم پر کچھ زیادہ اثر ہوا ہے ۔!"

"چاہئے پڑا او ۔ اسے سمجھ نہ آرہی تھی ۔ ! کہ وہ اپنے آپ کو کیسے بہلائے ۔ !

"ابھی لاتی ہوں ۔ " ! وہ باہر نکل گئی ۔ !

" تو اس نے گھبرا کر دوسرا سگریٹ جلا لیا ۔ !

اسی وقت اشرف آ گیا ۔ !

اس نے اپنی دلچسپ باتوں سے کس حد تک اسے بہلا لیا ۔ !

رومی آ گئی ۔ !

رات گئے تک اشرف بیٹھا رہا ۔ !

اشرف نے کھانا بھی انہیں کے ساتھ کھایا ۔ کچھ روز میں اس کی شادی ہونے والی تھی ۔ اس لیے اسے کچھ زیادہ ہی ہنسی آرہی تھی ۔ وہ بات بات پر ہنس رہا تھا ۔ !

رومی اسے چھیڑ رہی تھی ۔ اور ثاقب خاموش لیٹا تھا ۔

"ثاقب ۔ تم نیند کی دوا لے لو ۔ نیند آ جائے گی ۔

رومی بولی ۔

"کیوں انہیں نیند نہیں آتی ۔ !" اشرف بولا ۔

"کچھ کم آتی ہے ۔ میری تو جب آنکھ کھلتی ہے ۔ انہیں بیٹھا دیکھتی ہوں ۔ !" سگریٹ پی رہے ہوتے ہیں ۔ !"

رومی ہنس کر بولی ۔

اشرف چپ سا ہو گیا ۔ پھر بولا ۔ اچھا بھئی

بیٹھا ..!"

خدا حافظ ..!" شاقب بولا۔

رومی نے مندیر کی دوا لاکر دی اور شاقب نے اس کا ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔

رومی مسکرا دی۔

اور اس کی آنکھیں بند کر لیں۔!

کتنے سارے دن گزر گئے ۔ !

زندگی نواب زادی کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹ رہی تھی ۔۔۔۔

وہ گرتی پڑتی ، سسکتی ہوئی زندگی کے ساتھ گھسٹ رہی تھی ۔ !

زندگی کے ساتھ لرزتے کانپتے اور سسکتے ہوئے تانتے بھی ساتھ ساتھ تھا ۔ !

اب تو کبھی کبھی اس کا رویہ رومی کے ساتھ بھی کچھ عجیب سا ہو جاتا ۔ اس کی بے رخی رومی کو حیران کر دیتی مگر پھر وہ اتنا ٹوٹ کر پیار کرتا کہ رومی سب کچھ بھول جاتی ۔ !

جابر ، البتہ ۔ کڑھتا ۔ جلتا اور منصوبے بناتا ۔ زندگی کے ساتھ چل رہا تھا ۔ !

اس نے کئی بار کوشش کی کہ نواب زادی کا دل جیت لے مگر اس دل میں سوائے ناتمام خواہشوں اور ویرانیوں کے کچھ بھی نہ تھا۔

جابر کی ہر کوشش ناکام ہو گئی۔ تو اس نے اپنی ماں کو نواب زادی کے پاس بھیجا۔!

مگر نواب زادی نے صاف کہہ دیا کہ وہ شادی کا قطعی ارادہ نہیں رکھتی۔!

جابر نے بستی والوں کو نواب زادی کے خلاف کرنا چاہا تو ہر جگہ منہ کی کھائی۔

نواب زادی تو ان کے دلوں میں رہتی تھی۔ وہ سب تو اس کی پرستش کرتے تھے۔ وہ بھلا جابر کی باتوں کو کیا جانتے تھے۔ ہر موڑ پر شکست! ہر جگہ ہار۔

جابر آجکل ہر جگہ سانپ کی طرح پھنکارتا رہتا۔!

اور نواب زادی ان سب باتوں سے بے خبر محبت میں کھوئی ہوئی تھی۔:

اس کے درد میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اسے اپنا ہوش نہ تھا۔

ایک روز نوکر نے ڈرتے ڈرتے کہنے لگا۔:

حضور کچھ لوگ آئے ہیں۔

"جاکر ان سے مل لیجیے آپ۔!"

"حضور وہ آپ کے پاس ایک درخواست لے کر آئے ہیں۔!

"منیجر بولا۔:

"کیسی درخواست۔!

"مشاعرے کی صدارت کے لئے۔!

"آپ نے انہیں بتایا نہیں کہ ہم نہیں جا سکیں گے۔!"

"پھر۔!"

"حضور وہ کہتے ہیں یہ مشاعرہ نواب صاحب مرحوم کروایا کرتے تھے۔ اور اسی لئے وہ۔" منیجر رک سا گیا۔!

"ان سے کہہ دیجئے ہماری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ہم نہیں جا سکیں گے۔ ہماری طرف سے معذرت کر دیجئے۔!" وہ تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔

"حضور۔ منیجر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔!

"کہیے۔!"

"حضور۔ خادم کی ناچیز رائے ہے۔!"

"کہیئے۔!" وہ آہستہ سے بولی۔

"اس مشاعرے کی صدارت آپ کو ضرور کرنا چاہیئے۔!"

"مگر۔!"

"غور فرمائیے حضور۔ نواب صاحب مرحوم کی روح خوش ہوگی حضور کو علم ہے۔ کہ نواب صاحب مرحوم اپنی زندگی میں یہ مشاعرہ

کس شان و شوکت سے کروایا کرتے تھے۔!

منیجر ہم ۔ !" وہ بے بسی سے ہو گئی۔!

" نواب زادی حضور ۔ سنبل بولی۔

" کہو ۔!"

" ناچیز کی التجا ہے ۔ کہ آپ اس مشاعرے میں ضرور تشریف لے جائیں۔ ! کچھ دل بہلے گا حضور کا۔ !"

وہ بے بس سی ہو گئی ۔ کہنے لگی۔!

" ٹھیک ہے ۔ ہم چلیں گے ۔!"

" شکریہ حضور ۔ منیجر خوش خوش باہر نکل گیا۔!

سنبل بھی مسکرا دی۔!

آج کئی ماہ بعد نواب زادی نے کسی چیز میں حصہ لینے سے انکار نہ کیا تھا۔

"کل کے لئے لباس کا چناؤ کر لیجئے۔ نواب زادی حضور۔ سنبل بولی۔

" خود ہی کر لو سنبل ۔ وہ لیٹے لیٹے بولی ۔ اور سنبل خوشی سے اچھلتی ہوئی باہر نکل گئی ۔!

مُشاعرےؔ سے کے سیکریٹری نے مہمانِ خصوصی کی آمد کا اعلان کیا
لوگ احتراماً کھڑے ہوگئے۔ نواب زادی ہال سے اندر داخل ہوئی۔
ہلکے آسمانی ریشمی لباس میں۔ !

لوگوں نے اسے عرصے بعد دیکھا تھا۔ بڑھ بڑھ کر اس سے
مل رہے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی ہر ایک کی بات کا جواب دیتی رہی
رومی اس کے قریب جا کر بولی۔
"شکر ہے۔ تمہاری صورت دیکھی۔
رومی کو دیکھ کر وہ ہراساں سی ہوگئی۔ کہنے لگی۔ !

"تم۔ !"

"ہاں میں۔ !" رومی ہنس دی۔
"آؤ" اس نے رومی کو اپنے ساتھ ہی بٹھا لیا۔

"اب کیسی ہو۔!"

"اچھی ہوں۔!"

"شکر ہے۔! ثاقب بھی آیا ہے۔ جانے کہاں غائب ہو گیا۔" روحی ادھر ادھر دیکھتی ہوئی بولی۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

سیکریٹری نے مشاعرے کا آغاز کا اعلان کیا۔

سامنے اسٹیج پر جانے اور انجانے چہرے بیٹھے تھے۔!

ثاقب کونے میں کھڑا تھا یہاں قدرے اندھیرا تھا۔

اس کا ذہن سامنے بیٹھے ہوئے بیشمار سامعین کی طرف لگا ہوا تھا۔!

اس کی نگاہیں ان سب کے درمیان ایک صوفے پر ٹھہر گئیں۔!

متا متا سا دھندلا چہرہ، آسمانی لباس میں اسے تلاش کر ہی لیا تھا۔ اسے دیکھ کر دل ودماغ اپنا کام کرنا بھول گئے۔!

اس نے چاہا۔

کاش۔ یہ لمحہ۔ یہ پل۔ یہ وقت بڑھ کر ایک صدی ہو جائے۔ وقت ٹھہر جائے۔ ہر چیز رک جائے۔ اور وہ یوں ہی سامنے بیٹھی رہے۔!

دل کی کسک بڑھتی جا رہی تھی۔!

مشاعرہ شروع ہو گیا۔ شاعر آ کر اپنا کلام سنانے لگے۔

اور وہ اب تک اندھیرے میں کھڑا اسے دیکھے جا رہا تھا۔ وہ ہولے ہولے مسکرا رہی تھی۔ رومی سے باتیں کر رہی تھی۔ !

اور شاقب کے دل کی دھڑکنیں اسے پکارنے لگیں۔ !

"سائلہ۔ سائلہ۔ میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ویران اور اکیلا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں بھول جاؤں۔ مگر۔ یہ میرے بس میں نہیں سائلہ۔ !

اسٹیج پر سیکرٹری نے اس کا نام پکارا۔ تو وہ تھکے تھکے ہوئے قدموں سے کھویا کھویا سا۔ مائیک کے سامنے آ گیا۔ اس کے ذہن میں کچھ نہیں تھا۔ !

جانے وہ کون سی غزل لے کر آیا تھا۔ اور کیا سنانا چاہتا تھا۔ مگر سب کچھ بھول چکا تھا۔ نظریں سامنے بیٹھی ہوئی نواب زادی پر ٹکی ہوئی تھیں۔ !

اس کی جلتی ہوئی آنکھیں نواب زادی کی اداس نظروں سے ملیں۔ پیار کی اس تپش سے وہ گھبرا گئی۔ لوگ تالیاں بجانے لگے۔ وہ کھڑا رہا خوب ہوٹنگ ہوئی۔ !

کچھ منچلے مذاق اڑا رہے تھے۔ !

کچھ جاننے والے لوگ حیران تھے۔ اسٹیج سیکرٹری آہستہ سے بولا۔

"شاقب صاحب ارشاد۔ !"

"آں۔ ہاں۔ مگر۔" وہ کھویا کھویا سا بولا۔
لوگ ہنس پڑے۔ ردمی پریشان ہو گئی۔ اور نواب زادی
گھبرا کر اٹھی۔!

اسی لمے سوز میں ڈوبی۔ ہوئی آواز ابھری۔

ہوا ہے تجھ سے بچھڑنے کے بعد معلوم
کہ تو نہیں تھی ترے ساتھ اک دنیا تھی
وفا پہ سخت گراں ہے تیرا وصال دوام
کہ تجھ سے مل کے بچھڑنا بڑی تمنا تھی

وہ آگے نہ سن سکی اور اس اندھیرے میں چلی گئی جہاں پر کچھ دیر پہلے
وہ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

غزل سنانے کے بعد وہ اسی جگہ آگیا۔!
سامنے وہ سوگوار سی کھڑی تھی۔

ثاقب نے اپنے لرزتے کانپتے ہاتھ اس کے کندھوں پر رکھ دیئے
"ثاقب۔! اس کے لب کانپے۔"

"جان ثاقب۔!" اس کی ساری چاہت سارا پیار اس کی
آواز میں سمٹ آیا۔

اور اس پیار سے وہ گھبرا گئی۔!
کہنے لگی۔!
"آپ ہمیں جینے نہ دیں گے۔!"

اس کے منہ سے ایک آہ نکلی ۔ اسے کندھوں سے جھنجھوڑتا ہوا بولا ۔

"کیا کروں میں ۔ مجھے تم ہی بتاؤ ۔ کیا کروں ۔

"بھول جایئے نہیں ۔ " وہ آہستہ سے اپنے کندھوں سے اس کے ہاتھ ہٹاتی ہوئی بولی ۔

"کیسے ۔ ؟" اس کے لہجے میں دنیا جہان کی بیچارگی تھی ۔ وہ خاموش سی ہو گئی ۔ !

"بتاؤ نا ۔ کیسے بھول جاؤں ۔ وہ دکھ سے اپنے ہونٹ کو کاٹتے ہوئے بولا ۔

"ہم کیا کریں ۔ ہمیں تو خود کوئی نہیں بتاتا ۔ کہ ہم کیسے آپ کو بھول جائیں ۔ ؟"

اس کی آواز بھرا گئی ۔ !

"سائرہ ۔ ! میری ایک التجا ہے ۔ !"

وہ درد بھری نظروں سے دیکھ کر رہ گئی ۔ !

"مانو گی ۔ وہ بڑی اپنائیت سے انگلی سے اس کی ٹھوڑی چھوتے ہوئے بولا ۔

پلکوں کی جھالریں جھپک گئی ۔ ! [illegible] اس نے نظریں اٹھائیں

اس دیوانے کو ہر روز ایک ہی بار [illegible] جایا کرو ۔ !

"[illegible] ثاقب ۔ !" وہ کانپ گئی ۔ !

"صرف ایک بار۔ !"

"صرف دیکھ کر ان ترستی ہوئی آنکھوں میں تمہارا تصور بھر لیا کروں گا۔ ! اور یوں ہی۔ زندگی گزر جائے گی۔ کچھ تو سکون آئے گا نا۔ !"

"نہیں ثاقب۔ !" وہ لرز گئی۔

"میری التجا ہے سائرہ۔"

"نہیں۔ !" اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ !

"سائرہ۔ میری سائرہ۔ وہ پاگل سا ہو رہا تھا۔

جھنجھلا کا جہاد نیر تھا۔

جائیے ثاقب۔ رومی گھبرا رہی ہو گی۔ وہ آہستہ سے بولی۔

"تم چاہتی ہو نا کہ رومی خوش رہے۔ اسے پتہ نہ چلے۔ اگر سائرہ! تم نے میرے ساتھ بھی رویہ رکھا تو۔ رومی کو پتہ چل جائے گا۔ !

"نہیں ثاقب۔ ! وہ کانپ گئی۔ !

"میں دن رات تڑپتا ہوں۔ ایک جان لیوا سی سوچ ہر وقت مجھ پہ سوار رہتی ہے۔ میں اب خود پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ میں پاگل ہو جاؤں گا سائرہ۔ مجھے۔ مجھے بچا لو۔ خدا کے لیے مجھ پہ رحم کر دو۔ وہ جنون میں بہتا ہوا اس کے کندھے زور سے جھنجھوڑتا ہوا بولا۔

اور اس کے چہرے پہ دکھ کی پرچھائیاں رینگ اٹھیں۔ اندرونی کرب سے اس کی آنکھیں چھلک آئیں۔ روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ !

"ہمارا صبر ٹوٹنے — ہمارے احساس وخیال تو ویران ہو چکے ہیں۔
اب — اب — وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی — اور ہاتھوں سے
چہرہ چھپا کر رو دی۔ !

"مجھے معاف کر دو سائرہ — میں اپنی وحشت میں اس قدر پاگل ہو گیا
ہوں — کتنا برا ہوں میں — سوائے آنسوؤں کے تمہیں کچھ نہیں دے سکا
وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

اور سائرہ کے دل میں فریادیں مچلنے لگیں — لیکن اس فریاد کی کوئی لے نہیں
تھی — ! ہونٹ بند تھے — سینہ بوجھل اور دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔
وہ کٹا کٹا سا جا رہا تھا۔ !

" تب اس کی وحشت ایک دم جاگ اٹھی — اور آسمان کی طرف
دیکھ کر بولی۔

"معبود — کیا ہمارے سجدوں میں کوئی خلوص نہ تھا۔
ہمارے نصیب میں کالی اور لمبی راتیں ہی لکھیں آپ نے۔ !"
کتنے دکھ سہتے رہے ہیں ہم۔ !

اس نے دیکھا۔ !

مشاعرہ ختم ہو چکا تھا — اور ثاقب رد ھکے سے شکار
میں بیٹھ رہا تھا۔ !

تب اس کی روح سسکنے لگی — روح پہ پڑے ہوئے آبلے ٹیسنے
لگے۔ !

اور وقت ان دونوں کی بے بسی پہ کراہ رہا تھا۔ بڑھاپوں کے درمیان جو
ناقابلِ عبور خلیج تھی۔ !
جو فاصلے تھے۔ جو دوری تھی۔ !
اسی پر آنسو بہا رہا تھا۔ !
سائرہ کے دل میں اک ہوک سی اٹھی۔ !
اسی لیے اس کا ڈرائیور اس کے قریب آکر بولا۔
"چلیے حضور۔"
"کہاں۔" وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔
"گھر حضور۔"
"گھر۔" وہ ٹوٹی ہوئی آواز میں بولی۔
"جی۔ مشاعرہ ختم ہو گیا حضور۔"
"ختم ہو گیا۔" !
"جی حضور۔" ڈرائیور حیرانگی سے اسے دیکھ کر بولا۔
"اچھا۔ ہاں۔ ہاں چلو۔" وہ تھکے تھکے قدموں سے کار کی
طرف چل دی۔ جہاں مشاعرے کے منتظمین اس کا شکریہ ادا کرنے کے
لیے کھڑے تھے۔ !
چند سپنے تھے لفظ ادا کرنے مشکل ہو گئے اسنے اس کے لیے۔ !
کار چل پڑی۔
اور اسے یوں لگا جیسے سارے جہاں

میں آگ سی لگی ہو۔ !
سڑکوں کے کنارے لگے ہوئے بلب اسے شعلے سے لگ رہے
تھے ۔۔!

اَوَدبُوُن

غم کی تند و تیز موجوں نے اسے اپنے اندر سمیٹ لیا۔ !
نواب زادی کا شاداب چہرہ مرجھا سا گیا۔
اس کی کنول جیسی آنکھیں بیمار بیمار سی لگتیں۔ !
ہر گھڑی اداس، اداس، بجھی بجھی۔ وہ آوازوں کی چتا پر
سلگتی رہتی۔
اس کے محل نما بنگلے کی دیواریں سائیں سائیں کرتی رہیں۔ !

نہ کتابوں میں دل لگتا۔!

نہ موسیقی بھے بھاتا۔!

سارا دن الجھی الجھی سی رہتی۔ اب تو اسے اکیلے درخت کے پیچھے بیٹھنے سے بھی وحشت ہونے لگتی۔!

ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔!

تاریکی کے غبار۔!

رسم و رواج کی آہنی زنجیریں۔!

اور وہ نڈھال دکھی تھکی سی۔!

اس روز وہ یوں ہی الجھی الجھی سی بیٹھی تھی۔!

سنبل کئی بار لباس تبدیل کرنے کو کہہ چکی تھی۔ مگر اسے کوئی ہوش نہ تھا۔!

"نواب زادی حضور لباس تبدیل کر لیجئے۔" سنبل نے ڈرتے ڈرتے پھر یاد دلایا۔

"جاؤ۔ جاؤ نکل جاؤ۔ کیوں تنگ کرتی ہو ہمیں۔!"

وہ چیخ کر بولی۔

سنبل سہمی سہمی کمرے سے باہر نکل گئی۔!

تو اس نے دیکھا۔ شاقب سامنے کھڑا تھا۔!

"آپ۔!"

"ہاں۔ سائرہ کہاں ہیں۔" وہ تھکا تھکا سا بولا۔

"جی - وہ اپنے کمرے میں ہیں - مگر۔!

"مگر کیا - ؟" شاقب رک کر بولا۔

"ایک بات کہوں سرکار - " سنبل بھرائی ہوئی آواز میں بولی - !

"کیا بات ہے۔!" شاقب گھبر گیا۔!

"سرکار - آپ ہی کچھ نواب زادی حضور کو سمجھایئے!"

"کیوں کیا ہوا - ؟" شاقب اور زیادہ گھبرا گیا۔

"عجیب سی حالت ہو گئی ہے ان کی سرکار - نہ کسی سے ملتی ہیں - نہ کہیں جاتی ہیں - سارا دن کوٹھی میں گھومتی رہتی ہیں - نہ کھانے کا ہوش - نہ پینے کا - نہ لباس کا خیال - آنکھوں میں اتنی ویرانی ہے کہ مجھے ڈر لگنے لگا ہے"

وہ چپ چاپ سا اس کا چہرہ تک رہا تھا۔

"سمجھائیں گے حضور - ! سنبل دوپٹے کے پلو سے اپنی - آنکھیں پونچھتی ہوئی بولی۔

وہ ایک ہوک سی لئے نواب زادی کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں آٹوگراف تھا - اور اسے دیکھے جا رہی تھی - اس کی نظریں آٹوگراف پر جمی ہوئی تھیں - !

شاقب خاموش کھڑا دیکھے جا رہا تھا۔ اور اسے کوئی خبر نہ تھی - !

شاقب نے اپنا ہاتھ دروازے پر رکھا - کچھ آہٹ سی ہوئی نواب

لا دیکھا تو کرات پر نظریں جمائے ہوئے بولی۔
"سنبل۔!
سنبل نارمل ہو گئی ہو تم سے۔!
"سنبل ہمارا جی نہیں چاہ رہا تھا لباس تبدیل کرنے کو۔!
کیا کریں گے ہم لباس تبدیل کر کے۔ تم ہی بتاؤ۔!
اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا
وہ تھکی تھکی سی آنکھوں سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔!
وہ خاموش سی ہو گئی۔!
مچلتی تمناؤں کو دباتے ہوئے ثاقب آگے بڑھا۔ آہستہ سے
بولا۔
"بیٹھنے کی اجازت بھی نہیں دو گی۔!
وہ خاموش رہی۔
"تھک گیا ہوں۔" وہ صوفے پر اپنے آپ کو گراتے ہوئے
بولا۔!
وہ تب بھی خاموش رہی۔!
پیاس بھی لگی ہے۔! اس کے ہونٹوں پر جلی جلی سی
مسکراہٹ پھیل گئی۔!
"وہ آہستہ سے اٹھی اور ریفریجریٹر سے پانی گلاس میں ڈال کر لے آئی۔"
اور گلاس آگے بڑھا دیا۔!

ثاقب نے گلاس تھام لیا۔ اور یوں پی گیا۔ جیسے مدت کا پیاسا ہو۔!

وہ خاموش سامنے یوں بیٹھی تھی۔ جیسے ایک تصویر ہو۔ ایک بت ہو۔!"

ثاقب نے میز پر پڑی آٹو گراف اٹھالی۔

ساری آٹو گراف پر ایک ہی شعر لکھا تھا۔ جو ثاقب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔:

یہ معصوم چہرہ یہ بانکی ادائیں
انہیں کی بدولت ہوئی ہے خرابی

ثاقب نے وہ صفحہ پھاڑ لیا۔ اور اس کے ٹکڑے کر دیئے۔!

"یہ کیا کیا آپ نے۔؟" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"اچھا کیا میں نے سائرہ۔ ایک کمینے آدمی کی یادگار تمہارے پاس رہنی نہیں چاہیئے۔ تم بہت بلند ہو سائرہ۔ اور یہ۔ یہ اس کے چہرے پر نفرت کی لکیریں سی پھیل گئیں۔!

"خاموش ہو جایئے۔ للہ خاموش ہو جایئے۔" اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ اس کا پورا وجود لرز رہا تھا۔:

سائرہ میں بہت برا ہوں۔ میں نے حالات سے شکست کھائی اور تمہیں دکھ دیا۔ تمہیں تنہائی اور ویرانی میں نے دی ہے۔ سائرہ تمہیں نہیں معلوم؟ مجھے اپنے آپ سے نفرت ہو گئی ہے۔ مجھے

کسی کا چین نصیب نہیں ۔ میں بے سکون ہوں ۔ !"

"آپ کو منزل مل گئی ہے ثاقب ۔ !" وہ آہستہ سے بولی ۔

"منزل ۔ ہاں ۔ مگر میرے لئے وہ منزل غبار راہ ہے ۔ ! میں نے تمہیں گنوا کر پایا ۔ صرف چند یادیں ۔ کچھ تلخ حقیقتیں اور آنسوؤں کے بیشمار چراغ ۔ ! یہ چراغ میری تاریک زندگی کو منور نہیں کر سکتے سائلہ انہوں نے تو میری زندگی میں آگ سی لگا دی ہے آگ ۔ !"

اور اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ گیا ۔ آنکھوں سے آگ نکلنے لگی ۔ سارا وجود جیسے شعلہ بن گیا ۔

"ثاقب ۔ آپ یہاں نہ آیا کریں ۔ " وہ صبر و ضبط کی تصویر بنی بولی ۔ !

" میں نے تم سے بھیک مانگی تھی سائلہ ۔ ! میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے اپنا قرب بخش دو ۔ " وہ اس کے گھٹنوں پر اپنا سر رکھتا ہوا بولا ۔

' نہیں ثاقب ۔ نہیں ۔ !

" خود غرض بن جاؤ سائلہ ۔ ! میرے لئے ' ۔ اس جہان میں سب کچھ ہوتا ہے ۔ تم بھی تو تڑپ رہی ہو ۔ تمہیں بھی تو سکون نہیں ۔ بھول جاؤ کہ ہمارے درمیان کوئی دیوار ہے ۔ کوئی فاصلہ ہے ۔ دنیا ۔ سماج ۔ سب کچھ بھول جاؤ ۔ یاد رکھو تو صرف اتنا کہ ۔ ثاقب تمہارا ہے ۔ اور تم ثاقب کی ہو !

وہ لرز سی گئی ۔ کہنے لگی۔

"آپ کیسی باتیں کرنے لگے ۔ سمجھئے کہ وہ ایک حادثہ تھا"۔ وہ آہستہ سے کہنے لگی

اور یہ حادثہ میری زندگی کا عظیم حادثہ ہے۔ میری ساری زندگی اس حادثے کے ساتھ بہہ گئی ہے سائرہ۔ !" اور میں ایک بھکاری کی طرح تمہارے سامنے ہوں ۔ مجھے بھیک دیدو سائرہ۔ اس کی آنکھوں سے موتیوں کے آبشارے پھوٹ پڑے

اور اسی لمحے سائرہ کا جی چاہا ۔ کہ ان جلتی ہوئی آنکھوں پر اپنے ٹھنڈے ہونٹ رکھ دے اور یہ سارا درد اپنی روح کی گہرائیوں میں اتار لے۔!

مگر وہ ایسا نہ کرسکی۔ بلکہ تلخ آواز میں بولی۔

" للّٰہ چلے جائیے یہاں سے۔ آپ ہمیں رسوا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم پر ترس کھائیے اور یہاں نہ آیا کیجئے۔ !"

" کہاں جاؤں ۔ !" وہ بے بسی سے بولا۔

" اپنے گھر۔ !"

" گھر۔ وہاں بھی سکون نہیں ۔ کرب کے کیسے نشتر اور تکلیف سے کانٹے ہیں وہاں۔ !"

" آپ نہیں مانیں گے ۔ تو ہم کہیں چلے جاتے ہیں" ۔ وہ بے بسی سے کہنے لگی۔ !

" نہیں نہیں سائرہ ۔ وہ تڑپ کر اٹھا۔

"بس ٹھیک ہے۔ ہم کہیں چلے جائیں گے۔ پھر کبھی نہیں آئیں گے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"نہیں سائلہ۔ یوں نہ کرنا۔ تم جانتی ہو نا کہ میں۔ میں تمہارے پاس نہ آؤں۔ تو جی نہیں پاؤں گا۔ مگر۔ مگر تم نہ جانا۔"

وہ بمشکل بولا۔ یہ کہتے ہوئے اسے یوں لگا جیسے اس نے اپنی موت کا حکم سن لیا ہو۔

"تو پھر وعدہ کیجئے۔" وہ اپنے آنسو روکنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیا۔؟" وہ لٹا لٹا سا بولا۔

"ہمیں بھول جائیے۔"

اس نے بیتابی سے اس کی طرف دیکھا۔

"وعدہ کیجئے نہیں تو ہم بہت دور چلے جائیں گے۔"

اس کے آنسو ٹوٹے دانوں کی طرح گرنے لگے۔

"یہ وعدہ۔؟" اس کے جذبات۔ دل و دماغ میں ایک ہلچل سی مچ گئی۔

"کوشش کریں گے ہمیں بھولنے کی۔" وہ آنسوؤں کے درمیان ہلکے سے مسکرا دی۔

"اچھا۔"

"آلمسمہ یہاں نہیں آئیں گے۔"

وہ خاموش رہا۔

"تو جائیے اب۔۔۔! ردمی پریشان ہو رہی ہوگی۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"ایک التجا میری بھی ہے اگر مانو تو۔۔۔" وہ تھکی تھکی سی آواز میں بولا۔

"کہیئے ہم ضرور مانیں گے۔!"

"زندگی کی گہما گہمی میں حصہ لینا شروع کردو۔ اپنے لئے ساتھی چن لو۔!" وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔

وہ تڑپ سی گئی۔

"ہاں۔ کہیں۔ کسی بہت اچھی جگہ۔ بہت اونچی شخصیت سے!" اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔!

"شاقب۔۔" وہ لرز سی گئی۔!

"تم نے میری بات ماننے کا وعدہ کیا ہے۔!"

"نہیں۔ نہیں۔!"

"کوشش ہی سہی۔!" وہ جلتی ہوئی آنکھوں سے اسے گھورتا ہوا بولا۔!

وہ خاموش سی ہوگئی۔!

اور وہ سارے جہاں کا غم اپنی آواز میں سمیٹے کہنے لگا۔

"تمہاری تنہائی کٹ جائے گی۔ تم زندگی کا ساتھی بھنا لو گی
تمہیں خوشیاں مل جائیں گی تو شاید اس بے قرار دل کو قرار آجائے
سائلہ۔!"

وہ رو دی۔

"اچھا سائلہ۔ خدا حافظ۔ اور مجھے امید ہے کہ
تم اب وہی پہلے والی نواب زادی بن جاؤ گی۔ جو لوگوں کے دلوں
میں رہتی تھی۔ جو ہر محفل کی جان تھی۔ زندہ دِل اور خوبصورت
سے ہے نا۔!"

"یہ ہم سے نہیں ہو سکے گا۔!
وہ آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھا کر بولی۔
"تو پھر ہم بھی اپنے وعدے کے پابند نہیں۔!
وہ ہلکے سے مسکرا دیا۔!
"نہیں نہیں۔ ہم زندگی کی گہما گہمی میں حصہ لیں گے۔ ہم وہ سب
کچھ کریں گے۔ جو آپ نے حکم دیا۔!
کہتے ہوئے اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔
ثاقب کی بیقراری بڑھ گئی۔ اس نے روتی ہوئی سائلہ کے سر پہ اپنے
ہونٹ رکھ دیئے۔!
اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔!

امجد کا خط آیا تھا ۔ کہ سیٹھ صاحب کی بیماری کی وجہ سے انہیں ایک سال تک وہیں قیام کرنا پڑے گا ۔ !

اسی روز رومی کو بھی سیٹھ صاحب کا خط ملا ۔ انہوں نے بیٹی کو تسلی ۔ پیار ۔ اور اچھی زندگی کی دعائیں دی تھیں ۔

ثاقب دفتر سے آیا ۔ !

تو رومی خط لے آئی ۔ !

" ابا جان کا خط آیا ہے ۔" رومی کے چہرے پر اداسی تھی ۔

" ہاں مجھے بھی خط لکھا ہے انہوں نے ۔ !" ثاقب پلنگ پر دراز ہوتے ہوئے بولا ۔

" سمجھ نہیں آتا ۔ ابا جان وہاں کیوں رہنا چاہتے ہیں ۔ !"

" کاروبار ۔" ثاقب ہنس دیا ۔

ثاقب خاموش ہو گیا۔!

"میں تو ابا جان کے لئے اداس ہو گئی ہوں۔ رومی کی آنکھوں چھلک آئیں۔!

"ارے۔ تم تو رونے لگیں۔ پگلی۔ ثاقب نے اس کے سر پر ہلکے سے چپت لگاتے ہوئے کہا۔

"سچ ثاقب۔ میں اداس ہو گئی ہوں۔!"

"تو پھر آسٹریلیا چلے چلیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"کیسے جا سکتے ہیں۔ کاروبار کون سنبھالے گا۔!

"ہاں۔ یہ بات تو ہے۔! مگر اتنی اداسی اچھی نہیں۔!"

"یوں تو جیا نہیں جاتا نا۔ ثاقب کی آنکھیں گہری ہو گئیں۔

"جانے کیوں ثاقب۔ آج کل میرا جی چاہتا ہے۔ تنہائی میں جا کر خوب روؤں۔!

رومی آہستہ سے بولی۔

اور ثاقب چونک گیا۔!

درد کی رمق رومی کی باتوں میں پا کر وہ ڈر سا گیا تھا۔!

کہنے لگا:

"کیوں۔؟"

"جانے کیوں۔ کوئی وجہ بھی تو نہیں۔" رومی کے ہونٹوں پر پھیکا سا تبسم پھیلا۔

"شاید ۔ شاید تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے ۔ !" وہ کھویا کھویا سا بولا ۔

"نہیں ثاقب ۔ ایسا نہیں ہے ۔ !"

"تو پھر کیا ہے ۔ !"

"معلوم نہیں ۔ دل کے اندر کچھ ہے ۔ جس کو زبان نہیں ملتی ۔ شائد انجان کی وجہ سے ۔ یا پھر میں نہیں سمجھ پاتی کہ کیوں ۔ ؟ وہ سادگی سے بولی ۔

ثاقب چپ سا ہوگیا ۔ !

کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھنے کے بعد وہ بولی ۔

"ثاقب ۔ !"

"کیوں ۔ ؟"

"ثاقب تم مجھ سے خوش ہو ۔ !"

"تم نے یہ کیوں پوچھا ۔

"تم اداس جو رہتے ہو ۔ !"

"میری عادت ہے رومی ۔ !"

"اچھا ۔ عادت ہی ہوگی ۔ وہ ہنس دی ۔

" رومی اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتا ہوا بولا ۔

"رومی اگر مجھ سے کبھی کوئی کوتاہی ہوجایا کرے تو مجھے معاف کر دیا کرو ۔ !

"شاقب ۔ !" وہ اس کے سینے سے لگ گئی ۔

" ہاں رومی ۔ " اس کی آنکھیں بھیگ سی گئیں دل کے اندر کرب کلبلانے لگا ۔

" تمہیں کوئی دکھ ہے شاقب ۔ " وہ اپنا چہرہ اس کے سامنے کرتی ہوئی بولی ۔

" نہیں رومی ۔ مجھے بھلا کیا دکھ ہو سکتا ہے ؟ وہ اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا ۔

" اگر کچھ ہے تو مجھے بتا دو شاقب ۔ ! دیکھو نا ۔ تمہیں ہر بات مجھ سے کہہ دینی چاہیے ۔ ہمارے درمیان کوئی راز نہیں رہنا چاہیئے۔ نا ۔ تم اداس اداس رہتے ہو ۔ تو جانے کیوں مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس کا سبب میں ہوں ۔ اس نے سادگی سے اپنے دل کی بات کہہ دی ۔

" نہیں رومی ۔ تمہارا وہم ہے ۔ تم جیسی پیاری بیوی کے ہوتے ہوئے مجھے کیا دکھ ہو سکتا ہے ۔ " وہ اپنے دل پر قابو پاتے ہوئے بولا ۔

" وہم ہی ہوگا پھر ۔ ! " وہ مسکرا کر بولی ۔

" میں سوچتا ہوں رومی کہ ہم دونوں زندگی کی گہما گہمی سے کچھ دور ہو گئے ہیں ۔ بس مشینیں بن گئے ہیں ۔ ! میں دفتر کا کام کرتا ہوں ۔ اور تم سارا دن اکیلی گھر رہتی ہو ۔ اسی لئے تمہاری سوچ

بدل گئی ہے۔!

"شاید۔!" رومی اس کی قمیض کے کالر سے کھیلتی ہوئی بولی

"تو پھر۔ میرے خیال میں اس کا حل سوچنا چاہیئے۔!"

ثاقب جیسے جبراً یہ سب باتیں کہہ رہا تھا۔ ورنہ اس کا دل تو چاہ رہا تھا۔ کہ اس ویرانے میں چلا جائے۔ جہاں نواب زادی رہتی تھی ایک دوسرے کو دیکھتے دیکھتے ہی زندگی تمام ہو جائے مگر رومی سیدھی سادھی چاہنے والی بیوی تھی۔!

آخر اسکی بھی تو کوئی مانگ تھی۔ اسے بھی کمپنی چاہیئے تھی۔

زمن

اور

محبت

اسے اس چکی میں پسنا تھا۔!

کہنے لگا۔

"رومی ہم یوں کرتے ہیں۔ کلب کے ممبر بن جاتے ہیں۔ شام اچھی گزر جائے گی۔ ہے نا۔!"

جیسے تم کہو۔! رومی بولی۔

"تو ٹھیک ہے۔! ہم دونوں ممبر بن جاتے ہیں۔!"

رومی ہنس دی۔

"چلو پھر چائے بنواؤ۔ اور آج خوبصورت ساڑھی پہنو۔!" کہتے

ہوئے اسے نواب زادی کا سفید ناروں بھرا لباس پھر یاد آگیا۔ کتنی شاندار لگتی تھی وہ اس لباس میں۔!"

بے خیالی میں وہ کہنے لگا۔!

" روی۔!"

" ہوں۔!"

" تمہارے پاس کوئی سفید ناروں بھرا لباس ہے۔!"

" نہیں۔!"

" تو پھر چلو۔ آج پہلے شاپنگ کرتے ہیں۔ تمہارے لئے سفید ناروں بھری ساڑھی خریدوں گا میں۔!"

" سفید ناروں بھری۔!" روی بولی۔

" ہاں۔"

" وہ جیسی نواب زادی نے پارٹی پر پہن رکھی تھی۔!"

روی سادگی سے بولی۔

" نواب زادی نے۔ ہاں شاید۔" وہ گھبرا سا گیا۔

" ٹھیک ہے چلو پھر۔!"

تیار ہو کر وہ دونوں بازار پہنچے۔!

ثاقب نے بہت ساری چیزیں روی کو خرید کر دیں۔!

روی خوش خوش اس کے ساتھ تھی۔

چھوٹے بڑے پیکٹ ثاقب کے ہاتھ سے لیتے ہوئے بولی۔

"تمہاری لپ سٹک بڑی اچھی ہے۔"

"اچھا۔"

"ہاں بہت۔ میری سہیلی طاہرہ ہے نا۔ ہمیشہ بھدّے بھدّے رنگ پہنا کرتی ہے۔ اور وہ رنگ اس کے میاں کے چالیس کے ہوتے ہیں۔"

ثاقب مسکرا دیا۔

دونوں نے ایک ہوٹل میں چائے پی۔

شام ثاقب نے کلب فون کر کے کلب کی ممبر فیس بھجوائی۔

مگر اس شام وہ کلب نہ جا سکے۔

نواب زادی کے خیال سے اس نے فرار حاصل کرنا چاہا مگر وہ جھلمل کرتی ہوئی پھر اس کے خیالوں میں آ گئی۔

تب اس کے حسین تصور کے ساتھ جانے کہاں کہاں گھومنے لگا وہ!

نواب جابر کلب کا پرانا ممبر تھا۔
اس کی شامیں اکثر وہیں گزرا کرتیں۔!
کلب کی خوبصورت عورتوں کے درمیان گھرا ہوا وہ زندگی کی دلچسپیوں میں پورا پورا حصہ لیتا۔!
ہفتے کی رات۔
اور یہ رات گزشتہ ہفتے کی رنگین ترین رات ہوا کرتی تھی۔!
اس رات کسی اچھی بیلے ڈانسر کا پروگرام ہوا کرتا۔
اور پھر رات گئے تک کیبس ڈانس۔!
چکنے رنگ بستہ فرش پر جوڑے دنیا و مافیہا سے بے خبر ایک ددسرے میں کھوئے ہوئے میوزک کی دھن پر متحرک رہے تھے۔
نواب جابر کی پارٹنر کلب کی کوئی حسین تیتری ہوا کرتی۔!

آج بھی ہفتے کی رات تھی۔!

ہر شام ہی دلفریب مسکراہٹیں۔ اور رنگ برنگے لباس کلب کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔!

نواب جابر کے سامنے وہسکی کی بوتل کھلی پڑی تھی۔!

اور وہ اکیلا بیٹھا تھا۔

وہ دیکھ کر چونک گیا - رومی اور ثاقب چلے آرہے تھے۔!

رومی اپنی کسی جاننے والیوں سے باتیں کرتی ہوئی۔ ثاقب کے ساتھ کھڑی تھی۔

ثاقب خاموش سا کھڑا تھا۔

ثاقب کو دیکھ کر جابر کے ہونٹ سختی سے بھنچ گئے۔

اس نے پیگ بھرا اور غٹاغٹ پی گیا - اسے دیکھکر رومی نے سلام کیا۔

وہ اٹھ کر ان کے قریب آگیا۔!

"اوہ رومی۔ کیسی ہو۔!"

"فائن۔!"

"ہیلو مسٹر ثاقب۔" اس نے اپنا ہاتھ ثاقب کی طرف بڑھا دیا۔!

"ہیلو۔ ثاقب بے دلی سے بولا۔

"ہم آج ہی ممبر بنے ہیں نواب جابر" - رومی خوشدلی سے بولی۔

"بہت اچھا کیا آپ نے۔ زندگی بڑی خوبصورت چیز ہے اور چند لمحوں کے لیے ہمارے ہاتھ لگ جاتی ہے۔ پھر کیوں نہ زندگی کو انجوائے کیا جائے" وہ اپنے مخصوص انداز میں ہنستا ہوا بولا۔

"ہاں ہم لوگ لوگ یوں ہی گھر بیٹھے بور ہوا کرتے تھے" رومی ہنس کر بولی۔

"ثاقب صاحب کی بوریت کا کیا عالم ہے۔!" جابر ہنس کر بولا۔!"

"کیا مطلب" ثاقب ہنس کر بولا۔

"میرا مطلب ہے۔ دفتر۔ کاروبار۔ اور ویرانے" جابر کی بھنویں تن گئیں۔!

"ہاں۔ آپ سچ کہتے ہیں نواب جابر۔ ثاقب بالکل مشین ہی بن کر رہ گیا تھا۔ ابا جان بھی اپنا سب کاروبار ثاقب کے کندھوں پر ڈال گئے ہیں نا۔" رومی نے سادگی سے کہا۔

"اور ان کے کندھے کمزور اور ناتواں۔" جابر تیز نظروں سے ثاقب کو دیکھ کر بولا۔

ثاقب سمجھ رہا تھا کہ اس کی ہر بات جلن سے بھرپور ہے۔ لیکن وہ خوش دلی سے بولا۔

نواب صاحب - ہم نے یورپ اور مشینی زندگی سے تنگ آکر یہاں پناہ لی ہے۔!

جابر اس کے طنز پر تلملا سا گیا - مگر ڈھٹائی سے ہنس کر بولا۔

"خوب - آپ یہاں زندگی کو انجوئے کریں گے - یورپ ہرگز نہیں رہے گی۔ آیئے پھر کچھ ہو جائے - وہ اپنی میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

" میں ڈرنک نہیں کرتا - ثاقب بولا -

"آپ سے دوستی نہیں ہو سکتی پھر" جابر ہنسا - !"

" میری بدقسمتی ہی سمجھئے " ثاقب مسکرا کر بولا -

رومی ہنس دی -

فی الحال میں آپ کے لئے کافی منگوا سکتا ہوں - مگر آئندہ آپ سے دوستی کرنی پڑے گی - !" وہ تیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا -

ثاقب ہنس دیا - !

اور رومی کہنے لگی -

" ایسی دوستی نہیں ہوگی نواب صاحب - !"

" آپ تو ڈر گئیں - چلئے جانے دیجئے - آیئے - !"

وہ دونوں اسی کے ساتھ بیٹھ گئے - !

" اس نے ویٹر کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا - !

"فواد وادی کا کیا حال ہے۔" رومی نے پوچھا۔
"پتہ نہیں۔" جابر کی آنکھیں گہری ہوگئیں۔
"کیوں۔ آپ کو پتہ کیسے نہ ہوگا۔" رومی بولی۔
"اس نے آج کل ہم سے کنارہ کر لیا ہے۔" وہ ثاقب کی طرف دیکھ کر بولا۔
رومی خاموش سی ہوگئی۔
ثاقب آس پاس لوگوں کی خوشی کا اندازہ کر رہا تھا۔
کتنے خوش تھے لوگ۔
لیکن اسے ایسا لگا جیسے سب نے اپنے آپ پر خوشی کا ملمع چڑھائے ہوئے ہیں۔"
یہاں وہ سب فرار حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں۔"
اور جب واپس گھروں کو جائیں گے۔
وہ ہوں گے اور ان کی تلخ زندگی۔
وہ ہوں گے اور مسائل کے گورکھ دھندے۔
ثاقب کی توجہ جابر نے اپنی طرف مبذول کر لی۔ کہنے لگا۔
"کچھ دن ہمارے ہاں آ کر رہیئے ثاقب صاحب۔ وہاں بھی آپ انجوائے کریں گے۔ ہماری بستی بھی خوبصورت ہے۔ شکار کا پروگرام بنا لیں گے۔"
"جی ہاں۔ کبھی۔ وقت ملا تو۔" ثاقب آہستہ سے بولا

" چاندپور تو آپ نے خوب گھوما ہے ۔ !" وہ طنزیہ مسکرایا۔

" چاندپور ۔ رومی بولی ۔

" ہاں وہاں کے لوگ انہیں اچھی طرح جانتے ہیں ۔ وہ ہنس دیا ۔

" شادی سے پہلے کی بات ہو گی ۔ !" رومی ہنس کر بولی ۔

کیوں ثاقب صاحب ۔ ! جابر نے پوچھا ۔

" ہاں شادی سے پہلے کی ہی بات ہے ۔ !"

وہ جلدی سے بولا ۔

" چاندپور واقعی خوبصورت بستی ہے ۔ اور پھر نواب زادی کا محل کیا کہنے ۔ ! رومی نے کہا ۔

خصوصاً وہ ڈل جھیل ہمیں بڑی پسند ہے ۔ !" جابر نے ایک اور ضرب لگانا چاہی ۔

اور جابر کا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا ۔ ثاقب کی آنکھیں سرخ ہو گئیں ۔ گھبراہٹ اس کے چہرے سے نمایاں تھی ۔

وہ جلدی جلدی کپ اٹھا کر کافی حلق میں انڈیلنے لگا ۔

جابر اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا ۔ جس پر نقش بن بن کر مٹ رہے تھے ۔ !

" آج دانش کا پروگرام ہے ۔ " رومی نے پوچھا ۔

"ہاں بڑا مزہ۔؟" وہ ہنس دیا۔

رومی نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔!

"تم بہت اچھے ہو۔" وہ دل کی گہرائیوں سے ہنس رہی تھی۔

"یہ آج معلوم ہوا تمہیں۔" وہ بے دلی سے مسکرایا۔

"ایک بات پوچھوں۔؟"

"پوچھو۔!"

"تم۔ تم اتنے اچھے کیوں ہو۔!" اس نے پلکیں جھپکائے بغیر نظریں اس کے چہرے پر جما دیں۔!

وہ جذباتی سا ہو گیا۔ دماغ میں جیسے سوچ کے جھکڑ چلنے لگے۔ بڑے دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

"اچھا کہاں ہوں رومی۔ بہت برا ہوں۔ بہت برا ہوں۔!"

"ایک بات کئی روز سے پوچھنا چاہتی ہوں ثاقب لیکن ڈرتی ہوں ناراض نہ ہو جاؤ۔ رومی اس کی سرخ ہوتی ہوئی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

اس کے چہرے پر غم پھیلتا، ابھرتا رہا۔!

"ایک بات مجھے سچائی سے بتا دو ثاقب۔!"

"کیا۔" وہ کھویا کھویا سا بولا۔

"وہ کون ہے جسے تم بے حد چاہتے ہو۔!"

ثاقب چونک سا گیا۔ کہنے لگا۔!

میں سبھی کو چاہتا ہوں ۔ ہر چیز کو ۔ ہر انسان کو۔"

وہ جھلا سی گئی۔!

کہنے لگی۔

"سب نہیں ۔ وہ اکیلی کون ہے ۔ کون ہے وہ ۔ وہ جسے تم بہت چاہتے ہو ۔ اور ہمیشہ اسی کے بارے میں سوچتے رہتے ہو۔!"

"وہ کوئی بھی نہیں۔" وہ دھیمی آواز میں بولا۔

"کیا۔ وہ بددل سی ہو گئی۔

وہ۔ تم ہی تو ہو رومی۔!" وہ آہستہ سے ہنسا۔

"سچ۔"! اس کے چہرے پر سچی خوشی کی چمک آ گئی۔!

"ہاں۔"

اس نے اپنا سر ثاقب کے کندھوں سے لگا دیا۔ اور ثاقب کی زبان جیسے خشک ہو گئی۔ حلق میں کانٹے پڑ گئے۔ وہ رومی سے پیار کی باتیں کرنا چاہتا تھا اسے پیار کرنا چاہتا تھا۔ مگر جیسے اس کے جسم میں سکت نہ رہی۔ وہ نڈھال سا ہو گیا۔ محرومی اور مایوسی سامنے کھڑی تھی۔ رومی کی صورت جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے دھندلا گئی۔!

ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔!

ثاقب نے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو۔ رومی سے بات کرنا ہے۔!"

"کون صاحب ہیں۔!"

"نواب زادی بات کریں گی۔" وہ شاید سنبل بات کر رہی تھی۔ اور اگلے لمحے ریسیور نواب زادی نے تھام لیا۔

خوابیدہ سی آواز میں بولی۔

ہیلو رومی۔ ہمیں پتہ چلا کہ تم کئی بار فون کر چکے ہو۔" ہم گھر پر نہیں تھے۔ بچی حضور بیمار تھیں۔ انہیں دیکھنے گئے تھے۔ کہو خیریت ہے نا۔!"

"رومی گھر پر نہیں ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

" اچھا ۔ تو ہم دوبارہ فون کرلیں گے ۔" وہ سہم گئی ۔

" سائرہ ۔ سنو تو ۔ !

وہ خاموش سی ہوگئی ۔

" سائرہ تم نے کہا تھا ۔ کہ تم پہلے والی نواب زادی بن جاؤگی ۔

وہ وعدہ پورا نہیں ہوا ۔ "

وہ خاموش رہی ۔ !

" بولونا ۔ ! "

" کیا بولیں ۔ ؟ "

" تم نے اب تک اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کیوں نہیں کی ۔ !

" ہم سے نہیں ہوتا ۔ !" اس کی آواز میں شکست خوردگی

تھی ۔ !

" تو پھر ۔ میں ۔ میں خود آؤں گا ۔ تم سے بات کرنے

کے لئے ۔ ! "

" نہیں نہیں ۔ آپ نہ آیئے گا ۔ !" وہ ڈر سی گئی ۔ !

" سائرہ ۔ !

" جواب میں اس نے فون بند کردیا ۔

" کس سے بات ہورہی ہے محترم ۔ ! "

اشرف اس کے سامنے کھڑا تھا ۔ !

" اوہ اشرف ۔ آؤ ۔ بیٹھو ۔ وہ تھکی تھکی سی آواز

میں بولا۔

"کس کا فون تھا۔!

"نواب زادی کا۔!

"فون اس نے بند کر دیا۔ اشرف آہستہ سے بولا۔

"ہاں۔ اس نے رومی کو فون کیا تھا۔

"اور تم نے اچک لیا۔ اشرف ہنس دیا۔

ثاقب خاموش سا بیٹھا اب تک ٹیلیفون کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔!

"تم ابھی نواب زادی کو بھولے نہیں۔!"

"وہ اب بھی خاموش تھا۔!

"بھابی کی ذمہ داری کو سمجھو ثاقب۔" اشرف دھیمی آواز میں بولا۔

"اسے مجھ سے کوئی گلہ نہیں۔!" وہ جل کر بولا۔

"اشرف میں پاگل ہو جاؤں گا۔ پاگل ہو جاؤں گا۔ میں نے تو اپنے آپ کو خاموش سمندر کی مانند بنا لیا ہے۔ جس کی تہہ میں ہزاروں بے چینیاں چھپی رہتی ہیں۔ مگر اشرف۔ اب شاید میں اس اداکاری کا چہرہ اتار پھینکوں۔ مجھ سے مزید اداکاری نہیں ہوتی — میں رومی کو دھوکہ دے رہا ہوں۔ اس سے فریب کر رہا ہوں۔"

"ثاقب۔ اشرف رنجیدہ سی آواز میں بولا۔

" وہ بد نصیب بھی بے سکون ہے ۔ جس نے مجھے چاہا " ثاقب کا ذہن انہیں ویرانوں میں بھٹکنے لگا ۔ !

" بھابی کہاں ہیں " اشرف بات کا موضوع بدلنے کیلئے بولا ۔

" اپنی سہیلی سے ملنے گئی ہے !"

" میں تو ڈرتا ہوں ثاقب کہیں بھابی تم سے بدظن نہ ہو جائے " اشرف بولا ۔

اب اس کی باتیں بھی عجیب ہو گئی ہیں ۔ وہ اکثر مجھ سے پوچھا کرتی ہے کہ میں اداس کیوں ہوں ۔ !"

" پھر ۔ "

" میں جھوٹ بولتا ہوں ۔ اس کی تسلی کے لئے ۔ مگر اشرف اب مجھ میں مزید جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں رہی ۔ ! اگر میری یہی حالت رہی تو ایک دن یہ راز فاش ہو جائے گا ۔ !"

" نہیں ثاقب ۔ نواب زادی نے تمہیں نہیں پایا ۔ تو اسے رسوا نہ کرنا ۔" اشرف بولا ۔

" کچھ سمجھ میں نہیں آتا اشرف ۔ کہاں جاؤں ۔ کیا کروں اشرف تم ۔ تم میرے دوست ہو نا ۔ تم ہی کوئی راہ بتادو میں اسے بھول سکوں ۔ !

اشرف خاموش سا ہو گیا ۔ !

ثاقب کے دل میں آگ سی لگی تھی وہ جو لاوا اس کے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔ آج راہ پاکر بہہ نکلا تھا۔

" اس کا سونا سونا چہرہ دیکھتا ہوں تو دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے میرا۔! اس نے سب کچھ چھوڑ کر تنہائی کو اپنا لیا ہے۔ اشرف تمہیں احساس جان لیوا ہے۔ کہ اسے کیا ملا۔ اس حرماں نصیب کا کیا ہوگا۔! وہ تباہ ہو گئی اشرف۔!"

" اس میں تمہارا قصور نہیں ثاقب۔!" اشرف آہستہ سے بولا۔

" میرا قصور۔ میرا قصور نہیں۔" اس نے لبوں پر زہر میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ پھیل گئی۔!

کہنے لگا۔

" میں نے اسے کہا تھا کہ میں ساری دنیا چھوڑ دوں گا۔ اس نے اس وقت مجھے مجھے روحی کا احساس دلایا تھا۔ لیکن میں نے کہا تھا کہ روحی کو صرف شوہر چاہیئے۔ اور میں۔ میں سب کچھ چھوڑ کر اسے اپنا لوں گا۔ تب وہ ڈری۔ سہمی۔ میری محبت میں کھو گئی اس نے کہا تھا اشرف۔ کہ وہ میرا انتظار نہیں کر سکتی۔ مگر میں نے اسے انتظار ہی دیا۔ انتظار سے اسے ڈر لگتا تھا۔ مگر اب اس کی زندگی صرف انتظار ہے۔! میں نے اسے اپنی مجبوری بتائی۔ اس نے وہاں بھی مجھے شکست دی۔ میں نے اسے برباد کیا ہے۔ ایک ملاقات

کی بات ہوتی تو شاید وہ بھول جاتی اشرف مگر ۔ میں نے اس سے محبت کو مستحکم کیا ۔ وعدے کئے قسمیں کھائیں ۔ مگر میں حالات میں لپٹ کر رہ گیا ۔ اور وہ تباہ ہو گئی ۔ !

" سمجھ لو ثاقب کہ مقدر میں یہی تھا ۔ اشرف آہستہ سے بولا ۔

" ہاں ۔ یہ سمجھ کر ہی تو دل کو تسلی دیتا ہوں ۔ مگر اشرف مجھ سے اس کی ویران زندگی نہیں دیکھی جاتی ۔ اس روز میں نے اسے کہا شادی کر لے ۔

" پھر ۔ " اشرف نے پوچھا ۔

" وہ چیخ اٹھی ۔ وہ ایسا نہیں کرے گی ۔ " اس نے ٹوٹ کر مجھ جیسے کمینے سے پیار کیا ہے ۔ مجھ جیسے بزدل آدمی کو اس نے کتنی اہمیت دی ہے ۔ اور وہ اب بھی میری بھلائی چاہتی ہے ۔ کتنی عظیم ہے وہ اشرف اپنے آپ جل کر مر رہی ہے ۔ اور ایک بزدل آدمی سے پیار کئے جا رہی ہے !"

ثاقب بولتے بولتے تھک گیا ۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں سا ہو رہا تھا ۔ آنکھیں بھیگ گئی تھیں میں نے تو یہ بھی کہہ دیا تھا اس سے کہ وہ خود غرض بن جائے ۔ سب کچھ بھول جائے ۔ میں اب بھی اس کے لئے سب کچھ کر گزر دوں گا ۔ میں رومی کو سب کچھ بتا دوں گا ۔ اور

" نہیں ثاقب ۔ ایسا نہ سوچو ۔ اشرف کانپ گیا ۔

" میں کیا سوچوں گا اشرف ۔ وہ خود نہیں چاہتی ۔ وہ ہمیشہ یہی کہتی ہے ۔ میں اسے بھول جاؤں ۔ "

" ٹھیک کہتی وہ ۔ !" اشرف بولا ۔

"اسے بھولنا میرے بس میں نہیں اشرف۔!"

"تم کچھ روز کے لئے کہیں چلے جاؤ۔!"

"سیٹھ صاحب کا کاروبار میرے پاؤں کی زنجیر بنا ہوا ہے۔! ابا جان یہاں ہوتے تو میں یہ بھی کر لیتا۔!" شاقب بے بسی سے بولا۔

اس لمحے رومی آگئی۔ اشرف کو دیکھ کر بولی۔

"آپ کہیں رہتے ہیں۔!"

"بس بھابی کچھ دنوں سے مصروف ہوں۔ اسی لئے نہ آسکا۔" وہ شرمندگی سے بولا۔

"میں تو یہ سمجھی تھی کہ کہیں چلے گئے ہیں۔" رومی ہنس کر بولی۔

"شرمندہ کر رہی ہیں آپ۔" اشرف بولا۔

"جانتی ہوں کیا مصروفیت ہے۔" رومی ہنس کر بولی۔

"بس جی۔ وہ کچھ پروگرام بن ہی گیا۔!" اشرف کھسیانا سا ہو گیا۔!

"مبارک ہو پھر۔ کب پروگرام بنا۔!"

"بس اگلے ماہ۔!"

"اور کیا پروگرام ہیں۔!"

"دو ماہ تک باہر ہنی مون منانے کا۔!"

رومی کچھ اداس سی ہو گئی۔!

"بھابی امی آپ کو بلا رہی تھیں۔!" اشرف بولا۔

"میں ضرور آؤں گی ۔ خیریت ہے نا ۔ !"

" وہ کچھ زیورات کی پسند کے سلسلے میں آپ سے مدد لینی ہے ۔ !"

رومی ہنس دی ۔

کہنے لگی ۔

" ہم اپنے میاں کی پسند کے قائل ہیں ۔ ثاقب کی پسند بہت اچھی ہے ۔ ! ہاں ثاقب ۔ وہ تاروں والی سفید ساڑھی کا بلاؤز سل گیا ہے ۔ آج شام پہن لوں ۔ !"

" ہاں ۔ ہاں ۔ !" ثاقب کھویا کھویا سا بولا ۔

" آپ نے کچھ چائے وغیرہ پی یا نہیں ۔" رومی کہنے لگی ۔

" نہیں بھابی ۔ اس نے پوچھا ہی نہیں ۔ !" اشرف ثاقب کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا ۔

" آپ سے ناراض ہیں ۔ ایک ہی تو دوست ہیں آپ ان کے ۔ وہ بھی کبھی کبھی صورت دکھاتے ہیں ۔" رومی نے شکوہ کیا ۔

" آج کل بھابی ۔ دراصل خواب بہت آتے ہیں ۔" اشرف بولا ۔

" کیسے خواب ہوتے ہیں ۔

رومی نے پوچھا ۔

" اچھے ۔ الو کے ۔ اشرف ہنس کر بولا ۔

رومی بھی ہنس دی ۔ !

اور ثاقب ان کی باتوں سے بے خبر سگریٹ پھونک رہا تھا۔
"ثاقب۔ روبی کو ثاقب کی خاموشی کھٹکی۔!
"ہوں۔ مجھ سے کچھ کہا۔!"
"بھئی ایسی بھی کیا ناراضگی۔ میں سفارش کرتی ہوں اشرف بھائی کی۔! معاف کر دو انہیں۔!"
اشرف نے ثاقب کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا دیا۔ روبی چائے کا کہنے باہر چلی گئی۔!
"تو اشرف بولا۔
"کتنی بھولی ہیں بھابی۔!"
"ہاں۔!"
"ان کے ساتھ زیادتی ہے ثاقب۔!"
"مجھے اس کا احساس ہے۔!"
"تو پھر بدل ڈالو اپنے آپ کو۔!"
"کوشش کر چکا ہوں اشرف۔!"
"پھر۔؟"
"سب بے سود۔ میں نے اپنے آپ کو روبی کے ساتھ مصروف رکھنے کی بہت کوشش کی ہے۔ مگر۔ سائرہ۔ میرے حواس پر چھائی ہوئی ہے۔ وہ میری نس نس میں سما چکی ہے۔ جسم سے روح الگ ہو سکتی ہے۔ سائرہ نہیں۔!

ردمی چائے لے آئی۔ چائے کے بعد۔ اشرف ثاقب کو اپنے ساتھ ہی باہر لے گیا۔

اور ردمی۔! محبت سے اس کی تصویر دیکھنے لگی۔!

"ثاقب۔!

تمہیں کون سا دکھ ہے۔ بتاتے کیوں نہیں مجھے۔!"

تصویر سینے پر رکھے ہی وہ سو گئی۔!

دن سہمے ہوئے یوں بیتے جا رہے تھے۔ جیسے انسان کا اپنے اوپر سے اعتماد اٹھتا ہے۔!

نواب زادی نے لاکھ چاہا کہ وہ ثاقب سے کیا ہوا وعدہ نبھانے کی کوشش کرے۔!

مگر جب بھی وہ ایسا سوچتی۔ تو اس کا دم گھٹنے لگتا۔ ہر سو ایک دھواں سا پھیل جاتا۔ اور پھر اس میں سکت نہ رہتی۔

اس روز نائٹ کلب کی اوپننگ تھی۔ اور چیف گیسٹ کے لئے اس سے ریکویسٹ کی گئی تھی۔

اس نے سوچ کر اپنے آپ کو آمادہ کر لیا۔ کہ وہ ضرور جائے گی۔!

شاندار لباس کا اہتمام کیا

مدت بعد بناؤ سنگھار کیا۔ لیکن عین وقت پر جب ۔ گاڑی باہر تیار کھڑی تھی ۔

اس نے کہہ دیا ۔!

" ہم نہیں جا سکیں گے ۔ ! ہماری طرف سے معذرت کر دیجئے ۔!

اور منیجر پریشان ہوتا ہوا معذرت کرنے چلا گیا۔

مرکز فلاح و بہبود میں بیوہ عورتوں کے لئے امدادی تقریب تھی اسے وہاں بھی جانا تھا ۔

اور اس نے جانے کی حامی بھر لی ۔ مگر تب وہ آدھے راستے سے واپس آ گئی ۔ !

" ہم نہیں جا سکتے ۔ ! ہماری طبیعت ٹھیک نہیں ۔!"

" مگر نواب زادی حضور ۔ وہاں آپ کا انتظار ہو رہا ہے ۔ کئی فون آ چکے ہیں ۔ ! " منیجر آہستہ سے بولا ۔

" ہم نے کہہ دیا نا ۔ ہم نہیں جا سکتے ۔ ! "

یہ بیس ہزار کا چیک لے جایئے ۔ ہماری طرف سے دے دیجئے گا ۔ ! اس نے چیک کاٹ کر منیجر کو دیدیا ۔

اور منیجر اسے حیرت سے دیکھتا ہوا باہر نکل گیا ۔

گرمیوں کا موسم تھا ۔

اور اس موسم میں اس کی کئی سہیلیاں اس کے ہاں آیا کرتی تھیں ۔

اور اس بار بھی کئی سہیلیوں کے خط آئے ۔ بلکہ وہ گرمیاں گزارنے اس کے پاس آنا چاہتی ہیں ۔ !"

مگر اس نے سب کو یہی لکھ دیا ۔ کہ طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ آج کل آرام کر رہی ہے ۔ !

جانے کیوں اسے لوگوں سے گھبراہٹ ہوتی ان دنوں ۔

تنہائی سے پیار تھا ۔ !

یا اپنی محرومی پر کسی کو ہنسنے کا موقع نہ دینا چاہتی تھی وہ ۔

آج جب اس نے اپنی ایک جرمن سہیلی کو اپنی بیماری کا خط لکھا ۔ تو اسے یاد آیا ۔

پچھلے سال کیسی رونق تھی چاند پور میں ۔ !"

گوشے گوشے سے آئی ہوئی لڑکیاں سارا دن ہنسی مذاق میں گزار دیا کرتیں ۔ !

رائیڈنگ ۔ سوئمنگ ۔ اور کئی قسم کی کھیلیں ہوا کرتیں ۔ !

میلہ سا لگا ہوتا ۔ !

اور قوس و قزح کے رنگوں میں لپٹی ہوئی لڑکیاں اپنی سال بھر کی بوریت یہاں خوب دور کیا کرتیں ۔

اور نواب زادی یوں لگا کرتی ۔

جیسے تاروں کے جھرمٹ میں چاند ۔ ؟

خوشی ہی خوشی ۔ !

بے فکری ۔ لاپرواہی ۔

وہ اپنی عمر کے متعلق سوچا کرتی ۔ جوانی ۔ اور ولولے ـــــ

ثاقب کی نظمیں ۔ اسی وقت سے اسے پسند تھیں ۔ !

اور خصوصاً اس لنامے میں چھپنے والی ایک غزل تو اس کے دل میں کھب کر رہ گئی تھی ۔ !

اس نے ثاقب کو پالیا ۔ تو دنیا اس کے لئے ۔ !مسرتوں کا نام تھا ۔

ثاقب اس کا آئیڈیل تھا ۔ !

سنجیدہ ۔ اور خوبصورت ۔ !

" ان دنوں اس کے پاؤں زمین پر نہ پڑتے ۔ اڑی اڑی پھرتی وہ ۔ !"

تمنائیں جوان تھیں ۔ امنگیں اور آرزوئیں مچلتی رہتیں ۔

ہر طرف محبت کے نغمے ابلتے رہتے ۔ !

پھولوں کی وادی تھی ۔ خوشبوئیں تھیں ۔ اور ۔

مگر اب ـــــ !

اب سوائے تشنگی کے کچھ باقی نہ تھا ۔ !

بڑھتے جنوں کی وحشت تھی ۔ !

خرمنِ دل میں آگ سی لگی رہتی ۔ !

اور وہ تنہا جل رہی تھی۔
شمع کی مانند پگھل رہی تھی۔
کئی بار اس نے اپنے آپ کو آمادہ کیا۔ کہ زندگی کی رنگینی میں حصہ
لے۔!
مگر وہاں تو احساس کے تلوے لہولہان ہو چکے تھے۔!
چاروں طرف حالات اور تنہائی کا زہر آلود دھواں تھا۔
اور اس کا دم گھٹ رہا تھا۔
" آپ کہتے ہیں ثاقب : اس نے بڑے دکھ سے سوچا۔
" آپ کہتے ہیں۔ ہم زندگی کا ساتھی چن لیں۔!"
" ہم کسی کو فریب نہیں دے سکتے
" ہم اداکاری نہیں کر سکتے۔ ہم کسی کو محبت نہیں دے
سکتے تو فریب کیوں دیں۔
" ہم نے تو ثاقب۔
ساری زندگی آپ کے خیال سے پیار کیا ہے۔!"
" آپ کے تصور کو چاہا ہے۔!
" اور جب ہمارے سامنے آگئے
تو
نس نس میں بس گئے۔
" اب ہم کیسے زندگی کا ساتھی چن لیں۔!"

" یہ نہیں ہو سکتا ۔ یہ نہیں ہوگا ۔!

"ثاقب ۔ آپ ہماری روح ہیں ۔!"

مگر" یہ ہمارا نصیب ہے کہ ہم آپ کو نہ پا سکے ۔!"

مگر آپ کا دیا ہوا غم بھی ہمیں پیارا ہے ۔!"

" اس کی لذت ہم ہی جانتے ہیں ۔ !

" ہمیں انتظار سے ڈر لگتا تھا ۔!

مگر اب ہمیں اس انتظار میں ایک لذت ملتی ہے ۔!"

" آہ ثاقب ۔ درد میں لذت بہت اشکوں میں رعنائی بہت
اے غم ہستی تیری دنیا پسند آئی بہت

اس نے مسکرا کر ثاقب کے آٹو گراف کو آنکھوں سے لگا لیا۔

کتنے سارے دن بیت گئے۔

پت جھڑ آگئی۔

خزاں نے اپنا سونا پن چار سو بکھیر دیا تھا۔ اور نواب زادی آتش دان کے قریب بیٹھی سوچتی رہتی۔!

سوچ نے اس کے ذہن کو آتش کدہ بنا دیا تھا۔ اس کے خیالات جل رہے تھے۔ اس کی جوانی جل رہی تھی۔ اس کا سارا وجود جل رہا تھا۔

آج کل لوگوں میں بڑی باتیں پھیلی ہوئی تھیں۔

" نواب زادی شادی کیوں نہیں کرتی۔

اتنی دولت کا کیا کرے گی۔!"

پیار میں شکست کھا گئی ہے۔!"

کتنی سرگوشیاں ۔ !

کتنی آوازیں ۔ جو اس کا پیچھا کرتی رہتیں ۔ دن کی روشنی میں آوازیں بلند ہوتیں ۔ اور رات سسکتے گزرتی ۔ وہ خاموشی سے سنا کرتی ۔ کبھی کبھی اسے غصہ آجاتا تو وہ کہتی ۔

لوگ ہمارے ذہن کی سطح سے بہت نیچے پستیوں میں پڑے بڑبڑا رہے ہیں ۔ تو ہمیں کیا ۔

لوگ کتنی غلط باتیں کتنی جلدی کرنے لگتے ہیں ۔ !

"کیوں ۔ !"

"کیوں ۔ !"

تب وہ زیادہ بے قرار زیادہ بے تاب نظر آنے لگی ۔ !

درد بڑھ جاتا ۔

اور درد کے اس سیلاب میں اپنے جینے زندگی کے حوصلے پست ہونے لگتے ۔

درد کی وحشت سے گھبرا کر وہ اٹھی ۔ بالکل ایک بے جان لاش کی مانند ۔ !"

"کہاں جارہی ہیں نواب زادی حضور ۔ سنبل آہستہ سے بولی ۔ !

"باہر ۔ ! وہ بجھی بجھی آواز میں بولی ۔

"میں ساتھ چلونگی ۔ !"

"نہیں۔!"

"سو رہیں جا بیٹھا گی۔!

"نہیں۔!"

"تو پھر۔"

"تنگ نہ کیا کرو سینل۔" وہ مردہ سی چال سے باہر نکل گئی۔!

"حضور بادل آنے والے ہیں"۔ اس کا ایک ملازم آسمان کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

اس نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہ تھی۔!

وہ چلتی گئی۔!

ہوا تیز تھی۔ اور پتے جھڑ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں اداسی تھی۔ دل سب کچھ ہار کر جیسے نشے کی ہچکیاں لے رہا تھا۔!

اس کے قدم جھیل کی طرف تھے۔

طوفان کی آمد آمد تھی۔ اس لئے بستی کے لوگ بغیر کسی کی طرف دیکھے اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف بھاگے۔ جا رہے تھے۔!

بادل زور سے گرجا۔

لیکن اسے جیسے خبر ہی نہ تھی۔ بادل ہی وہ چلی جا رہی تھی۔!

جب وہ جھیل پر پہنچی تو بارش شروع ہو گئی۔

پانی کے سیاہ قطرے اس کے سیاہ بالوں پر موتیوں کی طرح سے چمکنے لگے۔

تب وہ کھنڈار کی طرف دوڑی

سوکھی گھاس کھنڈار میں جگہ جگہ پھیلی ہوئی تھی ۔ وہ وہیں بیٹھی جھیل کی طرف دیکھ رہی تھی ۔ اس کی گہرائیوں کا اندازہ کر رہی تھی ۔

پھر سوچنے لگی ۔!

ہمارے دکھ کا سمندر تو اس جھیل سے بھی گہرا ہے ۔

بارش نے زور پکڑ لیا ۔

ثاقب ۔ جیتے جیتے تھک گئے ہم ۔!"

اور ادھر اس موسلا دھار بارش میں سڑک کا سینہ چیرتے ہوئے ایک کار تیزی سے نواب زادی کے بنگلے کی طرف آ رہی تھی ۔

ایک دھچکے سے کار پورچ میں رکی ۔ اور ثاقب اترا ۔

تھکے تھکے قدموں سے راہداریاں طے کرتا ہوا ڈرائنگ روم میں آگیا ۔

ڈرائنگ روم میں کوئی نہ تھا ۔!

وہ نڈھال سا صوفے میں دھنس گیا ۔

بارش زور و شور سے ہو رہی تھی ۔ کھڑکی کے شیشے پر بارش کے قطرے موتیوں کی طرح گر رہے تھے ۔!

ہوا کے جھونکوں سے دروازے اور کھڑکیوں کے ریشمی پردے زور زور سے ہل رہے تھے ۔!

فضا میں دھندلاہٹ سی چھائی ہوئی تھی ۔!

آج وہ اس سے فیصلہ کرنے آیا تھا۔ چاہت سے مجبور ہو کر۔ محبت کی آگ میں جل کر۔ بے تابی کا ایک سمندر دل میں لئے۔!

ہوا کے ایک تیز جھونکے کے ساتھ بارش کی پھوار اس کے چہرے کو بھگو گئی۔

" آپ" سنبل اسے دیکھ کر بولی۔

" سائمہ کہاں ہے۔؟"

معلوم نہیں کہاں چلی گئی ہیں۔ میں خود پریشان ہوں۔ ابھی ابھی نوکروں کو دوڑایا ہے ان کے پیچھے۔!" سنبل روہانسی آواز میں بولی۔

"کیا کہا۔!" بجھا بجھا سا وہ صوفے سے اٹھا۔

" ایک گھنٹہ ہوا باہر نکل رہی تھیں۔ میں نے کہا ساتھ چلوں تو بولیں نہیں۔ کار بھی نہیں لے گئیں۔ پیدل ہی گئی ہیں۔!"

" معلوم نہیں کہاں چلی گئیں۔ میں تو سب جگہ دیکھ آیا۔!"

بوڑھا نوکر بارش میں بھیگا ہوا اندر آکر بولا۔

ثاقب گھبرا سا گیا۔

" جاؤ بابا۔ صاحب زادی کو ڈھونڈ کر لاؤ۔ وہ تو گھر سے باہر بھی نہیں نکلتی اس وقت۔!"

" جی بہتر جاتا ہوں۔" بوڑھا باہر نکل گیا۔

ثاقب تیزی سے باہر نکل گیا۔!

اس کے قدم جھیل کی طرف تھے۔!

دھند کی وجہ سے راستہ صاف دکھائی نہ دے رہا تھا۔ تیز بارش میں بھیگتا ہوا وہ دوڑتا جا رہا تھا۔

جھیل پر پہنچکر اس نے زور زور سے آوازیں دیں۔

"سائلہ ۔ سائلہ ۔"

مگر اس کی آواز دیواروں سے ٹکرا کر واپس آجاتی ۔!

"سائلہ ۔!" اس نے زور سے پکارا۔

جواب میں کھنڈر سے گونجتی ہوئی آواز آئی۔

"ثاقب ۔"

وہ کھنڈر کی طرف بھاگا۔

ٹوٹی ہوئی سیڑھیاں چڑھ کر اس نے دیکھا ملگجی سی روشنی میں وہ گھاس پھوس کے ڈھیر پر بیٹھی تھی۔!

بال بھیگ کر چہرے سے چپکے ہوئے تھے

اور اس کے بھیگی بھیگی ۔ سمٹی سمٹی ۔ سوگوار سی سائلہ اسے بڑی پیاری لگی۔

"سائلہ ۔ اسے کندھوں سے تھام کر بولا۔

"آپ کیوں آئے یہاں ۔!"

"تم کیوں آئی ہو ۔" وہ اپنی سرخ ڈوروں والی آنکھوں سے اسے پیار۔

سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ہم۔ ہم تو جھیل پر سیر کرنے آئے تھے۔ بارش آگئی۔" وہ اس کی پیار بھری نظر دل سے گھبرا گئی۔!

"ہم بھی اسی نیت سے نکلے تھے۔ وہ آہستہ سے بولا۔

"آپ تو۔ ہمیں آواز دے رہے تھے۔ ہمیں پکار رہے تھے وہ دھیمی آواز میں بولی۔

"اور تم نے میری پکار سن لی۔ مجھے جواب دینا۔

"ہے نا۔!" وہ اس کی بھیگی ہوئی لٹ اس کے چہرے سے ہٹاتا ہوا بولا۔

"آپ نہیں مانیں گے۔" وہ اپنا پیار دبا کر بولی۔

"اوں ہوں" اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

وہ خاموشی سے گھاس کے تنکے توڑنے لگی۔

اس کا دھلا دھلا سا چہرہ۔ گلابی ہو گیا۔

ہلکے آسمانی رنگ کی ساڑھی بھیگ کر اس کے جسم سے چپٹ گئی تھی۔!

وہ دونوں خاموشی خاموشی سے ایک دوسرے کو تکے جا رہے تھے۔ بارش سے جھیل کے پانی میں چھلے سے ابھر رہے تھے۔ بارش کی ایک بوچھاڑ ان دونوں کو بھگو گئی۔ ! اور شاتنب کے ماتھے پہ بال بکھر گئے۔

اور وہ اس کے جسم کو اس طرح دیکھ رہا تھا۔ جیسے پلکوں میں چھپا

لینا چاہتا تھا ۔ !

وہ کبھی کبھی چور نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ لیتی اور نگاہوں کا یہ تصادم دونوں کے دلوں کو جھنجھوڑ دیتا ۔

" جی چاہتا ہے ۔" وہ جذبات میں ڈوبی ہوئی آواز میں بولا ۔

"کیا ۔ ؟" اس کے لب آہستہ سے ہلے ۔

" ایک گیت لکھوں ۔ ابھی ۔ اسی وقت ۔ !"

وہ تڑپ گئی ۔ اس پر اداسی چھا گئی ۔ دل بجھنے لگا ۔ ہوا کے ایک جھونکے سے اس کی زلفیں بکھر گئیں ۔ !

اور ثاقب نے اس کی زلفوں میں اپنا چہرہ چھپا لیا ۔

دونوں کو پھر چپ سی لگ گئی جیسے ۔ !

دل میں دونوں یہی سوچ رہے تھے ۔ کاش یہ لمحے طویل ہو جائیں ۔

سائرہ ۔ " وہ جذبات میں بھیگی ہوئی آواز میں بولا

جواب میں اس کی آنکھیں برسنے لگیں ۔ بالکل باہر ہونے والی بارش کی مانند ۔

ایک انجانے خوف سے وہ کانپ گئی ۔ !

سائرہ ۔ سامنے دیکھو حد نگاہ تک پھیلی ہوئی خوبصورتی ۔ لیکن ۔ ہر شے پر تمہارا عکس پڑ گیا ہے ۔ تم ایک پھول ہو ۔ خوشبو ہو ۔ تم گیت ہو ۔ ایک دلکش گیت ۔

سے آواز اور مجروح ۔ اس کے ہونٹوں پر ایک بے جان سا تبسم رینگ

گیا ۔ !

"تم کیا جانو ۔ !" وہ آہستہ سے بولا۔

"اچھا یہ بتاؤ ۔ ! یہاں کیوں آئی ہو ۔ ؟"

وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتا ہوا بولا۔

"نقش پا کو مٹانے کے لیے" ۔ وہ دردبھری آواز میں بولی۔

"سائلہ ۔" وہ تڑپ گیا۔

اس نے چبھتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"کہدو سائلہ ۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے کہدو ۔ آج بہت ساری باتیں کر دو مجھ سے ۔"

وہ خاموش رہی۔

"سائلہ یہ خاموشی انسان کو پاگل بنا دیتی ہے ۔ !"

"ہم تو خاموشیوں میں ہی پلی ہوئی وہ آواز میں ثاقب ۔ !" جو وہ دکھا نیکو زندہ رہتی ہے

درد کی شدت سے وہ کراہ اٹھا۔

"دو مخالف سمتوں کو جانے والے راستے کبھی نہیں مل پاتے ۔ اس کی آنکھیں چھلک آئیں ۔ !

راستے کبھی اچانک کسی موڑ پر ختم بھی ہو سکتے ہیں سائلہ ۔ ماضی کے سائے پھر اچانک نمودار ہوجاتے ہیں ۔ !

"اب تو موت کی امید پر جا رہے ہیں ہم ۔ !" اس نے اپنا

ہاتھ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیا۔ !

کہنے لگا۔

" مایوسی کی باتیں نہ کرو۔ !"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ جن میں پیار کا ساگر آنسو بن کر چھلک رہا تھا۔

وہ بے چین سا ہو گیا۔ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتا ہوا بولا۔

" آؤ آج ایک سودا کریں۔ !"

سائرہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

" سودے سے مکر تو نہ جاؤ گی۔ " وہ آہستہ سے ہنسا۔

وہ خاموش رہی۔

" قسم کھا لو۔

وہ تب بھی خاموش رہی۔

وہ سائرہ۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔ ان دوریوں کو قربت میں سمٹ جانے دو۔ جن میں میں آج تک بھٹک رہا تھا۔ !

میں ان سایوں سے ہمیشہ کیلئے چھٹکارا پا لوں گا۔ جنہوں نے تمہیں مجھ سے چھین لیا ہے۔ !

" آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ

چھپا لیا۔ اور سسک پڑی۔

"سائرہ۔!" وہ دکھ سے بولا۔

وہ کچھ نہ بولی بس اس کی آنکھیں چھم چھم برستی رہیں۔۔!

اور ان برستی ہوئی آنکھوں میں ثاقب کو اپنا آپ ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

اور یوں ہی۔

ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے لمحے بیتتے جا رہے تھے۔۔!

ایک گھنٹہ۔۔!

دو گھنٹے۔۔!

تین گھنٹے۔۔!

اور

باہر بارش تیز ہوتی جا رہی تھی۔۔!

باھر بارش تھم گئی تھی۔

اور پانی ترم ترم گر کر موسیقی سی بجا رہا تھا۔!

"سائرہ۔!" وہ آہستہ سے بولا۔

"جائیے چلے جائیے۔ ہم نے آپ سے کئی بار کہا ہے یہاں نہ آیا کیجیے۔!"

وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی

"چلا جاؤں۔!" وہ دکھ سے بولا۔

"ہاں۔!"

"دل سے کہہ رہی ہو۔"

"ہاں۔!"

"جھوٹی۔" وہ مسکرایا۔

ایک لمحے کے لیے وہ سب بھول گئی۔ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر اسے اپنے محبوب - اپنی دنیا - اپنی زندگی پر پیار سا آ گیا۔

ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر تبسم سا پھیل گیا۔

"سائلہ - !"

"ثاقب - ! چاہت کی گرفت جیسے چھوٹ گئی۔

"یہاں نہ آیا کیجئے۔ وہ اس کے سینے میں منہ چھپا کر بولی۔

"اب تو روز آؤں گا۔ !"

"نہیں۔ نہیں۔ !" وہ کانپ گئی۔

"ڈرتی کیوں ہو سائلہ - ! بھول جاؤ سب کچھ - اپنے لیے سوچو۔ کسی کے لیے نہیں۔

اس نے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیا۔ پھر کہنے لگی۔

"آگے کچھ نہ کہیے گا - ! آپ کے منہ سے ایسی باتیں سن کر بہت دکھ ہوتا ہے۔

دور لالٹین کی روشنی لیے اس کے نوکر اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر وہ اٹھی۔ کہنے لگی۔

"اب چلئے۔ وہ لوگ ہماری طرف آ رہے ہیں۔ اس نے

ہاتھ کا سہارا دے کر اسے اٹھایا اور بولا۔

"چلو۔!"

ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا تو وہ کانپ سی گئی۔

یہ لو۔ ثاقب نے اپنا کوٹ اتار کر اس کے کندھوں پر ڈال دیا۔

"یہ کیا۔؟"

"سردی لگ جائے گی نا۔" وہ مسکرا دیا۔

وہ شرما سی گئی۔ پھر بولی۔

"ایک بات کہیں ہم۔!"

"کیا۔؟"

"مانیں گے۔؟"

"ماننے والی ہوئی تو۔!"

"ایک بات بھی ہماری نہیں مان سکتے۔"

"مانیں گے حضور۔!"

"تو پھر کہیں ہم۔!"

"کہیئے۔!"

"قسم کھایئے۔!"

"بعد میں کھا لیں گے۔!"

"نہیں ابھی۔!"

"ابھی زبردستی ہے۔!" وہ مسکرا دیا۔

"تو پھر کھائیے نا قسم۔!"

"تم کہو تو۔ میرا وعدہ کیجیے مانو گے۔!"

"آپ نہیں مانیں گے۔ وہ روٹھی روٹھی سی بولی۔

"مانیں گے نا۔ کہو تو سہی۔!"

"اگر آپ نے ہماری بات نہ مانی تو ہمیں دکھ ہوگا۔ وہ آہستہ سے بولی۔

"ہم آپ کو دکھ نہیں دیں گے۔!"

"تو پھر کہہ دیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"ہاں۔!"

"آئندہ یہاں نہ آئیے گا۔!" وہ جی کڑا کر کے بولی۔

" وہ ہنس دیا۔

"کیوں۔!"

مجھے پہلے ہی شک تھا تم یہی کہو گی۔!"

"آپ نے ہماری بات ماننے کا وعدہ کیا ہے۔!"

"اچھا۔ ٹھیک ہے یہاں کھنڈر میں نہیں آئیں گے۔ کوٹھی آئیں گے۔ ٹھیک ہے نا۔ وہ ہنس دیا۔

"تو بہ ہے۔!"

"تم نے بھی وعدہ لیا ہے۔ کہ یہاں نہ آنا کبھی۔!"

"یہاں سے مراد - چاندپور ہے -" وہ اپنی مسکراہٹ دبا کر بولی۔
اچھا - !" وہ اسے گہری نظروں سے دیکھ کر بولا۔
"ہاں - !"
"یہ وعدہ نہیں کیا میں نے - البتہ کروں گا - !"
"میں یہاں ضرور آؤں گا - مجھے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی - ! سمجھیں آپ نواب زادی حضور - وہ آج سب کچھ بھول کر خوشیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔
"سرکار - ہم تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے !" نوکر اس کے قریب آکر بولا۔
"بارش آگئی تھی نا بابا -" وہ آہستہ سے بولی۔
تب وہ کیچڑ میں پاؤں سنبھل کر رکھتی ہوئی باہر آگئی جھیل کے قریب ہی جابر کھڑا تھا۔
"آپ یہاں ہیں - ! لوگ آپ کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں - !" وہ چہرہ مروڑتے ہوئے بولا۔
پاگل ہیں لوگ - نواب زادی ہنس کر بولی۔
"آپ - ثاقب صاحب - خیریت ہے نا - !"
وہ ثاقب کو گھورتا ہوا بولا۔
"جی ہاں - بالکل اللہ کا شکر ہے - !"
نواب زادی کے کندھوں پر ثاقب کا کورٹ دیکھ کر اس کے دل

کی آگ تیز ہو گئی

کہنے لگا۔!

"سردی کم ہوئی اس سے۔؟"

"جی ہاں بہت۔" نواب زادی مسکرا کر بولی۔

"وہ بل کھا کر رہ گیا۔!

"آیئے ثاقب۔ چلیں۔" نواب زادی نے ثاقب کا ہاتھ تھام لیا۔ اور چل دی۔

وہ وہیں کھڑا دانت پیس رہا تھا۔ لال پیلا ہو رہا تھا۔!

کوٹھی کے پورچ میں ثاقب کی کار کھڑی تھی۔

ثاقب کا کوٹ واپس دیتے ہوئے آہستہ سے بولی۔

"چلیے اب۔" رومی پریشان ہو رہی ہوگی۔ اور آئندہ نہ آئیے گا۔ بڑا کرم ہوگا آپ کا۔!"

اس کے چہرے پر پھر وہی ویرانی چھا گئی تھی۔ آنکھیں پھر بھر آئیں۔!

اور وہ تیزی سے اندر چلی گئی۔!

ثاقب بجھا بجھا سا کار میں آ بیٹھا۔ اور حسرت سے کوٹھی کی طرف دیکھ کر کار اسٹارٹ کرنے لگا۔!

برفانی ہوائیں چنگھاڑ رہی تھیں۔ آسمان سفید سفید ہو رہا تھا۔

سردی عروج پر تھی۔ اور اس سرد موسم میں۔

ثاقب نے نواب زادی کو فون کیا تھا۔ کہ وہ شام کو آ رہا ہے نواب زادی نے اسے منع کیا لیکن وہ بضد تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اسے دیکھنے سے اسے سکون مل جاتا ہے۔ اور اس سکون کیلئے وہ ضرور آئے گا۔!"

اس نے فون بند کر دیا تھا۔

مگر اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔!

"آپ نہیں آئیں گے ثاقب۔!"

"اس نے یہ کہہ تو دیا تھا۔ مگر اب اسے یوں لگ رہا تھا: جیسے۔!

کہکشاں کی سیڑھیوں سے اس کا پاؤں پھسل گیا ہو۔ !
اور وہ اندھیرے غاروں میں گر رہی ہو۔ جہاں ہر طرف دم گھٹا دینے والا اندھیرا ہے۔ ! روح فرسا اداسیاں اور جان لیوا محرومیاں ہیں۔ !

اسے لگا جیسے وہ خود بھی چاہتی ہے۔ کہ شاقب ضرور آ سکے۔ !
اس بے قرار دل اور ان ترستی آنکھوں کو اپنی صورت دکھا جائے۔ ! جیسے اس سے کسی نے چپکے سے کہا۔

ان لمحوں سے زیادہ حسین کوئی لمحہ کبھی تمہاری زندگی میں نہیں آیا۔ نہ آئے گا۔ !
اس کا قرب تمہیں بھی تو سکون بخشتا ہے۔ تم نے اپنی تمام تر قوتوں سے چاہا ہے۔ !
اور دل کی دھڑکن کے نغموں کی لغمگی کو ابھارا ہے۔ اس نے تمہیں تنہائی کے سمندر سے نکال کر جھیل کے ساحل پر لا کھڑا کیا ہے۔
"یاد کرو۔ !"
تمہاری سپاٹ سی زندگی۔ اکیلی۔ اداس۔ اور تنہا۔ !

اور اب۔ ایک ہلچل۔ ایک تھم۔ ایک کرب۔
"ہم جانتے ہیں ثاقب۔" وہ سسکنے لگی۔
ہم جانتے ہیں ثاقب کہ آپ بھی اپنے حسین سپنوں کے

ایوانوں میں ہمیں ہی سجائے ہوئے ہیں ۔!"

مگر ہم ۔ آپ کے ذہن سے ایسے خیالات چھین لینا چاہتے ہیں ۔!"

ہماری حسین تمناؤں کے محل توجل کر راکھ ہو ہی جائیں گے ۔!

" ہم آپ کو کیوں برباد کریں ۔!

" ہم مجبور ہیں ۔!

" ہم اگر آپ سے شادی کر کے آپ کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش کو پھولوں کی مالائیں پہنا دیں ۔ تو شاید یہ انصاف نہ ہو گا ۔ یہ مالائیں جلد ٹوٹ جائیں گی ۔ ان کی مہک بکھر جائے گی ۔ اور آپ کی زندگی کے آبگینوں میں حالات کا زہر تحلیل ہو جائے گا ۔!

روحی تباہ ہو جائے گی ۔!

آپ کے ابا خودکشی کر لیں گے ۔!

" اور دنیا ۔ ہمیں خودغرض ۔ اور جانے کیا کیا کہے گی ۔!

ہم تو آپ سے بھی کہتے ہیں ہمیں بھول جایئے ۔ جو دکھ ہماری زندگی کے ساتھ لپٹ گیا ہے ۔ ہمیں اس کے ساتھ سمٹ جانا ہے ۔!

آپ ہماری یادیں لے کر زندگی میں درد پیدا نہ کریں ۔!

تب ۔ [illegible] ۔ [illegible]

اس کے ذہن میں سرسرانے لگا۔

جب اسے ثاقب کے زندگی سے بھرپور کلام سے عقیدت
تھی۔

جب سے وہ زندگی سے باخبر ہوئی تو اس کے ذہن میں بھی
ایک الف لیلوی شہزادے نے جنم لیا۔ نگاہیں اس کی تلاش
میں بھٹکتی پھریں۔!

اور نگاہ و انتخاب میں ثاقب کی تحریروں میں اس کی تصویر
کے نقشے پا لئے۔!

روح کی تلاش ختم گئی۔ اور وہ خود کو منزل کے قریب پا کر
مسرت سے جھوم اٹھی۔!

ثاقب کو دیکھنے کی پیاس دل کے نہاں خانوں میں ایک آتشِ خاموشی
کی طرح دھیرے دھیرے سلگتی رہی۔ ! اور پھر ثاقب مل گیا۔
کائنات کی سانسیں جیسے تھم گئیں۔!

احساس کی گہرائیوں میں بھٹکنے والے خوابوں نے اپنی تعبیر پالی۔
انتظار کے اذیت ناک لمحے قربتوں کے روح پرور لمحات سے
ہمکنار ہوئے۔!

ماضی میں تو اس نے ثاقب کی پرچھائیں کو سکون و اطمینان کا ٹھنڈا
فرحت افزا سایہ سمجھ کر پیار کیا تھا۔ اور اپنے ذہن کی تمام تر رعنائیاں
اس کے خیالوں پر نچھاور کر دی تھیں۔

لیکن اس کی قربت پا کر اسے ایسا محسوس ہوا تھا ۔ جیسے تپتی ہوئی ریت پر چلتے ہوئے وہ ہری ہری ٹھنڈی ٹھنڈی گھاس پر گر پڑی ہو ۔ !

اور اب ۔ اب آپ ہمیں جینے نہیں دیں گے ۔ !

یکایک ۔ اس نے دل میں ایک فیصلہ کر لیا ۔ !

آج وہ ثاقب سے نہیں ملے گی ۔ !

بلکہ ۔ کبھی نہیں ملے گی ۔ !

اس نے سنبل کو پکارا ۔ !

" نواب زادی حضور ۔ !

" سنبل ثاقب صاحب آئیں تو ان سے کہہ دینا کہ ہم ان سے نہیں ملیں گے ۔ !

" جی بہتر حضور ۔ !

" ہم باغ میں جا رہے ہیں ۔ نواب زادی اٹھتے ہوئے بولی ۔

" مگر حضور باہر ہوا تیز ہے ۔ برف گر رہی ہے ۔ آج تو بڑی سردی ہے ۔" سنبل بولی ۔

" اچھا ۔ !"

" حضور کا کوٹ لا دوں ۔! سنبل بولی ۔

" نہیں ۔ ہم اپنی خواب گاہ میں جا رہے ہیں ۔ ہم آرام کرنا چاہتے ہیں ۔ اور ہمیں کوئی نہ بے آرام کرے ۔ !"

بہر حضور بستیل باہر نکل گئی۔

نواب نادری اپنی خوابگاہ میں آگئی۔ کھڑکیوں کے بھاری پردے ہٹا کر دیکھا۔

باہر زردی سی بکھرتی جا رہی تھی۔!

برستے برستے آسمان سے برف گر رہی تھی۔ اور فضا دھند میں ڈوب سی رہی تھی۔

اس نے سوچا۔

آج موسم بہت خراب ہے۔ آج ثاقب نہیں آسکے گا۔!"

شام کے سائے اندھیرے میں تبدیل ہونے لگے۔

وہ کھڑکی کے پاس ہی کھڑی تھی۔ یہاں سے باہر کا گیٹ صاف نظر آرہا تھا۔ بوڑھا دربان گرم کپڑوں میں لپٹا ہوا اپنی کوٹھڑی کی طرف جا رہا تھا۔

اس نے دیکھا۔ کار گیٹ کے باہر رک گئی۔!

اور کوئی باہر نکلا۔

وہ ثاقب تھا۔

سیاہ اوور کوٹ اور فلیٹ لگائے ہوئے۔!

اس برفانی موسم میں۔!

اس کا دل دکھا۔!

مگر اس نے فوراً سوچا ۔ "اف ثاقب سے ہم نہیں ملیں گے ۔ !
اس نے گھبرا کر پکارا۔
"سنبل ۔ !"
"جی حضور " سنبل جلدی سے بھاگی ہوئی آئی۔
"باہر ثاقب آئے ہیں ۔ ان سے کہدو ہم ان سے نہیں ملیں گے
وہ لوٹ جائیں ۔ اور اندرونی دروازہ بند کرلیا ۔ !
"جی بہتر حضور ۔ !
" سنبل چلی گئی ۔ اس نے کھڑکی سے دیکھا۔
وہ سنبل سے کچھ کہہ رہا تھا ۔ برف اس کے کوٹ اور ٹوپ
کو سفید بنا رہی تھی ۔ !
تھوڑی دیر میں سنبل واپس آگئی ۔ !
"کیا کہتے ہیں ۔"
"حضور کہتے ہیں ہم ملے بغیر واپس نہیں جائیں گے ۔ !"
" تم دروازہ بند کردو۔ خود ہی چلے جائیں گے ۔ !"
اسی لمحے جانے وہ کیسے کہہ گئی ۔ !
دل سخت کرلیا ۔ !
اور بستر پر آگری ۔ !
رات بیت رہی تھی ۔ سنبل جاچکی تھی ۔ اور وہ سونے کی
کوشش میں لگی تھی ۔ !

جانے کس وقت نیند نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

باہر برف گر رہی تھی۔

صبح پانچ بجے کے قریب ہڑبڑا کر اٹھی۔ کوئی بھیانک خواب دیکھا تھا اس نے۔!

گھبرا کر وہ کھڑکی کے قریب آئی۔ پردہ ہٹا کر دیکھا۔

ثاقب وہیں کھڑا تھا۔

صبح کا اجالا پھیل رہا تھا۔ اور اس دھندلے سے اجالے میں وہ برف کا بُت معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے پاؤں آدھے زمین میں دھنسے ہوئے تھے۔! اور ٹکٹکی لگائے نواب زادی کی خوابگاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

گھبرا کر اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔

پانچ بج رہے تھے۔

"توبہ۔ یہ تمام رات یونہی کھڑے رہے ہیں۔!

دکھ سے اس کی آنکھیں بھر آئیں۔!

ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اور وہ ننگے پیر۔ دروازہ کھول کر دیوانہ وار بھاگی۔

"ثاقب۔! وہ اس سے لپٹ گئی۔!

اور اگلے لمحے وہ زمین پر گر پڑا۔

اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔!

"ثاقب۔ !"

یہ دلدوز چیخ بلند ہوئی۔ اور ملازم بھاگتے ہوئے آئے۔ !

"حضور۔ یہ۔ ۔ !"

ملازموں نے ثاقب کو ہاتھوں پر اٹھالیا۔ اور نواب زادی کی خواب گاہ میں لے آئے۔ !

"بابا۔ جلدی سے ڈاکٹر کو بلالاؤ۔ !"

"خدا کیلئے سنبل جلدی دوڑو۔ !

"یہ کیا۔ ہوگیا۔ ہم۔ کیا۔ کریں۔ کیا ہوگیا۔؟

وہ روئے جارہی تھی۔ !

اس نے پلنگ پر ثاقب کو لٹایا۔ جس کے ہونٹ سردی سے نیلے پڑ چکے تھے۔ !

اس نے ثاقب کا برف سے بھرا ہوا کوٹ اتار کر ایک طرف پھینک دیا۔ !

اور۔ نواب زادی کو سمجھ نہ آرہی تھی کہ وہ کیا کرے۔

گھبراہٹ تھی۔ تڑپ تھی۔ بے تابی تھی۔ !

ثاقب کے بوٹ وہ اتارتے ہوئے وہ اس کے چہرے پر آنکھیں رکھے سسک پڑی۔

"ثاقب۔ آپ نے یہ کیا کیا۔ !

ڈاکٹر آیا اور۔ !

وہ واپس دیکھ چلا گیا۔ !

کچھ دیر بعد ثاقب کو ہوش آیا تو اس پر ایک لرزہ سا طاری تھا۔

نواب زادی کے ہاتھ دعا کے لئے پھیلے ہوئے تھے۔ !

سنبل نے گرم گرم کافی پلائی تو لرزہ کچھ تھما۔ !

کھلے بالوں اور بھیگی پلکوں سے وہ اس پر جھکی ہوئی تھی۔

ثاقب مسکرا دیا۔

ثاقب۔ ہمیں معاف کر دیجئے۔ ہم نے آپ کو بڑا دکھ دیا۔ اگر خدانخواستہ آپ کو کچھ ہو جاتا۔ تو ہم مر جاتے۔

کہتے ہوئے وہ رو دی۔

"نہیں ملو گی مجھ سے۔ وہ آہستہ سے بولا۔

وہ خاموش ہو گئی۔

کاش۔ : میں تمہاری دہلیز پر دم توڑ دیتا۔ مر جاتا۔ یہ بے تابی۔ یہ جلن۔ یہ گھٹن تو ختم ہو جاتی نا۔ !"

اس کی آواز بھرا گئی۔

"ایسا نہ کہیے۔ ! اس نے کانپتا ہوا ہاتھ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیا۔

اندر اندر وہ دونوں تڑپ رہے تھے۔

اور باہر حجاب تلملا رہا تھا۔ !

آج صبح ہی وہ شکار سے لوٹا تھا ۔ بنگلے میں ڈاکٹر کو جاتے دیکھ کر وہ اندر آگیا ۔

نوکروں سے پوچھا ۔

تو انہوں نے جو گزری تھی کہہ دی ۔ !

جابر کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی ۔ اسے سمجھ نہ آرہی تھی کہ کیا کرے ۔ !

نواب زادی کے سامنے وہ بے بس تھا ۔ مگر یہ موقع وہ ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہتا تھا ۔ !

جلدی سے اس نے ٹیلیفون ڈائرکٹری اٹھائی اور رومی کا نمبر تلاش کرنے لگا ۔ !

رومی کا نمبر مل گیا ۔ اس نے جلدی سے نمبر ڈائل کئے

رومی پہلے سے پریشان بیٹھی تھی ۔ جلدی سے بولی ۔

"ثاقب ۔ !"

"ثاقب نہیں ۔ جابر ۔ وہ طنزیہ بولا ۔

"اوہ ۔ جابر ۔ میں سمجھی نہیں ۔" وہ آہستہ سے بولی ۔

"ثاقب ۔ ۔ رات گھر نہیں آئے ۔ ؟ وہ اپنا غصہ دباتے ہوئے بولا ۔

"ہاں ۔ جانے کہاں رہ گئے ہیں ۔ موسم خراب تھا نا ۔ کہیں کسی دوست کے ہاں رک گئے ہوں گے ۔ ! بڑی پریشان ہوں

میں۔ پہلے کبھی نہیں آسکے۔ ٹیلیفون بھی نہیں کیا۔ خیریت سے ہو۔!"

رومی بھرائی آواز میں کہہ رہی تھی۔

"بہت بھولی ہو تم"۔ جابر بولا۔

"کیا مطلب۔؟"

"ثاقب عیش کر رہا ہے۔ اور تم۔ انتظار۔ وہ ہنس کر بولا۔

"جابر۔ تمہاری مجھ سے کوئی بے تکلفی نہیں۔ اس قسم کا مذاق میں برداشت نہیں کر سکتی۔!"

وہ جلدی سے بولی۔

" مذاق۔ میں نے تم سے پہلے کبھی مذاق نہیں کیا ہے رومی۔! میں نے اس وقت تمہاری بھلائی کے لئے فون کیا ہے۔ ورنہ مجھے کیا۔!"

"کیا مطلب۔!"

"ثاقب رات سے نواب زادی کی خواب گاہ میں ہے۔!"

"جابر۔! رومی چیخی۔!"

"سچ کہہ رہا ہوں۔ یقین نہ ہو تو آکر دیکھ لو۔! یہ کھیل تو مدت سے کھیلا جا رہا ہے۔ تم درمیان میں بیوقوف بن رہی ہو۔ ثاقب روز نواب زادی سے ملنے آتا ہے۔ دونوں خوب

گھومتے پھرتے ہیں ۔ اب تو دونوں کا شادی کا پروگرام ہے ۔ !

" بس جابر بس ۔ میں اور نہیں سن سکتی ۔ !

رومی چیخ کر بولی ۔

" ثاقب کو بچا لو رومی ۔ ! جابر بولا ۔

" اوہ خدایا ۔ یہ میں کیا سن رہی ہوں رومی بولی ۔

" تم اس وقت فوراً آجاؤ ۔ اپنی آنکھوں سے اپنی عزیز سہیلی کی محبت دیکھ لو ۔ ! "

میں آرہی ہوں ۔ ! " رومی نے فون بند کر دیا ۔

جابر مسکرایا ۔ اور باہر نکل کر رومی کا انتظار کرنے لگا ۔ اس کی نظریں سڑک پر تھیں ۔ !

اور ثاقب تکیوں کے بل لیٹا کہہ رہا تھا ۔ ” اللہ چلو ۔۔۔ کہیں چلے جائیں ۔ سب کچھ چھوڑ کر ۔ !

اور وہ خاموش بیٹھی تھی ۔

جابر اپنی فتح پر خوش ہو رہا تھا ۔ اس کے خیال میں آج ایک ہنگامہ ہونے والا تھا ۔

سڑک پر کار نظر آئی تو ۔ ! "

وہ آگے بڑھ کر ملا ۔ رومی ہی تھی ۔ جو سائیڈ کی رفتار سے گاڑی بھگاتی ہوئی آئی تھی ۔

" چلو جلدی ۔ میں اس مکار ناگن کا منہ نوچ لوں گی ۔ " رومی

رومی غصے سے پاگل رہی تھی ۔!

"تحمّل سے کام لو رومی ۔ پہلے چل کر ان کی گفتگو سن لو ۔ تاکہ تمہیں تمہیں میری بات پر یقین آجائے ۔! میں نے جھوٹ نہیں بولا ۔ ان کی باتیں سن کر تمہیں علم ہو جائے گا ۔ کہ ان کا آئندہ پروگرام کیا ہے ۔؟"

"مجھے سننے کی ضرورت نہیں ۔ ثاقب کا یہاں ہونا اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے ۔" رومی تیز آواز میں بولی ۔

"مگر حرج کیا ہے ۔ سن تو سہی ۔ وہ ناگن تمہیں کس طرح ڈس رہی ہے ۔ ادھر مجھ سے محبت کا ڈھونگ رچا رہی ہے ادھر ثاقب کو فریب دے رہی ہے ۔ تمہیں لوٹ رہی ہے ۔! جابر بولا ۔

افوہ ۔ کتنی مکّار ہے نواب زادی ۔ ! چلو جابر میں اس کا منہ نوچ لوں گی ۔ کمینی ۔ ذلیل ۔ رومی ۔ غصے سے پاگل ہو رہی تھی ۔

تحمّل ۔ تحمّل ۔ رومی ۔ آؤ میرے ساتھ ۔ پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر ان کی باتیں سنتے ہیں ۔ !

وہ اسے لے کر چور چال سے چلتا ہوا ۔ نواب زادی کی خواب گاہ سے ملے ہوئے کمرے میں آگیا ۔

دروازہ کھلا تھا ۔ اور اس پر بھاری پردہ پڑا تھا ۔ !

دونوں پردے کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔!

ثاقب لیٹا ہوا تھا۔ اور نواب زادی کرسی پر بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔!

رومی کا سارا جسم تپنے لگا۔ وہ پردہ اٹھا کر اندر جانا چاہتی تھی لیکن جابر نے اشارے سے روک دیا۔

"سمجھو مت سائلہ خدا کیلئے میری بات مان جاؤ۔ ثاقب کہہ رہا تھا۔!

"آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ ہم نے آپ سے ہمیشہ کہا ہے ہمیں بھول جائیے۔ وہ پہلے کی باتیں تھیں ثاقب، ہمارا نصیب کہ ہم آپ کو نہ پا سکے۔! اب آپ رومی کے ہیں۔ رومی بڑی پیاری لڑکی ہے۔ آپ کو بے انتہا چاہتی ہے۔ خدا کے لئے اس پر رحم کیجئے۔

وہ بڑے ہی پیارے انداز میں اسے سمجھا رہی تھی۔

"تمہاری تنہائی میرے لئے جان لیوا ہے سائلہ۔!"

ثاقب تھکی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہم کہیں چلے جائیں گے۔ رومی کی اور آپ کی زندگی کے لئے۔ آپ دونوں کی خوشیوں کے لئے ہم یہ بھی کر سکتے ہیں۔ ہم یہ ملک چھوڑ جائیں گے۔!

"نہیں سائلہ نہیں۔" وہ تڑپ کر بولا۔

"ثاقب۔ رومی کی بربادی ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم

" ہم جان دے دیں گے ۔ مگر رومی کو برباد نہیں ہونے دیں گے ۔ بھول جائیے سب کچھ ۔ بھول جائیے ۔ کبھی ۔ ہم میں چاہ تھی کبھی ہم میں پیار تھا۔

" نہیں بھول سکتا سائلہ ۔ !" ثاقب تڑپ کر بولا۔

" ٹھیک ہے ہم چلے جائیں گے تو آپ بھول سکیں گے ۔ !"

خدا کے لئے ثاقب ۔ ! "

" نہیں سائلہ ۔ ! نادان نہ بنو ۔ !

اس کے چہرے پر بے بسی سی چھا گئی ۔ !"

کہنے لگی ۔

" آپ کو ہم سے محبت ہے ۔ ؟

" تمہارے بغیر جی نہ سکوں گا ۔ اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

" ہم آپ کو عزیز ہیں ۔ !"

" جان سے زیادہ ۔ !"

" تو پھر آپ کو اسی محبت کا واسطہ ۔ ہمیں بھول جائیے۔ رومی کے ہو رہیے ۔ !"

" سائلہ ۔ !" ثاقب کے منہ سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔

" ہاں ۔ ہم آج فیصلہ کر کے رہیں گے ۔ !"

" سائلہ ۔ !" وہ سسکا ۔ !

"ہم نے فیصلہ کر لیا۔"

"سائلہ۔" وہ تڑپا۔"

"ہم اسی ہفتے چاہتے ہیں۔!"

"سائلہ۔!" وہ ہنس دیا۔

"ہم کار نکلواتے ہیں!"

"آپ اب گھر جائیے۔ رومی پریشان ہو رہی ہوگی۔!"

" وہ سخت اور کھردرے لہجے میں بولی۔

" دیکھا رومی۔" نواب جابر آہستہ سے بولا۔

" دیکھ لیا۔ وہ مسکرائی۔!

" اب تم جاؤ۔ اور جاکر نواب زادی سے اس مکاری کا بدلہ لو۔ حق یہ ہی ہے۔" وہ جلدی سے بولا۔

" شکریہ نواب جابر۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

" میں نواب زادی کے پاس جا رہی ہوں۔!"

" کمزور نہ پڑ جانا۔ وہ بہت چالاک عورت ہے۔ تم نے کہا تھا تم اس کا منہ نوچ لوگی۔ مجھے امید ہے کہ آج تم اسے بتا دوگی کہ دوستی کیا ہوتی ہے۔ رشتے کیا ہوتے ہیں۔!"

جابر مسکراتا ہوا بولا۔

" بالکل۔ اب اسے یہ ہی بتاؤں گی۔!"

" اچھا میں جا رہی ہوں۔!"

" میں یہیں کھڑا سن رہا ہوں ۔ !"

" وہ مسکرا دی ۔ اور پردہ اٹھا کر آگے بڑھی ۔

ثاقب ۔ " رومی والہانہ انداز میں اس کے قریب آگئی ۔ !

" اوہ رومی ۔ تم ۔ "! ثاقب آہستہ سے بولا ۔

" میں تو گھبرا گئی تھی ۔ ثاقب ۔ عجیب عجیب سے خیال آ رہے تھے ۔ موسم بھی خراب تھا نا ۔ !"

نواب زادی کا رنگ پیلا ہوتا جا رہا تھا ۔ وہ بیٹھی بیٹھی کانپ گئی ۔ !

" ہیلو سائلہ ۔ " وہ نواب زادی سے لپٹ گئی ۔ !

" یہ ۔ یہ ۔ دراصل ۔ " نواب زادی کے ہونٹ لرزے ۔ !

" ہاں ۔ ہاں مجھے پتہ ہے ۔ یہ شام سیر کے لئے نکلے تھے ۔ ! یقیناً طوفان میں پھنس گئے ہوں گے ۔ تمہاری شکر گزار ہوں سائلہ ۔ تم نے انہیں اس سردی میں روک لیا ۔ ورنہ جانے کیا ہوتا ۔ رومی کہنے لگی ۔

" میں برف میں گھر گیا تھا رومی ۔ اور ۔ اور " ثاقب سے بات نہ بن سکی ۔ !

" چھوڑو ثاقب یاد نہ دلاؤ ۔ میری پیاری سائلہ کا شکریہ ادا کرو ۔ رومی ہنسی ۔ !

نواب زادی کی جان میں جان آئی ۔!

ثاقب نے دکھ سے رومی کی طرف دیکھا ۔

اور پردے کے پیچھے کھڑے جابر کی بھنویں تن گئیں ۔ چھڑی پر اس کی گرفت مضبوط ہوگئی ۔

یہ تو سارا معاملہ ہی الٹا ہوگیا تھا ۔ اس نے رومی کو خوب تیار کرکے بھیجا تھا ۔ اور وہاں وہ خود پردہ ڈالنے میں لگی تھی ۔ ہمیشہ کی طرح نارمل تھی وہ ۔!

" سائمہ ۔ ہمارے ہاں کب آؤگی ۔ وہ پیار سے اس کے پریشان بال سنوارنے لگی ۔!

" جلد آؤں گی ۔ " وہ آہستہ سے بولی ۔

" ثاقب ۔ چلو گھر چلیں ۔ تم نے سائمہ کو بھی پریشان کردیا ۔!"

وہ ثاقب کا ہاتھ تھام کر بولی ۔

" ہاں چلو ۔ " وہ کھویا کھویا پلنگ سے اٹھا ۔!

" سائمہ ۔ ! رومی بولی ۔

سائمہ نے ندامت سے بھرپور نظریں اٹھائیں ۔!

" کل آؤگی ۔ !

" کل نہیں ۔ پھر کبھی ۔ ؟"

" کب ۔ !" رومی نے پوچھا ۔!

"فون کر دوں گی ۔!"

"ضرور آنا ۔ انتظار کروں گی ۔" ردمی سنش کر بولی ۔

تب وہ ثاقب کا ہاتھ تھامے باہر نکل گئی ۔!

ثاقب نے جاتے سے ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی ۔!

اور وہ نگاہ محبت کی آگ میں تپتی ہوئی تھی ۔!

نواب زادی ابھی تک سہمی سہمی بیٹھی تھی ۔!

کہ جابر آ گیا ۔!

"تیمار داری میں مصروف تھیں آپ ۔ وہ طنزیہ بولا ۔

وہ کچھ نہ بولی ۔

"ہم نے آپ سے کچھ کہا ۔ وہ تیز آواز میں بولا ۔

"سن لیا ہم نے ۔!" وہ آہستہ سے بولی ۔

"خوب خاندان کا نام روشن ہو رہا ہے ۔" وہ ہنسا ۔!

وہ تب بھی خاموش رہی ۔!

"ساری بستی میں باتیں ہو رہی ہیں ۔!

"جابر ۔" وہ عاجزی سے کہنے لگی ۔

"کیوں تنگ کرتے ہیں ہمیں آپ ۔ کیا بگاڑا ہے ہم نے آپ کا ۔!"

کیا بگاڑا ہے ۔ ہونہہ ۔ ہم دن رات جل رہے ہیں ۔ آپ نے ہمیں ٹھکرایا ہے ۔ ہماری محبت کو ٹھکرایا ہے ۔!

"محبت ۔ ہونہہ ۔!" وہ پھیکی سی آواز میں بولا۔

"کیا مطلب ۔!

"مطلب یہ کہ ۔ آپ یہاں سے چلے جایئے ۔ ہم نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا ۔ آپ ہمیں کیوں تنگ کرتے ہیں ۔!"

ہم آپ سے ایک بات کا جواب لے کر جائیں گے ۔"

وہ غصہ میں بولا ۔

"ہم نے آپ کی ہر بات کا جواب دے دیا ہے ۔ !" وہ ابھی تک اپنے غم میں کھوئی ہوئی تھی ۔!

جابر تلملا گیا ۔

جایئے اب ۔ اور آئندہ ہم پر کرم کیجئے ۔!" وہ آہستہ سے بولی ۔ !

وہ غصے میں بل کھاتا ہوا ۔ چھڑی مروڑتا ہوا باہر نکل گیا ۔!

تو اس نے جہاز کے دفتر فون کر کے اپنے لئے سیٹ کا پوچھا ۔ ایک ہفتہ بعد کی سیٹ مل گئی ۔ !

لہٰذا وہ سنبل کو بلا کر اپنی تیاری کی ہدایت دینے لگی ۔ !

ملازموں کو بلا کر ان کے لئے ہدایات دینے لگیں سب ہی تو نواب زادی کے اس فیصلے پر حیران تھے ۔ !

اچانک اتنے لمبے سفر کا ارادہ سب کے لئے حیرت انگیز تھا ۔!

دیوار پر لگے ہوئے کلاک نے بارہ بجائے۔ اور رومی کے خیالوں کی لڑیاں بکھر گئیں۔!

نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اور اس کے ذہن میں نواب زادی کی عظمت تھی۔

سامنے ثاقب کمبل اوڑھے جانے سو رہا تھا یا جاگ رہا تھا۔

وہ برابر سوچے جا رہی تھی۔!

جس وقت اسے جابر کا فون آیا تھا۔ اس کا وجود سلگ اٹھا تھا۔!

ثاقب کی سرد مہری۔ بات بات پر کہیں ڈوب جانا

نواب زادی کی دکھی زندگی۔ اور وہ تمام واقعات جو یکے بعد دیگرے ہوتے رہے۔ ایک فلم کی مانند اس کے سامنے چل رہے تھے۔

"کچھ بھی ہو۔ !"

ثاقب اس کا شوہر تھا۔ !

اور اسے ثاقب سے محبت تھی۔ !

ایک چاہنے والی بیوی کی مانند۔ !

پھر بھلا وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی۔ !

کہ اس کا شوہر کسی اور کو چاہے۔ !

غصے میں جلتی ہوئی وہ نواب زادی کی کوٹھی پہنچی تھی۔ !

جابر ملا۔ اس نے اس کے شک کو اور ہوا دی۔ !

اسے نواب زادی کے خلاف بھڑکایا۔

اور پردے کے پیچھے ان کی گفتگو سننے پر مجبور کیا۔

اور وہ گفتگو۔ !

غصے کی آگ ایک دم سرد ہو گئی۔ !

نفرت کا جوالا مکھی جو اس کے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔ وہ جیسے منجمد ہو گیا۔ ! اور اس کی جگہ عظمت۔ اور محبت۔ آ گئی۔ !

"آہ۔ نواب زادی بیچاری۔ !

کتنا ظلم ہوا اس پر۔ !"

اور اب جب کہ اس کی محبت چھن چکی ہے۔ وہ میری اور ثاقب کی بھلائی چاہتی ہے۔ !

"میری خوشیوں کے لئے ملک چھوڑ کر جانے کہنا چاہتی ہے۔!

وہ تڑپ گئی۔!

نواب زادی کی بے بس زندگی اس کے سامنے تھی۔

شاقب کا دکھ اس کے سامنے تھا۔

اور وہ ان میں الجھی ہوئی تھی۔!

"کیا کروں۔ میں۔!" وہ بے بسی سے بولی۔

مگر جیسے کسی نے کہا۔

"نواب زادی کا چلا جانا ہی اچھا ہے۔!"

"وہ چلی جائے گی۔ تو شاقب اسے بھول جائے گا۔!

"تم اسے نواب زادی سے بڑھ کر پیار دینا۔ وہ سب کچھ بھول جائے گا۔ تو اس کی بیوی ہے۔ مگر نواب زادی

اس نے حراساں ہو کر پوچھا۔

نواب زادی کا کیا ہوگا۔!

نواب زادی۔ جیسے کسی نے کہا۔

وہ بھی آہستہ آہستہ بھول جائے گی۔ شاید مستقبل اس کے لئے اچھا ساتھی۔ اور خوشیاں لے آئے۔!"

"اس طرح تم سب بربادی سے بچ جاؤ گے۔!"

سوچ سوچ کر اس کا دماغ ماؤف ہو گیا۔!

ثاقب نے کروٹ بدلی۔ اسے جاگتے دیکھ کر بولا۔
"ابھی تک جاگ رہی ہو۔!"
"نیند نہیں آئی۔!" وہ مسکرائی۔!
"کیوں۔؟"
"معلوم نہیں۔!"
"رومی۔!" ثاقب اٹھ کر بیٹھ گیا۔!
"پریشان دکھائی دیتی ہو۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔
"نہیں تو۔!"
"جھوٹ۔!"
"سچی۔ پریشانی کیسی۔؟ وہ ہنس دی۔
شاید کل والی بات ہے۔!" وہ آہستہ سے بولا۔
"ہاں کل پریشان تھی۔! تم آئے نہیں نا۔ بس دعا کرتی رہی۔ اور خدا کا شکر اس نے میری دعا سن لی۔!" وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔!
ثاقب نے اس کی طرف دیکھا۔
اس کی یہ سادگی دیکھ کر دل میں جیسے کچھ چبھنے لگا۔!
"سہیلی ہو تو نواب زادی جیسی۔ دیکھا کتنی پریشانی تھی وہ اور کتنا بڑا احسان کیا مجھ پر اس نے۔!"

"ہاں ۔" وہ کھویا کھویا سا بولا۔

"ثاقب ۔ !" وہ آہستہ سے بولی۔

"ہوں ۔ !"

"وہ جابر لے بڑا تنگ کرتا ہے ۔ ! ذلیل کہیں کا ۔ !

ثاقب کی آنکھیں گہری ہو گئیں ۔ گھبرا کر اس نے سگریٹ سلگا لیا ۔ !

"ثاقب ۔ !"

"ہوں ۔ !"

"نواب زادی بے چاری پر مجھے بڑا ترس آتا ہے ۔ !"

"کیوں ۔ !" وہ چونک گیا۔

"سنا ہے ۔ اس نے پیار کیا اور ناکام رہی ۔" وہ آہستہ

"اب سو جاؤ ردی ۔" ! وہ گھبرا کر بولا۔

وہ ہنس دی ۔ کہنے لگی۔

تمہارے پاس آجاؤں ۔ سلا دو مجھے ۔" جانے اس کے دل میں کیا آیا ۔ !

"میرے پاس ۔ !"

"ہوں ۔ !" تشنگی بڑھ گئی ۔ !

"آجاؤ ۔ ! وہ آہستہ سے بولا۔

" تب وہ اسے تھپکیاں دے کر سلانے لگا ۔ !

"ثاقب ۔ تم میرے ہو نا ۔ وہ بے تابی سے بولی۔

"پگلی ۔ !" وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"کبھی کبھی مجھے ڈر لگتا ہے ۔ !"

"کیوں ۔ ؟"

" جیسے ۔ جیسے تمہیں مجھ سے کوئی چھین رہا ہے ۔ !

اس کا عورت پن بولنے لگا ۔ !

" وہم ہے تمہارا ۔ !"

" تو ۔ تو تم میرے ہو نا ۔ وہ جذباتی ہو رہی تھی ۔ !

" اور کس کا ہوں ۔ ؟ وہ کھویا کھویا سا بولا۔

" صرف میرے ۔ !

" ہاں ۔ !"

" رومی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ۔ اور وہ اس کے سینے میں منہ چھپا کر رونے لگی ۔ !

"کیا ہوا رومی ۔ !"

"کچھ نہیں ۔ !"

" بتاؤ نا ۔ رو کیوں رہی ہو ۔ !"

"کبھی کبھی یوں ہی رونا آ جاتا ہے ثاقب ۔ معلوم نہیں کیوں ۔ !"

" پگلی ۔ !

" اب سو جاؤ ۔ !"

وہ اسے یوں سمجھا رہا تھا۔ جیسے ننھی بچی ہو۔ مگر دل میں کچھ تھا جو بری طرح ابھر رہا تھا۔!

نواب زادی جا رہی ہے۔!
نواب زادی ملک چھوڑ رہی ہے۔!
نواب زادی پیار میں مات کھا گئی ہے۔!"
وہ مایوسی میں ایسا کر رہی ہے۔!
کہاں جائے گی۔!
بیوقوف ہے۔!
طرح طرح کی باتیں لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔!

ثاقب کے دل کے زخموں کے گویا ٹانکے ادھڑ گئے تھے۔ وہ دن رات بے چین سا پھرتا۔ کئی بار چاند پور گیا۔ لیکن نواب زادی نہ ملی۔ اور پھر اب تو روحی بھی سائے کی طرح اس کے ساتھ رہنے لگی تھی!

وہ دفتر ہوتا۔!

تو کئی کئی بار فون کرتی۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ثاقب دفتر میں موجود ہے یا نہیں۔!

شام سیر کیلئے اسے لے جاتی۔!

کلب باقاعدگی سے جانے لگی۔!

یہاں تک کہ جب وہ کہیں فون کرنے لگتا۔ تو بھی اس کے سامنے رہتی۔!

کچھ بھی تھا۔ ثاقب اس کا شوہر تھا۔ اور کوئی بھی محبت کرنے والی بیوی اپنے سہاگ پر کسی کا قبضہ برداشت نہیں کر سکتی۔!"

لہٰذا اس روز کے بعد وہ ثاقب کے ساتھ گویا چپٹ کر رہ گئی تھی وہ۔!

نواب زادی کے جانے کی خبر سے وہ رنجیدہ بھی تھی۔ اور خوش بھی۔!

نواب صاحب کا انتقال اور نواب زادہ کی گمشدگی کا احوال تھا۔ اس کی تمام تدبیریں ناکام

ہو چکی تھیں ۔ اسے یہ بھی پتہ چلا تھا کہ نواب زادی ۔ جائیداد کی دیکھ بھال
کے لئے اپنے والد کے دوست جسٹس رفیق کی خدمات حاصل کر چکی
ہے ۔ !

وہی شہر والی جائیداد اس نے ایک رفاہی ادارے کے لئے
وقف کر دی تھی ۔ !

نواب جابر اپنی ماں کو بھی نواب زادی کے پاس بھیج چکا تھا ۔ اس
نے بھی سمجھایا ۔ مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا ۔ !

اب نواب جابر حیران تھا کہ کیا کیا جائے جسٹس
رفیق نے نواب جابر کی طرف سے خطرہ محسوس کیا تو اس کی ضمانت لے
لی ۔

اور یوں نواب جابر بالکل مفلوج ہو کر رہ گیا ۔ !

" نواب زادی کے جانے میں صرف دو دن باقی تھے ۔ !

اور

شہر کے کچھ لوگوں نے مل کر اسے ڈنر دیا تھا ۔

اس میں نواب زادی کی سہیلیاں اور تمام ملنے والے مدعو تھے ۔ !

جابر بھی ۔ اشرف بھی بمعہ اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ ۔

رومی دیر سے تیار ہو رہی تھی ۔ !

آج اس نے وہی سفید تاروں والی ساڑھی باندھی تھی ۔ چہرے
پر میک اپ اور سفید نگینوں کا زیور پہن کر خوشبو سے مہکتی ہوئی وہ

ثاقب کے کمرے میں آئی ۔

ثاقب ابھی تک اسی طرح بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا ۔

" ارے تیار نہیں ہوئے تم ۔ دیر ہو رہی ہے ۔ " وہ اس کے قریب آکر بولی ۔

" رومی ۔ تم چلی جاؤ ۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ۔ میں نہیں جا سکوں گا ۔ !" وہ آہستہ سے بولا ۔

" چلو ثاقب ۔ !" نواب زادی برا مان جائے گی ۔ !

" کہہ دیا نا ۔ میں نہیں جا سکتا ۔ " وہ تلخ آواز میں بولا ۔

" ثاقب ۔ !"

" تمہیں جانا ہے تو جاؤ ۔ " وہ تیز آواز میں بولا ۔

رومی سہم گئی ۔ !

آج پہلی مرتبہ ثاقب نے اس سے اتنے سرد لہجے میں بات کی تھی ۔ !"

چند لمحے وہ خاموش بیٹھی رہی ۔ !

پھر آہستہ سے بولی ۔

" اکیلی جا کر میں کیا کروں گی ۔ !"

" تم جاؤ ۔ نواب زادی تمہاری سہیلی ہے ۔ میری کیا ہے وہ ۔ میں کیوں جاؤں ۔ میرا اس سے کیا رشتہ ہے

میرے نہ جانے سے اسے کیا فرق پڑے گا۔ !

وہ جنونی سا لگ رہا تھا۔

وہ ڈری ڈری سی اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ !

" روحی ۔ !" وہ آہستہ سے بولا۔

وہ خاموش رہی۔

" ناراض ہو گئی ہو ۔ !" اس کے لہجے میں نرمی آ گئی۔ !

وہ تب بھی خاموش رہی۔ !

" چلو آؤ ۔ میں تمہیں پہنچا آؤں ۔ !"

" میں نہیں جاؤں گی ۔ !"

" چلو ۔ تمہیں ضرور جانا چاہیئے ۔ میرا کوئی پوچھے تو کہہ دینا میری طبیعت ٹھیک نہیں ۔ وہ اسے سمجھاتے ہوئے کہنے لگا۔ !

وہ آہستہ سے اٹھی اور اس کے ساتھ چل دی۔ !

کار اسٹارٹ کر کے وہ پھر بہک گیا۔ کہنے لگا۔

" روحی ۔ تم اس لباس میں بڑی اچھی لگ رہی ہو۔ !

وہ خاموش رہی۔ !

" یہ لباس ۔ یہ سفید تاروں بھرا لباس ۔ !"

" اور ۔ ۔ ۔ !

" ثاقب ۔ آج تم کیسی باتیں کر رہے ہو ۔ " روحی

قدرے پریشان ہو کر بولی۔!

"مجھے بخار ہے نا۔ اسی لئے کچھ دماغی توازن بگڑ گیا ہے۔!"

وہ ہنس دیا۔!

ہوٹل آ گیا۔ تو وہ نیچے اتر آئی۔!

"ڈرائیور کو بھیج دینا۔" رومی نے کہا۔

"میں خود آ جاؤں گا۔!" "یہیں اسی جگہ پر۔!"

"اچھا۔!"

رومی روشنیوں کے غبار میں گم ہو گئی۔! اور وہ وہیں کھڑا رہا۔

لوگ آ رہے تھے۔ گرم کپڑوں میں لپٹے ہوئے۔ ہوا تیز ہوتی جا رہی تھی۔ رنگ برنگی کاروں کی قطار لگتی جا رہی تھی۔

اور تھوڑی دیر میں اس نے دیکھا۔ نواب زادی کی مرسیڈیز آ کر رکی ہے۔!

لوگوں نے اسے ریسیو کیا۔ اور ساتھ اندر لے گئے۔!

وہ تب بھی وہیں کھڑا رہا۔!

اور اندر۔

لوگوں کے ہجوم سے نواب زادی فارغ ہوئی تو رومی کی طرف بڑھی۔ مگر اسے اکیلا دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئی۔!

اس کی حسرت گھٹ سی گئی۔ آج تو اس نے سوچا تھا کہ تا منیب کا تصور آنکھوں میں بسانے گی۔! آج آخری بار ملنے کی خواہش وہ دبا

نہ سکی تھی۔ !

آج اس نے سوچا تھا۔ !

وہ اس سے باتیں بھی کرے گی۔ !

اسے آخری بار دیکھنے کی غرض سے ہی اس نے اس ڈنر میں آنا منظور کیا تھا۔ !

" مگر وہ آیا کیوں نہیں۔ !"

" ہیلو رومی۔ !" وہ بجھی بجھی سی بولی۔

" ہیلو۔ !" رومی آہستہ سے بولی۔

" اکیلی آئی ہو۔ !" پیارے تبسم کے ساتھ وہ بولی۔

" ہاں۔ !"

" کیوں۔ ؟"

" ثاقب بیمار ہیں۔ !" رومی اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

وہ تڑپ گئی۔ !

" کب سے۔ !" اس نے بے تاب لہجے میں پوچھا۔

" آج ہی طبیعت خراب ہوئی۔ !"

وہ خاموش سی ہو گئی۔ چہرے پر محرومی تھی۔ مایوسی تھی۔ اور بے چارگی تھی۔ !

" معاف کرنا۔ !"

"ہوں۔!"

"یکایک ملک چھوڑنے کی کیا سوجھی۔!" رومی آہستہ سے بولی۔

وہ ہنس دی۔!

"بتاؤ نا۔!"

"یوں ہی رومی۔ جی اکتا گیا تھا۔!"

"اپنے ملک سے۔!"

"ہاں۔!"

"اگر وہاں بھی جی اکتا گیا تو۔!"

"تو پھر جہان چھوڑنے کی سوچیں گے۔ اس کے لبوں پر زہر بھری ہوئی مسکراہٹ پھیل گئی۔!

"پگلی ہو تم۔ رومی کی آواز بھرا گئی۔!

رومی آہستہ سے بولی۔

"ہوں۔!"

"اپنے گھر نہیں بلاؤ گی ہمیں۔!" ایک بے تاب تمنا اس کے دل میں مچلی۔!

"بلانے سے آؤ گی تم۔ ویسے نہیں۔!" رومی نے شکوہ کیا۔!"

"تو پھر کل شام ہم ضرور آئیں گے۔! کھانا بھی وہیں کھائیں گے

اور ڈھیر ساری باتیں کریں گے ۔ !" اس کے دل کی خواہش کا یہی چارا راستہ ملا ۔

"تب مجھے خوشی ہوگی ۔" رومی بولی ۔

" رومی ۔ !"

" ہوں ۔ !"

" اگر ہم سے کوئی شکایت ہو تو پلیز ہمیں معاف کر دینا ۔ کہتے ہوئے اس کی خوبصورت آنکھیں بھر آئیں ۔ !

" کیسی باتیں کرتی ہو ۔" رومی کا دل دہل گیا ۔

" یوں ہی ۔ شاید کبھی کوئی صدمہ پہنچا ہو ہماری وجہ سے ۔ !"

وہ اپنی آنکھوں کے گوشے صاف کرتی ہوئی بولی ۔

" یہ بتاؤ جا کہاں رہی ہو ۔ !" رومی بات بدلنے کی خاطر بولی ۔ !"

" پہلے تو سوئٹزرلینڈ جائیں گے ۔ اور پھر جانے کہاں کہاں ۔ !"

کچھ اور خواتین آگئیں ۔ نواب زادی کو انھوں نے گھیر لیا ۔

رومی اشرف اور اس کی بیوی سے باتیں کرنے لگی نواب صاحب دور بیٹھا اسی طرف دیکھ رہا تھا ۔ !

ڈنر کے بعد نواب زادی نے مختصر الفاظ میں لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔!

اور ڈائس سے نیچے اتر آئی۔!

جب وہ باہر نکل رہی تھی تو رومی اس کے ساتھ تھی۔!

وہ اپنی کار میں بیٹھ کر چلی گئی۔!

تو رومی اپنی کار کی طرف آئی۔ ثاقب بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا۔!

"کب آئے ہو ثاقب۔ مجھے اطلاع کروادی ہوتی۔ رومی بولی۔

"ابھی تو آیا ہوں۔!" وہ جھوٹ بول گیا۔ حالانکہ وہ گیا ہی کب تھا۔!"

"کل میں نے نواب زادی کو ڈنر پہ انوائیٹ کیا ہے۔!" رومی نے کہا۔!

"آئے گی وہ؟"

ہاں۔ اس نے خود ہی تو کہا ہے۔ کہ رات ڈھیر ساری باتیں کرے گی۔! کچھ وقت ہمارے ساتھ گزارے گی۔!

"اچھا۔!" وہ کھویا کھویا سا بولا۔

"ہاں۔!" میں نے پوچھا۔ کچھ اور لوگوں کو بھی انوائیٹ کر لوں؟" تو کہنے لگی۔

"کسی کو بھی نہیں۔!
اس کے ہاتھ سے اسٹیرنگ پھسل سا گیا۔
سوچتی رہوں۔ اسے کوئی تحفہ دوں۔!"

رومی بولی۔!
"جیسے تم کہو۔!"
وہ جھنجھلا کر بولا۔
"اس نے ہماری شادی پر یاد ہے ایک لاکھ روپے دیئے تھے۔
وہ بولی۔!
اس کا جیسے دم گھٹنے لگا۔! کہنے لگا۔!

"ہاں۔!"
"تو پھر ہمارا تحفہ بھی قیمتی ہونا چاہیئے۔!
گھر آ گیا تو وہ تیزی سے اتر کر اندر چلا گیا
رومی مسکرا کر رہ گئی۔ اسے نواب زادی سے ہمدردی تھی
۔ لیکن کوئی جذبہ اسے اکسا رہا تھا کہ وہ اس سے حسد کرے۔ اور
اسی لئے نواب زادی کے جانے پر وہ خوش تھی۔!

ہوا تیز تھی۔!
برف کا جیسے طوفان آیا ہوا تھا۔!
بڑی تیزی سے برف زمین پر گر کر ڈھیر ہوئی جا رہی تھی۔
نواب زادی نے نارنجی خوبصورت ساڑھی باندھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی کب سے خاموش اپنے چہرے میں نہ جانے کیا دیکھ رہی تھی۔!

"ثاقب۔ اس کے دل کی کسک بڑھ گئی۔ کہنے لگی۔
"ثاقب۔ ہم کتنے حرماں نصیب ہیں۔ ہم آپ کو پا نہیں سکے۔! اور تباہ ہو گئے۔ مٹ گئے۔!
اب تو ثاقب۔ آپکی یادوں کو راحتِ سفر بنا صحرا نوردی سے رشتہ جوڑ لیا ہے ہم نے۔!"

"نواب زادی حضور ۔!" سنبل زیب آکر بولی ۔!

"کیا ہے ۔!"

"یہ نکلس منگوایا تھا حضور نے ۔!"

"لاؤ ۔! اس نے ہیروں کا جگمگاتا ہوا نکلس تھام لیا۔

"پہناؤں حضور ۔!"

"پہنادو ۔!" آج ہمیں خوب سجا دو سنبل ۔!"

"امی حضور والا ہار بھی لاؤ ۔ ہم وہ بھی پہنیں گے ۔!"

"بہتر حضور ۔!"

"جڑاؤ زیورات پہن کر اس کا اداس سا حسن دمک اٹھا ۔!"

"سنبل ۔! وہ اپنے آپ پر نظر ڈالتے ہوئے بولی ۔

"جی حضور ۔!

"ہم کیسے لگ رہے ہیں ۔!"

"بلائیں لوں میں نواب زادی حضور کی ۔ کہیں نظر نہ لگ جائے ۔!" سنبل کی آنکھیں بھیگ سی گئیں ۔!

"تم رو رہی ہو ۔! اس کے ہونٹوں پر عزدہ سی مسکراہٹ پھیل گئی ۔!

نواب زادی حضور ۔ " سنبل سسک کر رو دی ۔!

"کیوں سنبل ۔!"

"آپ جا رہی ہیں نا۔ جانے کب واپس آئیں گی۔!"
سنبل ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔
"پگلی۔!" اس کی اپنی آنکھیں چھلک آئیں۔!
"گاڑی تیار ہے حضور۔!" بوڑھا نوکر آکر بولا۔
"اچھا۔ ہم آرہے ہیں۔ سنبل ہمارا فرکا کوٹ لا دو۔!"
"جی۔!" سنبل کوٹ لینے چلی گئی۔ تو نوکر بولا۔
"حضور۔!"
"کہو بابا۔!"
"دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے حضور کے پردیس جانے کا سن کر۔!"
وہ اداس سی ہوگئی۔!
صبح سے اس کی بستی کے لوگ۔ مرد۔ عورتیں۔ بچے۔ سبھی آنسوؤں کا نذرانہ لے کر آئے اور دعائیں دے کر چلے گئے۔!
سنبل کوٹ لے آئی۔ اور پہناتے ہوئے کہنے لگی۔
"باہر طوفان آرہا ہے۔ ذرا رک جائیے حضور۔!"
"آج ہمیں کوئی طوفان نہیں روک سکتا سنبل۔!"
"حضور رک جائیے۔ باہر ہوا بھی تیز ہے۔!"
مگر اس نے کچھ نہ سنا اور باہر نکل گئی۔!
ڈرائیور سنبھل سنبھل کر گاڑی چلا رہا تھا۔!

ہوا ویرانوں سے ٹکرا کر ایک خوفناک آواز پھیلا رہی تھی۔ !

ساری بستی۔ برف میں ڈوبی ہوئی تھی۔ !

آج دُور روز سے لگاتار برف گر رہی ہے۔ ! اور اب تک کئی انچ برف گر چکی تھی۔ !

گاڑی کے آدھے پہیے برف میں دھنسے ہوئے چل رہے تھے۔ !

دس میل کا راستہ بمشکل طے کیا۔ راستے میں دو بار گاڑی خراب ہوئی۔ ڈرائیور کی کوشش سے بمشکل چلنے کے قابل ہوا۔ جب وہ رومی کی کوٹھی پہنچی۔ تو کار کی خرابی بڑھ چکی تھی۔

"حضور۔ !" گاڑی خراب ہو گئی ہے۔ !

ڈرائیور بولا۔

"ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ !"

"صبح ہی ہو سکے گی۔ بڑی مشکل سے یہاں تک لایا ہوں۔ !

"اچھا۔ !"

"ورک شاپ سے مکینک لانے ہوں گے۔ !"

"اچھا آپ گاڑی یہیں چھوڑ جائیے۔ ہم رومی کی گاڑی میں چاند پور چلے جائیں گے۔ !

وہ اترتے ہوئے بولی۔

ڈرائیور تو چلا گیا۔ !

اور وہ اندر آ گئے۔ !

ثاقب اکیلا بیٹھا تھا۔
اسے دیکھ کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ایک دوسرے میں کھو گئے۔
"رومی کہاں ہے۔!" اس کی نگاہوں کی تپش سے وہ گھبرا کر بولی۔
"دوسرے کمرے میں۔!"
"تو ہم وہیں چلے جاتے ہیں۔!"
"میرا اتنا سا ساتھ بھی گوارہ نہیں۔!" ثاقب نے کہا۔!
وہ تڑپ سی گئی۔!"
"بولو۔!" وہ اس کے قریب آگیا۔!
"ایسی بات نہیں۔!" وہ لٹی لٹی سی آواز میں بولی۔
"تو پھر یہ گریز۔!"
"حالات کا تقاضہ ہے۔!"
"مجھے اب ایسی باتوں کی پرواہ نہیں۔!" وہ جلتی ہوئی نگاہیں اس پر ڈالتے ہوئے بولا۔
"ثاقب۔! ہمیں رسوا نہ کیجئے۔!"
"سائمہ۔!" وہ سسک پڑا۔
کہنے لگا۔!

"سائلہ ۔ نہ جاؤ ۔ نہ جاؤ سائلہ "۔ میں مر جاؤں گا ۔!"

"روح آ جائے گی ثاقب ۔ خدا کیلئے خاموش رہیئے ۔!"

" نہ جاؤ سائلہ ۔ اس کے لہجہ میں التجا تھی ۔ تڑپ تھی ۔ بے بسی تھی ۔!

"ہم نے آپ کی خوشیوں کے لئے تو صحرا نوردی سے ناطہ جوڑا ہے ثاقب ۔ ہم چلے جائیں گے تو ہمارے قدموں کے نشان آہستہ آہستہ مٹ جائیں گے ۔!"

کہتے ہوئے اس کے تمتماتے ہوئے سرخ رخساروں پر آنسوؤں کی لڑیاں سی ٹوٹ پڑیں ۔!

اور ثاقب اس کی ویران اور غزالی آنکھوں سے امڈتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھ کر جذباتی ہو گیا ۔!

کہنے لگا ۔!

" سائلہ ۔ نہ جاؤ ۔ تمہارا ثاقب مر جائے گا ۔!

" ہمیں نہ روکئے ثاقب ۔ ہم نہ گئے تو مصیبت آ جائے گی

" اس کا چہرہ بجھے ہوئے چاند کی مانند پھیکا پڑتا جا رہا تھا ۔ اسی لئے روحی کمرے میں آ گئی ۔!

" ارے ۔ میں تو فون کرنے جا رہی تھی ۔!"

" نواب زادی آہستہ سے بولی ۔!

"موسم خراب تھا نا۔ میں نے سمجھا تم نہیں آؤ گی۔۔!"

وہ مسکرا کر رہ گئی۔!

"ثاقب"۔ رومی بولی۔

"اشرف کو فون کر دو۔!"

"رہنے دو۔! وہ بیزاری سے بولا۔

"کیوں۔؟"

"اتنا موسم خراب ہے۔ وہ کہاں آئے گا۔!"

"جنہیں آنا تھا وہ چاند پر سے آ گئے۔ اور اشرف تو قریب رہتا ہے۔!"

رومی نہ چاہتے ہوئے بھی کہہ گئی۔

لیکن اس طنز کو کسی نے محسوس نہ کیا۔!

"آج تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔!" رومی نواب زادی کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔!

"شکریہ!" اس کے خشک لب کانپ گئے۔!

ثاقب کی تپتی ہوئی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔!

"تم دونوں ذرا باتیں کرو۔ میں ذرا کھانا لگواؤں۔" رومی باہر جاتے ہوئے بولی۔

رومی باہر نکل گئی۔!

ثاقب اسے دیکھ رہا تھا۔!

اس کی تنفروں کی تپش سے نواب زادی کے دل کی دھڑکنیں
تیز ہوتی جارہی تھیں ۔ !
چاہت کی آگ سلگ اٹھی ۔ وہ اپنے آپ پر قابو
نہ رکھ سکی اور بولی ۔
" ثاقب ۔ ! "
وہ کچھ نہ بولا ۔
" ثاقب ۔ بولئے نا ۔ ! "
وہ تب بھی خاموش رہا ۔
" دل نہیں چاہتا ہم سے بات کرنے کو ۔ ! " اس کی تنفروں
" دل ۔ ! " وہ بے چارگی سے ہنسا ۔ پھر کہنے لگا ۔ !
" دل تو بجھ بچا سا ہے ۔ اور اس بجھی ہوئی لو سے اب دھواں اٹھ
رہا ہے ۔ جو بہت جلد فضاؤں میں تحلیل ہو کر زندگی کے احساس کو
اندھیروں میں گم کر دے گا ۔ ! "
" تم جاؤ ۔ مجھے بھٹکنے دو ۔ ! "
" ثاقب ! " وہ گھٹی ہوئی جذباتی کیفیت کو چھپاتے
ہوئے کہنے لگی ۔ !
یک تمنا تھی ہماری ۔ !
" کیا ۔ ! "
" ہم چاہتے ہیں ۔ آج کی رات ۔ ساری رات

آپکو دیکھتے رہیں ۔ جی بھر کر باتیں کریں ۔ !

اس نے اپنے جذبات پر قابو پانے کی سعی کی تو اس کے ہونٹ گھٹے ہوئے جذبات کی شدت سے کسی زخمی پرندے کے پروں کی مانند پھڑپھڑا کر رہ گئے ۔ !

" سائلہ ۔ " ثاقب کا دل مچل گیا

مگر یہ کیسے ممکن ہے ثاقب ۔ آپ تو پرائے ہیں ۔ اور آپ پر ہمارا کوئی حق نہیں ۔ ! "

درد کی شدت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا یوں جیسے بلوریں ساغر میں بھری ہوئی ارغوانی شراب کا رنگ دمکتا ہے ۔ !

" میں تمہارا ہوں سائلہ ۔ ! صرف تمہارا ۔ میری بات مان جاؤ سائلہ ۔ یا اگر تم یہاں کے لوگوں سے ڈرتی ہو تو مجھے اپنے ساتھ لے چلو ۔ ! " وہ اپنے حواس پر قابو نہ رکھ سکا ۔ !

درد قطرہ قطرہ ہو کر اس کی زبان سے ٹپکنے لگا ۔ !

" اور رومی ۔ !" وہ آہستہ سے بولی ۔

" رومی ۔ ! وہ سوچ کر پریشان سا ہو گیا ۔ پھر کہنے لگا ۔ !

" میں رومی کو سب کچھ بتا دوں گا ۔ !

" نہیں نہیں ۔ !" وہ کانپ گئی ۔ ! "

" فیصلہ وہی کرے گا ۔ ! "

" مگر اس کا فیصلہ اپنے حق میں ہوا تو " وہ آہستہ سے بولی ۔ !

"ایسا نہیں ہوگا: !"

اس کے لبوں پر ایک چلی چلی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور کہنے لگی۔!

"سب بیکار ہے ثاقب۔ کچھ نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی ہم چاہیں گے کہ ہمارا وجود کسی کے لئے دکھ کا باعث ہو۔! وقت بڑا چارہ گر ہے۔ اس کے پاس ہر درد کا مداوا اور ہر زخم کا مرہم ہے ہماری وجہ سے جو غم آپ کو ملا۔ ہم دعا کریں گے کہ آپ کو خوشیاں ملیں۔ ثاقب۔! لیکن جو درد آپ نے ہمیں بخشا ہے وہ بھی آپ کی عنایت ہے۔ ہمیں اس غم سے بڑا پیار ہے۔ کیونکہ یہ آپ کا دیا ہوا ہے۔ وہ بہکی بہکی آواز میں بغیر سوچے سمجھے کہے جا رہی تھی۔!

اور ثاقب کا دل کٹ رہا تھا۔!

اسی لئے رومی آ گئی۔!

"تم رو رہی تھیں۔" رومی اس کی بھیگی آنکھیں دیکھ کر بولی۔!"

"ایسے ہی۔ آنسو نکل آئے۔ اختیار نہ رہا ان پر۔! مگر۔!

"یہ سوچ کر دل پریشان ہے۔ کہ جانے آپ سب سے پھر کب ملاقات ہو۔!"

رومی نے مزید کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ اور بولی۔!

"کھانا لگ چکا ہے۔"

وہ تینوں کھانے کے کمرے میں آئے۔! رومی نے خاصا اہتمام کیا ہوا تھا۔!

ثاقب بے بس تھا۔!

رومی خوش۔!

اور نواب زادی اداس اور افسردہ۔!

کھانا اس نے برائے نام ہی کھایا۔

رومی بے تکان بولے جا رہی تھی۔ اور وہ دونوں محض اس کا ساتھ دے رہے تھے۔! ثاقب تو بالکل گم سم سا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ نواب زادی کے چلے جانے کے بعد اس کی زندگی کیسے گزرے گی۔

جو کچھ بھی تھی۔ نواب زادی دور رہتے ہوئے بھی اس کے قریب تھی۔ جب بھی وہ بیقرار ہوتا۔ جا کر اسے مل آتا۔! چاہے وہ ملاقات اذیت اور تشنگی ہی دیا کرتی۔ مگر اسے دیکھ لینے سے جو سکون حاصل ہوتا تھا وہی اس کے لئے بہت تھا۔!

مگر اب۔!

وہ اتنی دور جا رہی تھی۔!

جہاں وہ نہ پہنچ سکتا تھا۔!

اس کی محبت بچھڑ رہی تھی۔

اس کی محبوبہ جدا ہو رہی تھی۔!

اس کا دل - دماغ - اور وجود جل رہا تھا۔ !

وہ سامنے بیٹھی تھی۔ !

بیرون کا عکس اس کی صراحی دار گردن کو لپیٹے جگمگا رہا تھا خوبصورت لباس میں لپٹا ہوا افسردگی اور سوگواری کا پیکر لرز رہا تھا۔ !

رومی نے کافی بنائی۔ ان دونوں کو دی۔

نواب زادی نے کانپتے ہاتھوں سے پیالی تھامی لیکن ثاقب کی نظریں نواب زادی کے چہرے پر تھیں۔ !

اور پیالی چھلک رہی تھی۔

"ثاقب - !" رومی ہنس کر بولی۔

"کیوں - !" وہ تھکی تھکی سی آواز میں بولا۔

"نواب زادی کو نظر نہ لگا دینا - !"

" وہ مسکرا دیا۔

" اتنی غور سے دیکھ رہے تھے جناب" رومی نے طنز کیا۔

وہ بھی مسکرا دی۔

باہر ہوا تیز ہوتی جا رہی تھی۔ !

اور یوں ہی۔ !

ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے - کتنی دیر بیت گئی۔ !

بارہ بجے - !

ایک بجا - !

دو بج گئے۔!

رومی جمائیاں لے رہی تھی۔ اور ثاقب اپنی بیاض سے اپنا کلام سنا رہا تھا۔!

اور نواب زادی مدہوش ہوئی جا رہی تھی۔!

ثاقب کا ایک ایک شعر اس کے دل میں کھب رہا تھا۔!

اس کی رگ و پے میں سرایت کر رہا تھا۔!

آج ثاقب اپنے کلام پر خود رو رہا تھا۔ اس کی آواز تھرا رہی تھی۔!

ثاقب۔ جو کہا کرتا تھا۔ دنیا کی وہ ہستی اس کے سامنے کبھی نہ آئے جو اسے متاثر کر سکے۔ اس طرح اس کا آئیڈیل کمتر ہو جائے گا۔!"

مگر وہ ہستی اس کے سامنے آ گئی۔!

اسے روح کی گہرائیوں سے چاہا۔!

اور وہ خود کمتر ہو گیا۔!

شکست کھا گیا۔!

وہ ثاقب جو کہا کرتا تھا۔ مجھے کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ مجھے کوئی قائل نہیں کر سکتا۔ محبت کو جس نے صرف ضرورت کہا تھا۔ اگر محبت ضرورت تھی۔ تو آج رومی جیسی خوبصورت بیوی کے ہوتے ہوئے وہ کیوں تڑپ رہا تھا۔

یہ کس نے بتایا تھا۔ !

"کیوں۔ ؟"

"اس کے تمام وعدے۔ اس کی تمام بحثیں جیسے اس کا منہ چڑا رہی تھیں۔ !

"ہم اب چلتے ہیں۔" وہ مدہوشی کے سمندر میں ڈولتی ہوئی بولی۔ !

"مگر تمہاری گاڑی تو یہاں نہیں۔ !" رومی بولی۔

"میں پہنچا آتا ہوں جاکر۔ !" شاقب جلدی سے بولا۔

"آپ تکلیف نہ کیجئے۔ ہم فون کر کے دوسری گاڑی منگوا لیتے ہیں۔ !

نواب زادی بولی۔ !

اس موسم میں اور آدھی رات کے وقت دوسری گاڑی چاند پور سے کیسے آئے گی۔ !مشکل لگتا ہے۔ !

رومی بولی۔

"میں پہنچا آتا ہوں۔ !" شاقب بولا۔

"چلیے۔ دونوں چلتے ہیں۔ !" رومی خود بھی تیار ہو گئی۔ !

"مگر۔" شاقب بولا۔

"چلو شاقب نواب زادی سے تھوڑی سی باتیں اور ہو جائیں گی۔ !

روحی نے کہا۔

"وہ تینوں باہر آ گئے۔ روحی کچھ فاصلے پر تھی کہ ثاقب نے اپنا بیاض اس کی طرف بڑھا دی۔

اور آہستہ سے بولا۔

"یہ قبول کرو گی۔!"

"ثاقب۔۔!" وہ بے تاب ہو گئی۔۔! بیاض لے کر اس نے آنکھوں سے لگا لی۔

روحی قریب آ گئی۔۔!

دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ ثاقب کار ڈرائیو کرنے لگا۔۔!

کچھ دور ہی گئے ہوں گے کہ برف پھر گرنے لگی۔ تمام راستے برف میں ڈوبے ہوئے تھے۔ گاڑی کو دھکا لگا تو روحی جلدی سے بولی۔!

"ثاقب سنبھل کر۔۔!"

مگر ثاقب کے سامنے تو برف میں اٹے ہوئے راستے بھی تھے۔ اور آئینے میں نظر آتی نواب زادی کی بھیگی بھیگی سی آنکھیں بھی۔!

اور وہ بھیانک دوری بھی۔!

روحی بار بار اسے گاڑی ٹھیک سے چلانے کی ہدایت

کرتی۔ مگر وہ تو اس دھند میں لپٹے ہوئے ماضی میں کھویا ہوا تھا۔ !
جہاں نواب زادی اس کی باہوں میں باہیں ڈالے گھومتی پھر رہی تھی۔ !

اسٹیرنگ بار بار گھوم جاتا۔ !
اور گاڑی ڈگمگانے لگتی۔ !

"ثاقب۔ کہاں ہو۔ دھیان راستے پر لگا دینا۔ !"
روبی جھلا کر بولی۔

آگے پہاڑی موڑ تھا۔ !

گاڑی توازن قائم نہ رکھ سکی۔ اور زوردار آواز کے ساتھ پہاڑی سے ٹکرا کر الٹ گئی۔ !

"میں ۔ میں کہاں ہوں ۔ !" شاقب ہوش میں آتے ہی بولا ۔

"آپ اسپتال میں ہیں ۔ !" اس کے قریب کھڑا ڈاکٹر بولا ۔ !

"مگر ۔ " وہ ذہن پر زور دیتے ہوئے بولا ۔

"آپ کی گاڑی الٹ گئی تھی ۔ !" ڈاکٹر بولا ۔

"ہاں ۔ ہاں ۔ مگر ۔ نواب زادی ۔ " اس کے ذہن میں صرف نواب زادی تھی ۔ روحی نہیں تھی ۔ !

"آپ کے ساتھ دو خواتین تھیں جو بری طرح زخمی ہیں ۔ ان کی پوری طرح دیکھ بھال کی جا رہی ہے ۔ !" شاید بچ جائیں ۔ !"

اور اس کا دل دھک سے رہ گیا ۔ وہ چیخ کر بولا ۔

"ڈاکٹر ۔ ۔ !"

"خدا کا شکر ادا کریں صاحب ۔ بچ گئے ۔ آپ کو تو صرف کندھے پر چوٹ آئی ہے ۔ مگر وہ دونوں بہت خطرناک حالت میں ہیں ۔!

"وہ ۔ وہ کہاں ہیں ۔ میں ان کے پاس جا سکتا ہوں ۔!"

اس کی آواز لرز رہی تھی ۔ چہرہ پسینے سے تر تھا ۔!

"ابھی نہیں ۔! سرجن صاحب ان کی زندگی بچانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں ۔ دعا کیجئے ۔!

"مگر ڈاکٹر ۔ وہ تڑپ کر پلنگ سے نیچے اتر آیا ۔ اور اس نے کمرے کی طرف دوڑا ۔

"ٹھہریئے ۔! ڈاکٹر چلایا ۔!

"مجھے نہ روکو ڈاکٹر ۔ مجھے نہ روکو ۔! وہ چیخ کر بولا ۔

اور عین اسی لمحے سرجن کمرے سے باہر نکلا ۔!

"ڈاکٹر ۔!" ثاقب کا چہرہ سوال بن گیا ۔!

"ان دونوں کے جسم سے خون بہت نکل چکا ہے ۔؟"

"تو پھر ۔!" وہ بے تابی سے بولا ۔

"خون کی ضرورت ہے ۔!" ڈاکٹر بولا ۔

"اسپتال میں خون نہیں ہے ۔ دوسرا ڈاکٹر بولا ۔"

"کچھ کیجئے ڈاکٹر ۔!" انہیں بچا لیجئے ۔! وہ

گڑگڑا کر بولا۔

"موسم بہت خراب ہے۔ بڑے اسپتال سے خون آنے میں وقت لگے گا۔ آپ تو جانتے ہیں کہ یہ بستی کا چھوٹا سا اسپتال ہے۔"

"تو ڈاکٹر صاحب میرا خون ٹیسٹ کیجئے۔"

ثاقب جلدی سے بولا۔

"آپ کا۔ مگر۔ اچھا۔ ڈاکٹر انور ان کا خون ٹیسٹ کریں۔"

ڈاکٹر اسے لے کر لیبارٹری میں آ گیا۔ جب وہ خون ٹیسٹ کر رہا تھا۔ تو اس نے بتایا کہ کس طرح ایمبولینس شہر سے آ رہی تھی۔ اور ثاقب کی گاڑی اسی وقت پہاڑی سے ٹکرائی تھی۔ اور پھر ایمبولینس میں ڈال کر ان تینوں کو اسپتال پہنچایا گیا۔

ثاقب نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا۔ اور بولا۔ "خدا کے لئے۔ ڈاکٹر۔ خون کا آخری قطرہ بھی میرے جسم سے نکال لیجئے۔ مگر ان کو بچا لیجئے۔"

"مگر۔ آپ کا گروپ اتفاق سے دونوں میں سے کسی ایک سے بھی نہیں ملتا۔"

ڈاکٹر رپورٹ پڑھتے ہوئے بولا۔

"تو پھر ڈاکٹر۔" اس کے چہرے پہ مایوسی کی تہہ جم گئی۔

"ساری ۔ !" ڈاکٹر مایوسی سے بولا۔

"آپ ہمت کریں تو شاید ان کی جان بچ جائے ۔ ! یہاں سے صرف دو کوس پر احمد پور کی بستی ہے ۔ وہاں کے اسپتال میں خون موجود ہے اور دونوں خواتین کے نمبر کا خون وہاں مل سکتا ہے ۔ ہمارے پاس اس وقت اسٹاف کا کوئی آدمی نہیں ۔ جو وہاں جا سکے ۔ ! اور پھر موسم کی خرابی کی وجہ سے سڑک پر گڑھے پڑ چکے ہیں ۔ ! گاڑی نہیں جا سکتی ۔ آپ کو پیدل جانا ہوگا ۔ !

"میں جاؤں گا ڈاکٹر ۔ ! مجھے نمبر دیجئے ۔ !

"جی ہاں ۔ !" ڈاکٹر اندر گیا ۔ نواب زادی اور روحی دونوں بے ہوش پڑی تھیں ۔ ! بازو پر گلوکوز کی بوتلیں نالی کے ذریعہ قطرہ قطرہ ٹپکا رہی تھیں ۔

ڈاکٹر نے سوئی چبھو کر تھوڑا خون شیشے کی سطح پر لگایا ۔ !

ٹیسٹ کیا ۔ اور نمبر ثاقب کو لا دیئے ۔ !

" میں ان کو ایک نظر دیکھ سکتا ہوں ڈاکٹر ۔ " ثاقب غمزدہ آواز میں بولا ۔

" آئیے ۔ ! "

وہ ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں آیا ۔ !

ایک پلنگ پر روحی تھی

دوسرے پہ نواب زادی ۔ !

وہ دونوں ہی پٹیوں میں جکڑی ہوئی تھیں ۔

نواب زادی کا چہرہ صاف تھا ۔ لیکن روحی کے ماتھے پر زخم تھا ۔ !

ثاقب دیکھ کر لرز گیا ۔ !

" یہ آپ کی کون ہیں ۔ ! ڈاکٹر بولا ۔

" یہ میری بیوی ہے ۔ ! " اس نے روحی کی طرف اشارہ کیا اور پھر اس کی نظریں نواب زادی کے چہرے پر پڑیں تو وہ دکھ سے ٹوٹی آواز میں کہنے لگا ۔ !

" اور ۔ یہ ۔ یہ ۔ " مگر آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا ۔ !

" جلدی کیجئے ۔ ! " ڈاکٹر نے اسے احساس دلایا ۔

" ہاں ۔ ! " وہ واپس مڑا ۔ !

ہاتھ میں کاغذ پر لکھے نمبر تھے ۔ وہ اسپتال کی عمارت سے باہر نکل گیا ۔

برف ابھی تک گر رہی تھی ۔ !

راستہ کہر اور دھند میں لپٹا ہوا تھا ۔

اس کے تیز ہوتے ہوئے قدم برف پر نشان بنا رہے تھے ۔ !

اور وہ چلا جا رہا تھا ۔

دل غم سے نڈھال تھا ۔ !

اپنے کندھے کے زخم کی جیسے اسے پرواہ ہی نہ تھی ۔ !

اس کے سامنے رضیہ جیسی معصوم بیوی تھی۔!

اور نواب وادی کا سوگوار اور مغموم چہرہ تھا۔!

ایک طرف زمین تھا۔!

دوسری طرف محبت تھی۔!

دو کوس کا فاصلہ اس نے جلد ہی طے کر لیا۔ حالانکہ دن کا وقت تھا۔ لیکن شام کا سا گمان ہوتا تھا۔!

بستی پہنچا تو اسے کوئی نظر نہ آ رہا تھا۔ اس برفانی موسم میں لوگ گھروں میں دبکے ہوئے تھے۔!

"اسپتال کہاں ہے۔!" اس نے ایک راہ گیر سے پوچھا۔ جو کمبل لپیٹے تیز تیز کہیں جا رہا تھا۔!

"وہ سامنے۔!" راہگیر نے اشارے سے اسے بتایا۔!

تھکن سے چور وہ ہسپتال پہنچا۔!

برآمدے سے گزر کر وہ کمروں کی طرف آیا۔

برآمدے میں کمرے پر بورڈ دیکھ کر اس نے دروازہ کھولا آتشدان میں لکڑیاں چٹخ رہی تھیں۔ اور کوئی ان کے قریب کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کی دروازے کی طرف پشت تھی۔ جس کی وجہ سے اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب۔" وہ لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولا۔

آتشدان کے قریب بیٹھے آدمی نے گردن ذرا سی گھمائی۔!

اور بولا۔

"کون۔؟"

"ڈاکٹر صاحب۔ میں۔ بڑی جلدی میں ہوں مجھے خون چاہیئے۔ یہ نمبر میرے پاس ہیں۔ خدا کے لئے جلدی کیجیئے۔؟"

وہ دروازے کو پکڑے ہوئے تھکی تھکی آواز میں بولا۔

"تم۔!" آدمی نے ایک دم مڑ کر دیکھا۔

"اوہ۔ تم ہو نواب جابر۔" شاقب اپنے سامنے نواب جابر کو دیکھ کر آہستہ سے بولا۔

"کیسے آئے ہو۔؟"

نواب جابر کی بھنویں تن گئیں۔!

"نواب زادی کی ہمارے ہاں دعوت تھی۔ میں اور ردی نواب زادی کو چاند پور جا رہے تھے راستے میں گاڑی الٹ گئی وہ دونوں بری طرح زخمی ہیں۔ اور سامنے والی بستی کے اسپتال میں ہیں۔ ان کی زندگی بچانے کے لئے خون کی ضرورت ہے۔ یہ لو نمبر۔ اور یہ خون مجھے دے دو۔ مجھے جلدی پہنچنا ہے۔!"

وہ ہانپتا ہوا کرسی پر گر گیا۔!

"کیوں۔! جابر ہنسا۔

" جلدی کرو نواب جابر ۔ ان دونوں کی زندگی خطرے میں ہے ۔! وہ دونوں ۔!

نواب جابر نے زور کا قہقہہ لگایا ۔ اور کہنے لگا ۔!

" اچھا ہے وہ دونوں مر جائیں ۔!"

" یہ کیا کہہ رہے ہو ۔!" ثاقب اٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔!

جابر نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے کاغذ لیا ۔ اور الماری کی طرف بڑھا ۔!

" نواب جابر ۔! خدا کے لئے جلدی کرو ۔" ثاقب گھٹے ہوئے لہجے میں بولا ۔

جابر نے ہنستے ہوئے خون کی دو بوتلیں نکالیں ۔ اور کہنے لگا ۔!

" ایک بوتل میں نواب زادی کی زندگی ہے ۔ اور ۔ دوسری میں روحی کی ۔!

" نواب جابر مجھے یہ بوتلیں دے دو ۔ میں تمہارا احسان کبھی نہ بھولوں گا ۔!" ثاقب لجاجت سے بولا ۔

" نہیں دے دوں ۔!" جابر نے قہقہہ لگایا ۔!

" نواب جابر ۔!" وہ بے تابی سے آگے بڑھا ۔

" یہ بوتلیں ۔ نہیں تمہیں ملیں گی ۔! سمجھے مسٹر ثاقب !"
جابر اسے گھورتا ہوا بولا ۔

"مگر نواب جابر ۔ !" ثاقب پریشان ہوگیا ۔ !

"نواب زادی مرجائے گی ۔ رومی مرجائے گی ۔ اور تم پاگل کتے کی طرح زندگی گزارو گے ۔ ! تم جیسے انسان کا یہی انجام ہونا چاہیئے تھا ۔ !

"یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں جابر ۔ ان دونوں کی زندگی خطرے میں ہے ۔ !

ثاقب نے پھر اسے سمجھانا چاہا ۔ لیکن وہ جنونی انداز میں قہقہے لگا رہا تھا ۔ !

بوتلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا ۔ !

"یہ بوتلیں صرف تمہیں دکھانے کے لئے نکالی ہیں ۔ ہیں دینے کے لئے نہیں ۔ !"

"جابر ۔ !" ثاقب نے اسے تیز نظروں سے گھورا ۔ !

"نواب زادی مرجائے گی ۔ رومی مرجائے گی ۔ اور تم ۔ تم ۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے چیخ رہا تھا ۔ خوش ہو رہا تھا ۔ ! ثاقب کے ہاتھ پیچھے تھے ۔ پیچھے ایک گلدان پڑا تھا ۔ گلدان ثاقب کے ہاتھوں سے ٹکرایا ۔ تو یکایک جیسے اس نے کوئی فیصلہ کرلیا ۔

جابر دیوانہ وار قہقہہ لگا رہا تھا ۔ !

ثاقب نے گلدان اٹھایا اور پوری قوت سے نواب جابر

کے سر پر دے مارا۔!

جابر چکرا کر گر پڑا۔ اور ثاقب نے دونوں بوتلیں اٹھائیں

اور باہر نکل گیا۔

ہانپتا کانپتا وہ بوتلیں ہاتھ میں لئے چلا جا رہا تھا۔

"ثاقب۔!"

ویرانے میں آواز گونجی۔ وہ پلٹا دیکھا۔ جابر زخمی

حالت میں اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔!

"ٹھہرو۔!" وہ دیوانوں کی طرح چیخا۔!

ثاقب نے اپنے قدم اور تیز کر لئے۔!

جابر دوڑ رہا تھا۔

اور آخر اس نے اسے آلیا۔!

ثاقب نے بوتلیں ایک طرف رکھ دیں۔ اور جابر کے

حملے کا مقابلہ کرنے لگا۔!

دونوں گتھم گتھا تھے۔! کبھی ثاقب کمزور پڑ جاتا اور کبھی جابر

ثاقب نے مٹھی میں برف لے کر جابر کی آنکھوں میں ٹھونسنا چاہی

لیکن جابر نے اسے پاؤں سے زور سے دھکا دیا۔ ثاقب دور جا گرا۔

اب جابر بوتلوں کی طرف لپکا۔ اس کی یہی کوشش تھی کہ کسی طرح

وہ بوتلوں کو توڑ ڈالے۔

قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاتا۔ کہ ثاقب نے اسے

کندھوں سے پکڑ کر زور کا دھکا دیا ۔ اور خود تھیلیں اٹھا کر چل دیا ۔

برف سے اٹے ہوئے راستے تھے ۔ !

اور ثاقب زخمی ۔ نڈھال ۔ تھکا ہوا تقریباً اپنے آپ کو گھسیٹ رہا تھا ۔ !

جابر بھی اس کے پیچھے تھا ۔ !

سامنے دو راستے تھے ۔ !

ایک راستہ وہ جو بل کھا کر پہاڑی موڑ کاٹنے کے بعد بستی تک جاتا تھا ۔

دوسرے راستے میں ایک گہری کھائی تھی ۔ اور وہ کھائی پار کرنے کا کوئی ذریعہ نظر آرہا تھا ۔ !

چاروں طرف سفیدی چھائی ہوئی تھی ۔ برف نے کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا ۔ !

جابر نے پھر ثاقب کو آلیا ۔

اب کے حملہ شدید تھا ۔ !

ثاقب کی طاقت جواب دے رہی تھی ۔ مگر وہ جابر کو پچھاڑنے کی پوری کوشش کر رہا تھا ۔ جابر نے ثاقب کے گھونسے مارنے شروع کر دیئے ۔ جواب میں ثاقب نے اس کی ناک پر پوری قوت سے ٹکر دیا جابر کا دماغ چکرا گیا ۔ اور وہ گر پڑا ۔ !

ثاقب نے پھر تھیلیں اٹھا لیں اور اس راستے کی طرف ہو لیا جہاں

گہری کھائی تھی ۔ !

یہ راستہ نزدیک تھا ۔

لیکن خطرناک ۔ !

ثاقب نے دیکھا ۔

کھائی کے سرے پر ایک پتلی سی ٹہنی جو برف سے سفید ہو رہی تھی ۔ ! دوسرے سرے تک چلی گئی تھی ۔ !

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا ۔

جابر چند قدم کے فاصلے پر رہ گیا تھا ۔ ! ثاقب نے ٹہنی پر پاؤں رکھا تو اس کے چٹخنے کی آواز آئی ۔

لیکن ثاقب نے ہمت نہ ہاری ۔ ٹہنی پر پاؤں رکھا اور کھائی پار کر گیا ۔ !

پتلی لکڑی چٹخ گئی ۔ لیکن ٹوٹی نہیں ۔ جابر بھی اسی طرح آگے بڑھا ۔ !

تو ثاقب دوسرے سرے سے چلایا ۔ !

" جابر ۔ مر جاؤ گے ۔ لوٹ جاؤ ۔ ٹہنی ٹوٹ چکی ہے ۔ اس پر پیر نہ رکھنا ۔ ! مر جاؤ گے ۔ !"

جابر نے وحشیانہ قہقہہ لگایا ۔ اور بولا ۔

" تم کھائی پار کر سکتے ہو میں نہیں ۔ !

اور دوسرے ہی لمحے اس نے پاؤں ٹہنی پر رکھ دیا ۔ ٹہنی ٹوٹ گئی !

ایک زوردار چیخ ویرانے میں گونجی ۔ اور جابر کئی ہزاروں فٹ نیچے جا گرا ۔ !

ثاقب نے آنکھیں بند کرلیں ۔

اور دکھ سے کہنے لگا ۔ !

" میں نہ کہتا تھا جابر ۔ لوٹ جاؤ ۔ !

اگلے لمحے وہ پھر ہانپتا ہوا تیزی سے ہسپتال کی جانب بڑھنے لگا ۔ !

خون کی بوتلیں دیکھتے ہوئے اسے یوں لگا ۔ جیسے ایک بوتل میں رومی بند ہے اور دوسری میں نواب زادی ۔ !

رومی کی طرف اس نے توجہ نہ دی ۔ !

اور نواب زادی اس کے خیالوں کی وسعت میں روشنی کی طرح پھیل گئی ۔ !

اس کا چہرہ کندن کی طرح دمک رہا تھا ۔ عنابی ہونٹ نیش آلود تھے ۔ سوگوار سی آنکھیں ۔ اور ان میں ایک عجیب سی تشنگی ۔ کانپتی ہوئی سرمگیں نوکیلی پلکوں کی جنبش ۔ !

اسے یوں لگا ۔ جیسے بوتل میں بند نواب زادی باہر نکل آئی ہے ۔ !

اور اس کے تمتماتے ہوئے رخساروں پر چنگاریاں سی اڑنے لگی ہوں ۔ آنکھوں کی سرمگیں بیتابیوں میں تھا دوست تھا جس اور

ہونٹوں کی لکیریں جیسے جلنے لگی ہوں۔ اس کے جسم کی خوشبوؤں سے مدہوش بنانے لگی۔ اور جیسے وہ کہہ رہی ہو۔!

"شاقب ہمیں اپنی دنیا میں لے آیئے۔!"

"ہم تھک گئے ہیں۔

"ہمیں اپنی محبت میں ڈوب جانے دیجئے۔!"

اس کے ذہن میں ایک عجیب سا خیال آیا۔ وہ کانپ گیا۔

جسم پسینے میں شرابور ہو گیا۔!

اونچی نیچی پہاڑیوں پر دھند سی پھیل رہی تھی۔ اور خیالات بالکل اسی دھند کی مانند اس کے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے رہے تھے۔ کوئی ایسا خیال تھا۔ جس نے اس کی دلی اور جسمانی قوتوں کو منتشر کر کے رکھ دیا تھا۔

اس کا وجود ذروں کی طرح بکھرا جا رہا تھا۔ خیالوں کی پرچھائیاں سیاہ ہو گئیں۔!

اور پھر ان سیاہ پرچھائیوں میں دو ستارے جھلملانے لگے۔!

دو آنکھیں۔!

روشن آنکھیں۔!

جن میں آنسوؤں کی روشنی تھی۔ کپکپاتی ہوئی ٹھنڈی نرم روشنی۔!

یہ نواب زادی کی آنکھیں تھیں۔!

جن میں محبت تھی ۔ !

خلوص تھا ۔ !

ایثار تھا ۔ !

اور ثاقب تو ۔ ایک مرد تھا ۔ عشق میں ڈوبا ہوا مرد ۔ !

تھرا گیا ۔ اسے یوں لگا ۔ !

کہ زمانہ کی وہ چادر جو اس نے نمائش کے لئے اپنے جسم سے لپیٹ رکھی تھی ۔ ایک چھلکے کی مانند اس کے وجود سے اتر گئی ہے ۔ !

اور وہ ثاقب رہ گیا ہے ۔ !

وہ ثاقب ۔ جو نواب زادی سے محبت کرتا ہے ۔ !

جو نواب زادی کا پجاری ہے ۔ رومی کا شوہر نہیں ۔ !

اس نے گھبرا کر پھر ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتلوں کو دیکھا ۔

رومی کا گروپ A تھا ۔ !

نواب زادی کا B گروپ ۔ !

خیالوں کی دھند پھیل رہی تھی ۔ اور وہ نڈھال سا ہو رہا تھا ۔ !

اسے لگا جیسے نواب زادی دنیا جہان کا غم اپنی آواز میں سمیٹے کہہ رہی ہو ۔ !

ثاقب ہم زندگی کے ویرانے میں یوں ہی کب تک بھٹکتے رہیں

گئے۔!

"ہم زندگی کا بوجھ اٹھاتے تھک گئے ہیں۔ ہمیں اپنا لو"

ثاقب بے جان لاش کی مانند لڑکھڑا بوتلوں کو گھور رہا تھا۔!

اس کی آنکھوں میں نفرت نہیں تھا۔ محبت تھی۔!

چند قدم پر اسپتال کی عمارت نظر آرہی تھی۔!

سوچ نے اس کے ذہن کو آتش کدہ بنا رکھا تھا۔ نیم مردہ سا بجھا بجھا دل پہلو میں زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"سائلہ۔!" اس کے ہونٹ کپکپائے۔!

"سائلہ۔! تم کب تک حالات کی سولی پر جھولتی رہو گی۔!

دل کی ویرانی نے کب تک باؤلی بنی بھٹکتی رہو گی۔!

"آج فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ موقع۔ یہ موقع۔ شاید تمہاری ویران زندگی کو منور کرنے کے لئے میرے ہاتھ میں آیا ہے۔!

اس نے جو کچھ سوچا تھا۔!

ایک لمحے کے لئے اپنی سوچ پر کانپ گیا۔!

لیکن محبت تمام جذبوں پر حاوی ہو گئی۔!

اور اس نے خون کی وہ بوتل توڑ دی جو رومی کی زندگی تھی۔!

ایسا کرتے وقت اس کی حالت ایسی تھی جیسے اس

نے روحی کو قتل کر دیا ہو۔ اس بھیگے موسم میں اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔!

اپنے فعل پر جہاں وہ ذرا سہما تھا۔ جہاں ضمیر کی چبھن تھی۔!

وہاں ایک سکون بھی تھا۔!

نواب زادی اب میری ہے۔!

اور میں اس کا ہوں۔!"

اس سوچ نے اس کے تپتے ہوئے وجود میں ایک ٹھنڈک سی پھیلا دی۔ اور تیز تیز اسپتال پہنچا۔!

"آپ نے بڑی دیر کر دی۔ ڈاکٹر بولا۔

"کیوں۔؟ وہ لرز گیا۔

"خون مل گیا۔؟"

"جی ہاں۔!"

"یہ لیجئے۔!

"نواب زادی کو بچا لیجئے۔!

اس نے بوتل آگے کر دی۔!

"نواب زادی۔!"

ڈاکٹر بولا۔

"جی ہاں۔ وہ دوسری خاتون۔!

" اور آپ کی بیگم کے صنبر کا خون نہیں ملا ۔"

ڈاکٹر نے پوچھا ۔ !

وہ خاموش ہو گیا ۔ چہرہ پیلا پڑ گیا ۔ ڈاکٹر نے اس پر ہمدردانہ نظر ڈالی ۔

اور خون لے کر اندر چلا گیا ۔ !

اور ثاقب ۔ تھکن سے چور ۔ وہیں کرسی پر گر سا پڑا ۔ !

خیالوں کے شعلے تھے ۔

ضمیر کی گھٹن تھی

اور

اس پر بے ہوشی سی طاری ہو گئی ۔ !

اندر ڈاکٹر اپنی کوششوں میں مصروف تھے ۔ !

اور

وہ کرسی پر بے ہوش پڑا تھا ۔ !

"دیکھئے مسٹر۔ مریضہ آپکو یاد کر رہی ہے۔" نرس اسے ہوش دلاتے ہوئے بولی۔!

"جی۔ کیا وہ۔!"

ثاقب نے کھوئی کھوئی آواز میں پوچھا۔!

"ہمیں افسوس ہے کہ ایک خاتون کی جان ہم نہیں بچا سکے۔!"

اس کے قریب کھڑا سرجن بولا۔

"مجھے علم ہے۔"

وہ بیمار سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا اور اٹھ کر اندر چلا گیا۔!

رومی مجھے معاف کر دینا۔ اس کے آنسو ٹوٹ ٹوٹ

کر آنکھوں سے گرنے لگے۔ !

مگر ساتھ ہی وہ ہستی بھی یاد آئی جس کے لئے اس نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ ! بے تاب جذبات لئے ہوئے اس نے دروازہ کھولا۔

"سائلہ۔ تم نے کہا تھا نا۔ کہ ثاقب ہمیں اپنی دنیا میں لے جایئے۔ اب میں تمہیں اپنی دنیا میں لے جاؤں گا۔"

بے تابی۔ تڑپ۔ اور محبت سے وہ آگے بڑھا۔

مبارک ہو مسٹر۔ !"

ڈاکٹر بولا۔

چاہت کا ایک سمندر آنکھوں میں لئے وہ پلنگ کے قریب آیا۔

"آپ کی بیگم بچ گئی ہیں۔" ڈاکٹر نے کہا۔

اور ثاقب نے دیکھا۔

روحی آنکھیں کھولے مسکرا رہی تھی۔ !

اور۔ اور۔ وہ۔ ثاقب کو لگا۔ جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ !

"نواب زادی کو ہم نہیں بچا سکے۔ !"

ثاقب کو جیسے سکتہ ہو گیا۔ دیوانوں کی طرح وہ دوسرے پلنگ پر جھک گیا۔ !

چادر اٹھا کر دیکھا۔ ؟

نواب زادی کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔! ان میں انتظار تھا۔
پیار تھا۔ تڑپ تھی۔ اور ہونٹوں پر ایک سکون۔!
جیسے کہہ رہی ہو۔!

"ثاقب۔ ہم سے انتظار نہیں ہوتا۔ ہم مر جائیں گے
ثاقب۔!"

ثاقب کو لگا!
جیسے وہ ایک بار پھر شکست دے گئی ہو۔
کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس نے اس کے چہرے پر چادر
ڈال دی۔

اور باہر نکل گیا۔!
جہاں پر برف گر رہی تھی۔!
اور فضا میں دھند تیر رہی تھی۔!

"((ختم شد))"

نئے دور کی ممتاز منفرد ادیبہ
حمیدہ جبیں
کا
گھریلو معاشرتی اصلاحی ناول

سوکھے پتے

عمدہ کتابت وطباعت
قیمت :- ۱/۷۵ روپے

چمن بک ڈپو ۔ اردو بازار ۔ دہلی

دو پھول نرگس کے

سیدہ ماجدہ خاتون کی ایک اور اچھوتی تخلیق

چاندنی رات کا سناٹا جب دل پر دستک دیتا ہے
تو احساسات کے پھول مہک اٹھتے ہیں ۔
یہی دستک
" دو پھول نرگس کے " کی کہانی ہے ۔ !
وہ سسکتی رہی ۔ وہ تڑپتی رہی ۔
اس کی نرگسی آنکھوں سے شبنم قطرہ قطرہ ٹپکتی رہی ۔
لیکن اس کی قسمت کی سنگدلانہ روش نہ بدلی
اور جب ؟

کتابت طباعت عمدہ ۔ سفید کاغذ
قیمت ۔/۸ روپے

چمن بکڈپو ۔ اردو بازار دہلی ۶